حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

ولادت سے شہادت تک

مشہور عربی کتاب الامام الجواد
من المهد الی اللحد کا اردو ترجمہ



مؤلف

آیت اللہ سید محمد کاظم قزوینی اعلی اللہ مقامہ

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری (فاضل قم)
ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی ۰ قم ۰ ایران

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

ولادت سے شہادت تک

مشہور عربی کتاب الامام الجواد من المهد الی اللحد کا اردو ترجمہ

مؤلف

آیت اللہ سید محمد کاظم قزوینی اعلی اللہ مقامہ

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری (دام ظلہ)

ریسرچ اسکالر اسلامک یونیورسٹی، قم، ایران

ناشر: ادارہ منہاج الصالحین

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252، 0301-4575120

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب : حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ولادت سے شہادت تک

مؤلف : آیت اللہ سید محمد کاظم قزوینی اعلی اللہ مقامہ

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی

مصحح : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری (دام ظلہ)

پروف ریڈنگ: اسد علی ڈار

اشاعت : مارچ 2019ء

تعداد : 1000

ہدیہ : 400 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

بسم الله الرحمن الرحيم

maablib.org

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

ولادت سے شہادت تک

maablib.org

ترتیب

❁❁❁

امامؑ کا حکم اور علامہ قزوینیؒ

سورۂ ملک کا پیغام ہے:

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝

"اے انسان! تو رحمٰن کی آفرینش میں کوئی نقص نہیں دیکھے گا۔ پھر آنکھ اُٹھا کر دیکھ بھلا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ تو پھر دوبارہ آنکھ اُٹھا کر دیکھ تو ہر بار تیری نظر ناکام اور تھک کر تیری طرف پلٹے گی"۔

جی ہاں! جب سے اُس نے یہ نظامِ کائنات تخلیق کیا ہے آج تک اس میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا ہے۔ یہ سب اُس کی آیات ہیں جن میں نہ تخریب کا عنصر پیدا ہوتا ہے اور نہ اُن کی تکذیب ممکن ہے۔

اللہ رب العزت نے اُن لوگوں کی ترجمانی کی ہے جو آنکھوں والے ہیں جو صاحبِ دانش و بینش ہیں، جو صاحبِ فکر ہیں۔ کائنات کے مطالعہ کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ پروردگارا تو نے اس کائنات کی ہر چیز کو کارآمد پیدا کیا ہے اور تیرا کارخانہ قدرت ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔

جی ہاں! جس طرح اُس کی یہ کائنات نقطۂ آغاز سے آج تک فرسودگی اور نقص سے پاک ہے تو اس کے وہ نمایندے جنھیں اُس نے اس کائنات کی مسئولیت سونپی ہے وہ بھی ہر عیب و نقص سے پاک ہیں۔ یہ وہ آیاتِ الٰہیہ ہیں جو کامل، مکمل اور اکمل ہیں۔ اس دنیا میں کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے اپنی افرادی طاقت کے بل بوتے پر انسانوں پر حکمرانی کی اور اپنی من مانی کی۔ وہ لوگوں کے اجسام پر حکومت تو کر سکے لیکن ان کے قلوب پر حکومت نہ کر سکے۔

ان قلوب پر ہمیشہ الٰہی نمایندوں کی حکمرانی رہی ہے اور آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ حکمران بھی اِس دنیا سے چلے گئے اور یہ حج اللہ بھی چلے گئے۔ کچھ الٰہی نمایندگان ان حکمرانوں کی قید و بند میں رہے۔ آج دیکھیں قید کرنے والے مٹ گئے، ان کا نام بھی نہ رہا لیکن قید و بند میں زندگی بسر کرنے والے آج بھی زندہ ہیں، اُن کا نام بھی زندہ ہے اور اُن کا کام بھی زندہ ہے۔ اُن کے مبارک مقبروں کا لاکھوں لوگ طواف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لیے کہ اُنھوں نے اپنے خدا کے لیے زندگی بسر کی تھی۔ جو بندہ اپنے خدا کے لیے جیتا اور مرتا ہے تو وہ اُسے مرنے نہیں دیتا بلکہ وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اُس ذات کی زندگانی پر مشتمل ہے جو اللہ رب العزت کی آیت ہے۔ آپؑ رسولؐ اللہ کے فرزند، جگر گوشہ علیؑ و بتولؑ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے نُورِ چشم اور ولایت عصمت و طہارت کے نویں تاجدار ہیں۔ جب تک آپؑ کی ولادت نہیں ہوئی تھی اُس وقت آپؑ کے پدر عالی قدر ابتلا و آزمائش میں رہے کیونکہ لوگ اُن کی امامت پر شک کرتے تھے کہ جس شخصیت کا بیٹا نہیں ہے تو وہ خود امامؑ کیسے بن سکتا ہے۔ آخرکار حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی زندگی کی چالیس بہاریں دیکھ لیں تو اللہ نے آپؑ کی آزمائش ختم کی۔ آپؑ کو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام جیسا فرزند عطا کیا، جس ہستی نے اپنے والد کی رحلت کے بعد اِس دھرتی کا نظام چلانا تھا۔ جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو اپنے فرزند کی ولادت کی نوید سنائی۔

آپؑ نے فرمایا:

قَدْ وُلِدَ لِيْ شَبِيْهُ مُوْسٰى بِنْ عِمْرَان فَالِقُ الْبِحَارِ وَشَبِيْهُ عِيْسٰى بن مَرْيَم قُدِّسَتْ اُمٌّ وَلَدَتْهُ قَدْ خُلِقَتْ طَاهِرًا مطهراً[1] ..... الخ

"میرے ہاں اُس مولود مسعود نے ولادت پائی ہے جو حضرت موسیٰؑ بن عمرانؑ کی شبیہ ہیں۔ جن کے لیے دریا میں راستے بنے تھے۔ یہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کی شبیہ ہیں جن کی ولادت سے اُن کی ماں صاحبِ تقدیس و تطہیر ہوئیں۔ یہ میرے فرزند طاہر و مطہر پیدا ہوئے ہیں"۔

قارئین کرام! آپ اس کتاب میں امام علیہ السلام کے مفصل حالاتِ زندگی کا مطالعہ فرمائیں گے۔

بغداد عباسی حکمرانوں کا پایہ تخت تھا۔ مشرق و مغرب میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ مامون عباسی تخت نشین تھا۔ ایک دن اُسے شکار کھیلنے کا شوق ہوا وہ اپنے خدم و حشم اور محافظوں کے ساتھ شکار کے لیے نکلا۔ جب اُس کے شاہی کاروان کا گزر بغداد کی ایک گلی سے ہوا تو وہاں بچے کھیل رہے تھے۔ شاہی محافظین کو دیکھ کر بچے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن ایک بچہ جو حُسن و جمال میں چودھویں کا چاند تھا، وہیں کھڑا رہا۔ بادشاہ کو یہ بات عجیب لگی کہ یہ بچہ خوف زدہ کیوں نہیں ہوا؟ جب اُس کی سواری اُس بچے کے قریب پہنچی تو اُس نے کہا: جب باقی بچے بھاگ نکلے تھے تو تم کیوں نہ بھاگے؟

اس ملکوتی بچے نے وقت کے فرعون کو وہ جواب دیا تھا کہ جس سے اُس کے اقتدار کا سارا نشہ اُتر گیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: ''نہ تو راستہ تنگ تھا کہ ایک طرف ہو کر گزرنے والوں کو راستہ دیتا اور نہ ہی مجرم تھا کہ بادشاہ کے خوف سے بھاگ نکلتا''۔

بادشاہ شکار کرنے کے بعد پھر اُسی گزرگاہ سے لوٹا۔ وہی صبح والا منظر تھا۔ وہی بچے تھے جو کھیل رہے تھے۔ امام علیہ السلام بھی اُن کے ساتھ تھے۔ بادشاہ کی سواری دیکھ کر بچے بھاگ گئے لیکن امام علیہ السلام اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے۔ بادشاہ نے اپنی سواری کو اس شہزادے کی طرف بڑھایا اور اپنی بند مٹھی کی طرف اشارہ کیا کہ اِس میں کیا ہے؟

فرزندِ رسولؐ نے مسکرا کر فرمایا: بادشاہ شکار کرنے کے لیے شکارگاہ کی طرف جاتا ہے اور وہ اپنے شکاری عقاب کو فضا میں چھوڑتا ہے۔ وہ عقاب بادلوں کے درمیان تیرتی ہوئی مچھلی کو اپنے پنجوں میں پکڑ کر اُس کے پاس لاتا ہے اور بادشاہ تم سے اپنی مٹھی میں بند کر کے پوچھتا ہے کہ اس میں کیا ہے؟

مامون نے جب یہ جواب سنا تو اُس نے اپنی سواری سے چھلانگ لگائی، فوراً فرزندِ رسولؐ کے پاس پہنچا، آگے بڑھ کر سینے سے لگایا۔ ہاتھ چومے، پیشانی پر بوسہ دیا اور پوچھا کہ آپؑ اپنا تعارف کرائیں۔

جی ہاں! یہ تمام واقعات آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔

یحیٰ بن اکثم عباسی حکومت کا قاضی القضاۃ تھا جسے اپنے علم و فضل پر بڑا ناز تھا۔ وہ میدانِ مناظرہ میں اپنے مدمقابل کو لمحہ بھر میں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ مامون کے بھرے دربار میں جب اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پر سوال کیا تو آپؑ نے اُس کے سوال کی فقہی توجیہات کر کے تمام درباریوں کو حیران و پریشان کر دیا تھا۔ یحیٰ بن اکثم کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔ وہ آپؑ کے حضور طفلِ مکتب بنا بیٹھا تھا۔ اُس کا فخر و غرور چُور چُور ہو چکا تھا۔

اللہ رب العزت کی سنت ہے کہ وہ اپنے ولیوں کو اُن کے دشمنوں کے ہاتھوں مغلوب نہیں ہونے دیتا۔ نویں تاجدارِ امامت کی زندگی مختصر ہے۔ اِس مختصر زندگی میں بھی اِس ذات نے اس انداز میں اُمت کی رہبری کی اور علم کی شمع جگائی اور اللہ کی زمین کو نورِ علم سے منور کیا۔

جی ہاں! یہ وہ حقیقت ہے کہ جس کا انکار ناممکن ہے کہ اپنے پیارے وطن پاکستان میں ملتِ تشیع کو وہ علمی ماحول میسر نہیں ہوا جو ملتِ ایران و عراق کو نصیب ہوا ہے۔ وہاں علم و علماء کا راج ہے۔ وہاں کے لوگوں نے اپنی علمی طاقت سے سپر طاقتوں کو نیچا دکھایا ہے۔ اے کاش! وہی ماحول یہاں پیدا ہو جائے اور ملتِ تشیع کی دنیا و آخرت سنور جائے۔ جس ملت کے گوشہ نشین رہبروں کے دروازوں پر اپنی مشکلات کے حل کے لیے حکومتیں چل کر آتی تھیں پاکستان میں آج وہ ملت اپنے رہبروں کی زندگانی اور سیرت کی آگاہی سے دُور ہے۔

حضرت علامہ ریاض حسین جعفری (بانی ادارہ منہاج الصالحین) کی کوشش و کاوش لائق تحسین ہے کہ وہ پاکستان میں ایک طویل عرصے سے قوم کی معنوی اور روحانی غذا کا اہتمام کیے ہوئے ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی سیرت پر مشتمل کتابیں گھر گھر میں موجود ہوں اور ملت کے نونہال اُن کا مطالعہ کر کے اُسی خط پر گامزن ہوں جو کامیابی و کامرانی کی منزل کی طرف لے جاتا ہے۔

اس کتاب کے مؤلف حضرت آیت اللہ سید محمد کاظم قزوینی مرحوم ایک روحانی شخصیت تھے۔ یہ کتاب اُن کی تالیف کردہ ہے۔ اُنھوں نے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے خواب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا۔ آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپؑ کے چار معصوم

فرزندوں کی زندگانی پر کتابیں لکھوں۔ یہ کتاب امام رضا علیہ السلام کے حکم پر لکھی گئی ہے۔ یہ اس کتاب کا پہلا حصّہ ہے، دوسرا حصّہ بھی ان شاء اللہ جلد آنے والا ہے۔

ادارہ منہاج الصالحین کی ٹیم جاں فشانی سے علم کی ترویج و تبلیغ میں مصروف ہے۔ خداوندِ متعال علمائے حقہ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر رکھے۔ ادارہ کے سربراہ اور ان کی ٹیم کے ارکان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور دینِ مبین اور ملّتِ خیر البریہ کو مزید توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں میری اپنی ملّت کے جوانوں سے اپیل ہے کہ میدانِ علم و عمل میں آئیں۔ اپنی ملّت کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کریں اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں وہ مقام و منزلت حاصل کریں جو وہ اپنے بندے کے لیے چاہتا ہے۔ جب جناب یونس بن عبدالرحمٰن نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر "یوم ولیلہ" لکھی تھی اور اُن کے حضور پیش کی تھی تو امام علیہ السلام نے اُن کے لیے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی تھی:

أَعْطَاهُ اللهُ لِكُلِّ حَرْفٍ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"اللہ انھیں قیامت کے دن ان کی کتاب کے ہر ہر حرف کے بدلے نُور عطا فرمائے گا"۔

ہم فقیروں کی بھی یہی آرزو ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العالمین ہماری مغفرت فرمائے، آمین!

دعا گو!

الطاف حسین کلاچی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ واشرف بریّتہ ، سیّدنا محمد المصطفٰی وآلہ الطیّبین الطّاھرین، ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین، اَمَّا بَعدُ!

جس وقت میرے والد بزرگوار (رضوان اللہ علیہ) نے حضرات امام جواد، امام ہادی اور امام حسن عسکری علیہم السلام کی شخصیات پر تالیف کا کام شروع کیا تو آپ نے تالیف کا ایک خاص راستہ اختیار کیا جو اس سے پہلے آپ نے اختیار نہیں کیا تھا۔ آپ نے ان تین آئمہ علیہم السلام کی تالیف کا وہ اُسلوب اختیار کیا جو آپ کے دوستوں نے تجویز کیا تھا کہ پہلے ہر امامؑ کی حیات وسیرت مختصر صورت میں پیش کی جائے پھر اُن کے اصحاب کا ذکر کیا جائے اور اُن سے مربوط احادیث اور اُن سے متعلق جو معلومات ہوں ان کا بھی ذکر کیا جائے۔ انھوں نے جو اسلوب مرتب کیا وہ اسلوب کچھ اس طرح تھا کہ والد بزرگوار جب حضرت امام جواد علیہ السلام کا میلاد لکھیں تو پہلے اس کی فصول بنائیں۔ اسی ترتیب میں اُن کے ہر صحابی کی حیات کا ذکر ہو اور حدیث کے راوی کا بھی تذکرہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ ہر موضوع کو ایک جگہ پر رکھا جائے اور متعدد جوانب سے اُس پر بحث ہو۔

میرے والد بزرگوار نے اسی اُسلوب کو اختیار کیا۔ یہ اُسلوب قاری کے لیے پُرکشش ہے کہ وہ جلد اہم حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسے مثال کے طور پر ایک عنوان موجود ہے: ''امام جوادؑ باوجود تھوڑی عمر کے...... حکام سے محاربہ کرتے ہیں''۔ فعلاً یہ ایک اچھا اسلوب ہے لیکن اس سے بھی بہتر اندازِ اُسلوب وہ ہے کہ حقیقت، قارئین کے اذہان تک پہنچ جائے۔ اصحاب کے اسماء کا ذکر اور اُن کی زندگی سے متعلق بعض تفاصیل کا ذکر ہو۔ اُن کے بارے میں خاص

فصول کا ذکر ہو اُن میں عنوانات ہوں جو مختلف موضوعات پر دلالت کریں۔

میں نے ایک دن اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا: بابا جانؑ! آپ نے جو یہ تین کتابیں تالیف کی ہیں اِن کا اُسلوب آپ کی دوسری کتابوں سے جداگانہ ہے۔ اے کاش! آپ کی ان تالیفات کا اُسلوب بھی وہی ہوتا جو سابقہ تالیفات کا ہے جو عصری اور جدید ہے۔

آپ نے فرمایا: آپ کی بات صحیح ہے لیکن مَیں اب دوسری تالیفات میں مصروف ہوں۔ اب میرے پاس وقت نہیں ہے کہ میں دوبارہ اپنی تالیفات کا اسلوب وہی اختیار کروں جو ان تین کتابوں کا ہے۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔

اے میرے فرزند! تم اسی اُسلوب کو اپناؤ میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ تیرے اندر جو صلاحیتیں ہیں وہ مجھ سے زیادہ ہیں۔ تالیف کا جو انداز مناسب ہے اُسے اختیار کرو۔ میں نے اپنے بارے میں اُن کے حُسنِ ظن کا شکریہ ادا کیا اور اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ لیکن اس دوران کچھ ایسے مسائل پیدا ہوئے کہ ان کتابوں پر اعادے کے کام میں رکاوٹ آگئی۔ جونہی مجھے فراغت حاصل ہوئی تو میں نے کام کا آغاز کر دیا۔ اب کتاب حضرت امام الجواد علیہ السلام من المھد الی اللحد حاضر ہے۔ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اپنے والد بزرگوار کے لیے اور اپنے لیے دُعاگو ہوں کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول کرے۔

میں اپنے اس مقدمہ کے اختتام سے پہلے یہ کہوں گا کہ کتاب کی اصل عبارت میرے والد کی تحریر کردہ ہے۔ جہاں ضروری سمجھا وہاں کچھ تبدیلی کردی۔ میں نے کتاب کے فصول کو مرتب کیا۔ احادیث کے مصادر کو دِقت کے ساتھ درج کیا۔ بعض کلمات کی تشریح کی۔ ان سب کو حاشیہ میں لکھا۔ ان کا اختتام کلمہ محقق کے ساتھ کیا، تاکہ میرے والد بزرگوار اور میری تحریر کے درمیان فرق واضح رہے۔ اب آپ کتاب الامام الھادی من المھد الی اللحد کا انتظار کریں۔

(علامہ) مصطفیٰ بن محمد کاظم قزوینی

قم المقدسہ اسلامی جمہوری ایران

الاهداء

میرا ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ میں اپنی تالیفات وتصنیفات کو سیدنا و مولانا بقیۃ اللہ الامام المہدی صلوات اللہ علیہ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ کرتا ہوں۔ لیکن اس کتاب کو میں سیدنا و مولانا حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ کرتا ہوں، کیونکہ میں نے خواب میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپؑ کے بعد باقی چاروں آئمہ علیہم السلام کی زندگی پر کتابیں لکھوں۔ میں نے یہ خواب شب جمعہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ کو دیکھا تھا۔

میں نے اس کتاب کی تالیف کا کام اپنے آقا و مولا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حکم پر کیا ہے، اس لیے میں نے اُس ہستی کی بارگاہ میں اِس کتاب کو ہدیہ کیا ہے جس ہستی نے مجھے حکم دیا ہے۔ آپ ضرور میری شفاعت کریں گے، والحمد للہ علی ما انعم۔

اس کتاب کی تالیف کی تاخیر کا سبب یہ ہے کہ اِس خواب سے قبل میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی شخصیت پر کتاب لکھنے میں مصروف تھا۔ میں نے سوچا وہ کام مکمل ہو جائے، کیونکہ حضرت امام مہدی حضرت امام رضا علیہ السلام کے چوتھے فرزند ہیں۔ جوں ہی مجھے فرصت ملی تو میں نے حضرت امام محمد جواد علیہ السلام کی شخصیت پر کتاب لکھنے کا آغاز کر دیا۔

(علامہ) مصطفیٰ بن محمد کاظم قزوینی
قم المقدسہ اسلامی جمہوری ایران

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی بنعمته تَتِمُّ الصالحات، وبرحمته تُمْحٰی
السَّیِّئَاتِ وَصَلَّی اللهُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَنَبِیِّنَا محمد سیّد
الساداتِ، وَعَلٰی آله اطهر البریات، واللعنة علٰی أعدَائِهِمْ ...
من الآنِ إلٰی آخرِ الحیات، أمّا بعدُ!

اس کتاب کے صفحات اُس امام علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر مشتمل ہیں جن کا تعلق آئمہ اہلِ بیتِ نبوتؐ، موضعِ رسالت، مہبطِ الوحی اور معدنِ رحمت سے ہے۔ یہ وہ امام ہیں جنھیں اللہ رب العزت نے شرافت و عظمت کی بلندیوں پر فائز کیا ہے اور کائنات کی قیادت و سیادت عطا کی ہے۔

مَیں حیران ہوں کہ اِس عظیم امامؑ کی ذات کے بارے میں کس طرح بات کروں؟ ہم اُس زمانے میں ہیں کہ جس میں پیمانے ٹوٹ چکے ہیں، اَوزان مختل ہو چکے ہیں، معانی و مفاہیم موت کی نیند سو گئے ہیں۔ مادیت نے افکار و اقلام کو مغلوب کر دیا ہے۔ مسلمان حقائقِ ثابتہ کو بھول چکے ہیں، یا اُنھیں فراموش کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بس خالی باتیں رہ گئی ہیں۔ وہ سیاست جسے دین کے رنگ میں رنگین کیا گیا وہ ہر چیز کو لے گئی۔ لوگوں نے دین سے دین کے نام پر جنگ کی۔ اسلام کے نام سے اسلام کو رد کیا، چاہے وہ شعور میں ہیں یا لاشعور میں ہیں۔

ہر طرف مذاہب کی یلغار ہے۔ گروہ بندیاں ہو گئیں، طرائق ظاہر ہو گئے، مسلمان فرقوں میں بٹ گئے۔ جس گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اُس سے خوش ہے۔ مصلحت پسند لالچی لوگ کھڑے ہو گئے۔ اُنھوں نے لوگوں کو خلافت و ریاست کے نام پر اپنے پاس جمع کیا۔ اُن کے پاس نہ کوئی اہلیت و قابلیت کا پیمانہ تھا اور نہ کوئی شرائط تھے۔ لوگ اُن کے اردگرد جمع ہو گئے اور وہ مالک بن بیٹھے۔ کچھ دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے اور وہ اُن لوگوں کی آراء کی

طرف دعوت دینے لگے اور افکارِ شاذہ کی طرف بلانے لگے۔ وہ افکار جو اللہ تعالیٰ نے حاکم کے بارے میں نازل نہیں کیے، جس نے انھیں آواز دی اُس کی طرف دوڑ پڑے۔ ہوا کا رُخ جدھر دیکھا اُس کی طرف چل پڑے۔

لیکن ہم پر واجب ہے کہ ہم غور وفکر سے کام لیں اور اپنے آپ سے سوال کریں۔ کیا دین اسلام ہم سے فرقہ بندی، اِفتراق وتفرقہ اور انتشار وتشتت چاہتا ہے؟ یا دین اسلام وہ دین وحید وفرید ہے جس کی اساس وحدت واِتحاد پر ہے اور اُس نے سختی کے ساتھ تفرقہ واختلاف سے روکا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں قرآن مجید کی بارگاہ میں جانا پڑے گا۔

اللہ رب العزت کا واضح وصریح پیغام ہے:

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (سورۂ مومنون: آیت ۵۲)

''تمھاری یہ اُمت اُمتِ واحدہ ہے اور تمھاری یہ اُمت یقیناً اُمتِ واحدہ ہے''۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (سورۂ آل عمران: آیت ۱۰۳)

''اور تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو ورنہ اللہ کی اُس نعمت کو یاد کرو کہ جب تمھارے دلوں میں اُلفت ڈالی اور اُس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے''۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (سورۂ)

''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔

اسی طرح کی اور آیات بھی ہیں۔ جب ہم سنتِ نبویہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ایسی احادیث کثرت کے ساتھ پاتے ہیں جو اس موضوع پر مشتمل ہیں۔ اگر ہم یہاں اُنھیں ذکر کرنے بیٹھیں تو کلام طول پکڑ لے گا اور ہماری کتاب اپنے موضوع سے خارج ہو جائے گی۔

جی ہاں! یہ تفرقہ و انتشار کہاں سے آ گیا؟

یہ مذاہب کیسے بن گئے؟

مسلمانوں کے درمیان عقائد اور احکام میں اختلاف کیسے پیدا ہوا؟

یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ مذکورہ سوالات کے جوابات کے لیے ایک طویل تشریح و تفصیل چاہیے۔ اس کتاب کا مقدمہ ان باتوں کا متحمل نہیں ہے، لیکن یہاں ہم خلاصہ پیش کرتے ہیں جو درج ذیل ہے:

اللہ رب العزت نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بندوں کی طرف رسولؐ بنا کر بھیجا۔ آپؐ ایسے دین کے ساتھ مبعوث ہوئے جو کامل اور جامع ہے، جو دنیا و آخرت کی سعادت پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کو نازل کیا تاکہ لوگوں کی قسمت بدلنے کے لیے وہ ہر اصول کو بیان کرے۔ اس قرآن میں عقائد و احکام اور اخلاق کا ذکر ہے۔ کہیں اجمال ہے اور کہیں تفصیل ہے۔ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کی آیات کی ضرورت کے مطابق تفسیر کرتے تھے۔ جیسے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسرے احکام کو ادا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز کے واجبات اور اُس کی رکعتوں کی تعلیم دی، روزے کے احکام بتائے۔ ان اشیاء کی تفصیل پیش کی جن پر زکوٰۃ واجب ہے۔ مناسکِ حج اور اس طرح دوسرے احکام بیان کیے۔

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لایا تو اس پر واجب ہے کہ وہ آپؐ کی تعلیمات پر عمل کرے اور ہدایت حاصل کرے۔ جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاءؑ ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا وہاں قرآنِ مجید آخری سماوی کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے رسولؐ کو تمام انسانوں تک پیغام پہنچانے والا بنایا وہاں شریعت اسلامیہ آخری شریعت ہے۔ حلالِ محمدؐ قیامت تک حلال رہے گا اور حرامِ محمدؐ قیامت تک حرام رہے گا۔ اس میں نہ نسخ ہے اور نہ تغییر ہے اور نہ اسلام کے احکام نے تبدیل ہونا ہے۔ ان تمام حیثیات کے ذکر کرنے کے بعد یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ دینِ اسلام حیاتِ بشریہ

کے تمام پہلوؤں کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ اس لیے اس دین کی موجودگی میں کسی اور دین کی ضرورت نہیں ہے، نہ دوسرے قوانین کی ضرورت ہے اور نہ کسی اور شریعت کی احتیاج ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسلمان تکوینی دور میں تھے۔ اس دور میں عقائد و احکام میں اُن کی فکر ابھی ابتدائی مراحل میں تھی۔ وہ ابھی فلسفۂ احکام تک رسائی نہیں رکھتے تھے، اس لیے ضروری تھا کہ دین اسلام کی قیادت اُن افراد کے ہاتھوں میں ہو جن میں قیادت کی اہلیت ہو اور وہ دین میں تحریف نہ ہونے دیں اور وہ اس علمی تحریک کے امین اور نگہبان ہوں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد اُس قیادت کی ضرورت تھی جو احمد مرسلؐ کی طرح اُمت کو سنبھال سکے۔ ملحد لوگوں کے سوالات کے جوابات دے سکے اور لوگوں کے شبہات دُور کر کے اُنھیں یقین کی منزل پر لے آئے۔ علمی مشاکل اور فقہی مسائل کا حل پیش کر سکے۔

مسلمانوں کے احکام و مسائل بہت زیادہ ہیں، جن کی تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔ ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں وہ مصادر عطا کرے جو امین ہوں، تاکہ نقائص و عیوب کا قلع قمع ہو اور دین اسلام ہر قسم کے خطرات سے محفوظ و مامون ہو۔

ہر مدرسہ کے لیے مدیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر حکومت کے لیے رئیس و اُمیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے لیے چرواہے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک خاندان اور کنبے کے لیے سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اُس کے مسائل اور اُمور کو حل کرے اور تمام ضروریات مہیا کرے۔

اسلامی معاشرے کے لیے ایک ایسے قائد کی ضرورت ہے جو تجربات کی بھٹیوں سے گزر کر کندن بن چکا ہو اور رُشد و ہدایت کا پیکر ہو۔ تمام اُمور کا عالم ہو اس میں وافر مقدار میں اہلیت و قابلیت ہو، تاکہ وہ اسلامی معاشرہ کی قیادت کرے اور معاشرہ اُس کی قیادت میں زندگی کا سفر طے کرے اور دینی و دُنیوی کامیابی حاصل کرے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی اُمت بغیر امین و رئیس کے حیاتِ مطمئنہ بسر کر سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب واضح ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے۔ بغیر مخلص امیر اور امانت دار رئیس کے اُمت زندگی کا سفر طے نہیں کر سکتی۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم و معرفت، حکمت و بصیرت کے لحاظ سے پوری کائنات کے تمام انسانوں سے اَعلم ہیں۔ کیا یہ عقل مندی ہوگی کہ ایسے نبیؐ کو ترک کر دیا جائے جو حکیم، عارف اور عالم ہو؟ ایسے نبیؐ کی اُمت بغیر قائد اور بغیر امامؑ کے رہ سکتی ہے؟ اگر ہم سیدالانبیاءؐ کی طرف یہ بات منسوب کریں کہ آپؐ نے اُمت کو خود اُس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو یہ ایسے ہے جیسے ہم نے اپنے اُوپر ظلم کیا ہے اور اپنے پر افتراء باندھا ہے۔

جی ہاں! جب ہم نے تسلیم کرلیا اور یقین کرلیا کہ آقائے نامدارؐ نے اس اُمت کی راہبری کی اور اس کے تمام اُمورِ مبہمہ کو حل کر کے اُمت کے لیے آسانیاں پیدا کیں۔ پھر اپنی جگہ پر ایک شخصیت کو معین کیا تا کہ وہ اُمت کی راہبری کرے تو وہ شخصیت کون ہے؟ جسے صاحب لولاک نبیؐ نے اپنا خلیفہ بنایا تھا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو شوریٰ کا حکم دیا تھا کہ وہ جسے چاہیں اپنا حاکم و حکمران بنا دیں تو وہ مسلمانوں کا قائد و رہبر ہوگا۔

سبحان اللہ! یہ قول صحت سے کتنا دُور و بعید ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کیسے کر سکتے تھے؟ جب کہ آپؐ کا فرمان ہے:

> "میرے بعد میری اُمت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک فرقہ جنت میں باقی سب جہنم میں جائیں گے؟" ①

ان حالات کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ سیدالانبیاءؐ نے اُمت کی گروہ بندی کی خود مساعدت کی ہے اور اُمت کے تفرقے کا سبب خود بنے ہیں۔

تو کیا اس میں دین کا اہمال و ضیاع نہیں ہے؟

---

① یہ نص اہلِ اسلام کے تمام مکاتبِ فکر میں معمولی سے لفظی فرق کے ساتھ مذکور ہے۔ درج ذیل کتابوں میں اس نص کا مطالعہ کیجیے۔ جامع الصغیر سیوطی، ج ۱، ص ۱۸۳، حدیث ۱۲۲۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۴۰۱ھ؛ المستدرک علی الصحیحین، حاکم نیشاپوری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان ۱۴۱۱ھ؛ موسوعہ اطراف الحدیث النبوی الشریف، بسیونی، ج ۵، ص ۲۱۳؛ تفسیر ابن کثیر، مسند الربیع .... شرف اصحاب الحدیث، خطیب بغدادی، تہذیب تاریخ دمشق ابن عساکر۔ (المحقق)

پیغمبر آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دین پر اپنا سارا مال و دھن سب کچھ خرچ کر دیا تھا جہاں دھن خرچ کیا وہاں تن و من بھی خرچ کر دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا:

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ بِمِثْلِ مَا اُذِیْتُ

"کسی نبیؑ کو اتنی اذیت نہیں دی گئی جس طرح مجھے دی گئی ہے"۔

جی ہاں! رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کی سربلندی کی خاطر ہر طرح سے قیام کیا تھا۔ اسلام کے فروغ کے لیے لازمی اَحسن تدابیر اختیار کی تھیں۔ آپؐ نے مسلمانوں کی ضرورت کے لیے اَطراف و اکناف میں خط و کتابت کی تھی۔ عقیدی اِنحراف کے مقابلے میں بھرپور کوشش و کاوش کی تھی۔ وہ کوشش و کاوش جو آپؐ نے اختیار فرمائی تھی وہ اس سلسلہ کا نام ہے جو اُس سلسلہ کا اعلان آپؐ نے اپنی زندگی میں کر دیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر آپؐ کو مامور کیا تھا۔ اُن ہستیوں نے آپؐ کی رحلت کے بعد اس نظام کی حفاظت کی۔ آپؐ نے توحید اور نبوت کی طرف جو دعوت دی تھی وہ دعوت اپنے بعد امامت و خلافت کی دعوت کے ساتھ مقرون تھی۔ آپؐ نے اس کا آغاز فجر اسلام سے کر دیا تھا۔ اس دعوت کا سلسلہ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحے تک جاری رہا۔

اب اس بحث سے ثابت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خلیفہ خود نہیں بنایا تھا اور نہ ہی اپنی خواہش و عواطف کی اِتباع میں اُمت کی رہبری کی تعیین کی تھی۔

جی ہاں! عظمتِ رسولؐ ان تصرفات سے بلند و بالا ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ خلافت کا تقرر و تعیین اُس ذات کی طرف سے ہو جو حکیم، خبیر اور بصیر ہے جو قلوب کے ضمائر اور اُمور کے عواقب کا عالم ہے۔ نبوت کے بعد خلافت کا دور ہے۔ اُمورِ خلافت اُن ہستیوں کا حق ہے جن میں وہ اہلیت و استعداد ہو جو اس مقام و رفیع کے مناسب حال ہے۔

اس حقیقت تک پہنچنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ ضروری ہے جب آپؐ نے اعلانِ بعثت کیا تھا اُنھی ایام میں آپؐ نے اپنے خلیفہ اور وزیر کا اعلان کر دیا تھا۔ ابھی مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔

اے قاریٔ محترم! اس امر کی وضاحت کے لیے درج ذیل تفصیلات کا مطالعہ ضروری ہے:

رسول اللہؐ کا اعلانِ خلافت

ارشادِ رب العزت ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (سورۂ شعراء: آیت ۲۱۴)

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت، امامت اور ولایت کا اُس جگہ پر اعلان فرمایا ہے جہاں آپؐ کے خاندان کے رُوساء بیٹھے تھے جن کی تعداد تقریباً چالیس تھی جو صنادید عرب تھے۔ یہ تاریخ اسلام کا مشہور ترین قصہ ہے جو تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس آیت کے ماحول میں محدثین نے اپنی احادیث کی کتابوں میں بہت کچھ بیان کیا ہے۔ شیعہ اور سُنّی تالیفات میں تمام تفصیلات مذکور ہیں۔ ①

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کے آغاز سے امامت و خلافت کے قواعد کے اثبات و تثبیت کے لیے شبانہ روز جدوجہد کی۔ آپؐ نے کبھی فرمایا:

اِنِّیْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثقلين، كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِيْ اَهلِ بَيْتِيْ، وَاِنَّهُمَا لَنْ يفترقا حَتّٰى يردا على الْحَوْضِ وَاِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا ②

---

① کتاب تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۱۹ و ۳۲۱؛ کتاب الکامل فی التاریخ ابن اثیر شافعی، ج ۲، ص ۶۲؛ کتاب مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۷۳، باب مسند علی بن ابی طالب۔ یہ معتبر حدیث ہے اور مشہور ہے۔ تمام مسلمانوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ بعض اہل سنت کے مصادر جن میں یہ حدیث مذکور ہے۔

② (الف) کتاب صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۸۷۳؛ کتاب فضائل صحابہ، باب ۴ و فضائل علی بن ابی طالبؑ، حدیث ۳۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ص ۱۳۰؛ (ب) صحیح الترمذی، ج ۵، ص ۶۶۲-۶۶۳؛ کتاب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبیؐ، حدیث ۳۷۸۶، ص ۳۷۸۸؛ (ج) کتاب سنن دارمی، ج ۲، ص ۴۳۱؛ کتاب فضائل القرآن، باب فضل من قراء القرآن، مطبوعہ دار الفکر؛ (د) المستدرک علی الصحیحین، حاکم نیشاپوری، ج ۳، ص ۱۰۹، کتاب معرفۃ الصحابہ باب وصیت النبیؐ فی کتاب اللہ وعترتہ رسولہ (دار المعرفت)؛ (ذ) طبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲، ص ۱۵۰؛ (ر) کتاب سنن الکبریٰ البیہقی، ج ۱۰، ص ۱۱۴، کتاب آداب القاضی (دار المعرفت)؛ (ز) صواعق محرقہ، ص ۲۲۶؛ (س) منہاج السنت ←

"میں تمھارے درمیان دو بھاری چیزیں کتاب اللہ اور اپنی عترت، اہلِ بیتؑ چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ آپس میں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں گے۔ اگر تم نے میرے بعد ان سے تمسک رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے"۔

یومِ غدیرِ خم

کبھی آپؐ کی ملکوتی آواز یومِ غدیر پر بلند ہوئی:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ

"جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علیؑ مولا ہے"۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مقامات پر بار بار فرمایا: "اے لوگو! میرے بعد بارہ امامؑ ایک دوسرے کے بعد آئیں گے اور وہ سب قریش میں سے ہوں گے"۔

اس کے علاوہ امامت، آئمہ خلافت اور خلفاء پر بہت زیادہ نصوص اور تصریحات موجود ہیں۔ اگر ہم یہاں اُن کا ذکر کرتے ہیں تو بات طولانی ہو جائے گی۔ یہ سب حدیث کی مفصل کتابوں میں موجود ہیں۔

میں اس تمام بحث کے بعد مزید کچھ اور تحریر نہیں کرنا چاہتا۔ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نیابت و خلافت کی توضیح و تشریح میں کما حقہ جدوجہد کی تھی۔ جب آپؐ کی رحلت ہوئی کچھ ایسا انقلاب آیا کہ اُمور بدل گئے، حالات متغیر ہو کر رہ گئے۔ امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کو مسند خلافت پر نہ بیٹھنے دیا گیا۔ لوگوں نے اُمورِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔ رسولؐ اسلام کی رسالت کے وارث و امین کو ایک طرف کر دیا۔ آپؑ کو گوشہ نشین کر دیا گیا۔ تمام اختیارات سلب کر لیے گئے۔ اپنی اقتصادیات و سیاست کے لیے حرب و ضرب کے میدان سجا لیے۔ آخرکار امام علیہ السلام کو ان لوگوں نے شہید کر دیا۔ آپؑ کے بعد جتنے آئمہؑ آئے وہ آپؑ کی سیرت پر چلے۔

← ابن تیمیہ، ج ۴، ص ۱۰۴؛ (ق) سیرت حلبیہ حلبی شافعی، ج ۳، ص ۲۷۴؛ (ص) المعجم الکبیر طبرانی، ج ۳، ص ۶۵ تا ۶۷؛ (ض) ذخائر العقبیٰ طبری، ص ۱۴ (ط) خصائص نسائی، ص ۲۰۔ (المحقق)

میں یہ نہیں کہنا چاہتا تمام کاوشیں اپنی جگہ اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت مسلمہ کو بغیر قیادت و دوامی کے نہیں چھوڑا تھا۔ بلکہ آپؐ نے بارہ خلفاء کو معین ومقرر کیا تھا۔ جب اُن میں سے کوئی غائب ہوگا تو اُن کی جگہ دوسرا ستارے کی طرح طلوع کرے گا۔ وہ رسولؐ اللہ کی مثل ہوگا، وہ اُمت مسلمہ کی شرعی قیادت سنبھالے گا۔

جی ہاں! یہ وہی کتاب ہے جس میں آئمہ اہلبیتؑ رسولؐ کے ایک امامؑ کی شخصیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اُس امامؑ کی طیب وطاہر زندگی، آپؑ کی خصوصیات، فضائل ومکارم کو بیان کیا گیا ہے۔

میری اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو محترم قاری کے لیے نافع اور مفید قرار دے اور یہ میرے لیے میری قبر میں میرے لیے ذخیرہ بن جائے اور وحشت قبر کے لیے نُور، غربت میں مونس وانیس، یوم محشر ونشر ذریعہ شفاعت بن جائے۔

وہ ذات ارحم الراحمین ہے ـــ حَسْبُنَا اللہ وَنِعْمَ الْوَکِیْل

محمد کاظم قزوینی موسوی

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر ایک اجمالی نظر

حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی تقی جواد علیہ السلام شجرۂ نبویہ طیبہ کی شاخ اور ہاشمیہ محمدیہ مبارکہ آئمہ اہلِ بیتؑ کے نویں امامؑ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کی قیادت کے لیے منتخب کیا ہے اور بندوں کی ہدایت اور ممالک کی اصلاح وفلاح کے لیے چنا ہے۔ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؑ کے آباؤاجداد نے اُن کی امامت وولایت اور خلافت ووصایت پر نص پیش کی ہے۔ آپؑ کی ذات والاصفات میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جو ایک امامِ حق کے لیے ضروری ہیں۔ آپؑ اَعلم علوم الٰہیہ تھے۔ مخلوق کے علوم کہاں اور آپؑ کے علوم کہاں؟ آپؑ کے پاس جو علوم تھے اُس کا تعلق عالمِ اعلیٰ سے ہے۔ آپؑ کے پاس جو علم تھا وہ وھبی تھا۔ امام محمد تقی علیہ السلام ہر رجس ورذالت سے منزہ تھے۔

جی ہاں! جب ہم تمام اسبابِ عظمت کو یاد کرتے ہیں وہ سبھی حضرت محمد تقی علیہ السلام کی ذات میں موجود پاتے ہیں۔ آپؑ کی حیاتِ شریفہ کا لمحہ لمحہ فضائل وخصائص سے لبریز ہے۔ آیئے اب ہم امامِ عظیمؑ کی حیاتِ طیبہ کے ابتدائی صفحات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ پھر ہم اس مطالعہ کے ذریعے وہ معرفت حاصل کریں گے جس سے ہمارے اَذہان نُورِ ایمان سے منور ہوں گے۔ آپؑ کی حیاتِ مشرفہ ومبارکہ سے معلومات کے ملکوتی خزانے کو اپنے عقول وصدور میں جمع کریں گے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا اسمِ مبارک اور کنیت والقاب

آپؑ کا اسمِ مبارک محمدؑ ہے۔ آپؑ کی کنیت جو مشہور ہے وہ ابوجعفرؑ ہے۔ اکثر احادیث جو آپؑ سے مروی ہیں اُن میں ابوجعفرؑ مذکور ہے۔ عنقریب آپؑ ان احادیث کا مطالعہ کریں گے جو آپؑ سے مروی ہیں۔ شیعہ اور غیر شیعہ محدثین نے آپؑ کو ابوجعفر ثانی کی کنیت سے یاد کیا

ہے۔ "ثانی" کا اس لیے اضافہ کیا ہے تاکہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور آپؑ کے درمیان فرق قائم ہوجائے کیونکہ امام محمد باقر علیہ السلام کی کنیت بھی ابوجعفر ہے۔ حضرت امام جواد علیہ السلام کی ایک اور کنیت ہے جو غیر مشہور ہے وہ ہے (ابوعلی) اس لیے کیونکہ آپؑ امام علی ہادی علیہ السلام کے والدِ بزرگوار ہیں۔

القاب

تقی، جواد، منتجب، مرتضیٰ، مختار، متوکّل، قانع، ذکی اور عالم۔ ①

ان القابات میں سے ہر لقب آپؑ کی فضیلت و منقبت پر دلالت کرتا ہے کہ آپؑ اپنے زمانہ کے تمام انسانوں سے زیادہ تقی و اتقیٰ تھے۔ جود و سخا اور شانِ کریمی کے لحاظ سے سب سے اَرفع و اعلیٰ تھے۔ اللہ رب العزت نے آپؑ کا انتخاب کیا اور آپؑ کو آپؑ کی صغرسنی میں ہی امامت و خلافت کا عہدہ عطا کیا۔

حضرت امام جواد علیہ السلام تمام اُمور میں متوکّل علی اللہ تھے۔ آپؑ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مقدرات پر قانع تھے۔ ذاتِ توحید نے آپؑ کو ہر رجس و رذالت سے مزکّیٰ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اوّلین و آخرین کے علوم کا وارث قرار دیا تھا۔

امام محمد تقی علیہ السلام کے والدِ بزرگوار

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے والدِ بزرگوار حضرت امام ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام ہیں۔ آپؑ آئمہ اہلِ بیتؑ میں سے آٹھویں امام ہیں۔ ہم یہاں اُن کے بارے میں اختصار سے کام لیں گے کیونکہ اُن کی شخصیت پر بات کرنے کے لیے ایک کتاب چاہیے بلکہ موسوعہ، جس میں آپؑ کی زندگی کے ہر پہلو پر گفتگو ہو۔

امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ

امام محمد تقی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی السیّدہ خیزران یا دُرّہ یا سبیکہ یا ریحانہ یا

① بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۶، باب ۲۴، حدیث ۲۴

سکینہ ہے۔ ان مذکورہ متعدد اسماء کی ایک علت ہے۔ اُس زمانے کے مصالح کا تقاضا یہی تھا کہ مختلف اسماء کے ساتھ تعارف ہو۔ شاید دُرّہ اس لیے کہا گیا ہو کہ اُن کا چہرۂ نُورِ امامت سے دمکتا تھا کیونکہ امام محمد تقی علیہ السلام اُس وقت ان کے صدفِ عصمت میں تھے۔ سبیکہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ اُن کا چہرۂ اَنور خالص سونے کی طرح چمکتا تھا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اُن کا نام خیزران رکھا تھا۔ ان کی کنیت اُم الحسن تھی۔ ①

اس معظمہ کا تعلق افریقہ کے مغربی ممالک یا مصر سے تھا یا پھر اِن کا تعلق شرقی افریقہ کے ممالک سے تھا۔ ایک روایت ہے کہ اِن کا اُس خاندان سے تعلق تھا جس خاندان سے حضرت ماریہ قبطیہؓ تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز اور حضرت ابراہیم بن رسولؐ اللہ کی والدہ تھیں۔ ②

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے جنابِ خیزرانؑ کو مکہ معظمہ سے خریدا تھا۔ تھوڑی مدت کے بعد آپ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی والدہ ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس معظمہ، جلیلہ اور سعیدہ بی بی کو بے پناہ صلاحیتیں عطا کی تھیں کہ آپ حجت اللہ امام محمد تقی علیہ السلام کی ماں بنیں، جس وقت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو امام جواد علیہ السلام کی ولادت کی خبر دی تو آپؑ نے فرمایا:

قَدْ وُلِدَ لِیْ شَبِیْهُ مُوْسٰی بِنْ عِمْرَان فَالِقَ الْبِحَارِ وَشَبِیْهُ عِیْسٰی بن مَرِیم قُدِّسَتْ اُمٌّ وَلَدَتْه قَدْ خُلِقَتْ طَاهِرًا مطهرًا ..... الخ

"اللہ رب العزت نے مجھے حضرت موسیٰؑ بن عمران کے لیے دریا میں راستے بنے تھے کی صورت والا فرزند عطا کیا ہے اور ان کی شکل وصورت وہی ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی شکل وصورت تھی، اُن کی پاکیزہ ماں نے انھیں جنا تھا۔ وہ طاہرہ مطہرہ پیدا ہوئی تھیں"۔ ③

---

① المناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۳۷۹

② الکافی، ج ۱، ص ۴۹۲

③ شاید تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہو کہ حضرت موسیٰؑ تمام انبیاءؑ سے ایک شانِ امتیازی رکھتے ہیں کہ آپؑ کے ہاتھ پر کثرت کے ساتھ معجزات صادر ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت امام محمد تقی علیہ السلام باقی تمام آئمہؑ سے ←

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس لیے تشبیہ دی تھی کہ وہ خالق ابحار تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں فرمایا ہے:

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝

''اور پھر ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی، اپنا عصا سمندر پر ماریں۔ چنانچہ دریا پھٹ گیا اور اُس کا ہر حصّہ عظیم پہاڑ کی طرح ہو گیا''۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ارادہ کیا کہ آپؑ اپنی اُمت کو دریا کی دوسری طرف لے جائیں تو دریا پر عصا مارا تھا تو وہ پھٹ گیا اور اُس میں بارہ راستے ظاہر ہوئے۔ پانی ٹھہر گیا۔ دائیں بائیں کچھ اس طرح ٹھہرا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک بہت بڑا پہاڑ ہے۔

اس امر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خارق العادت اُمور واقع ہوتے ہیں ویسے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت زیادہ معجزات ہیں لیکن یہ ایک اہم ترین معجزہ ہے لیکن یہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے فرزند کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو تشبیہ دی وہ غیر واضح ہے۔ ①

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان شباہت کی وجہ یہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی تھی تو اُس وقت آپؑ شیر خوار بچے تھے اور آپؑ نے جھولے میں کلام کیا تھا۔ اس طرح حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو امامت بچپن میں ملی تھی۔ ہم مزید وضاحت آپؑ کی ولادت کے موضوع پر کریں گے۔

← شانِ امتیازی رکھتے ہیں کیونکہ آپؑ کے معجزات بھی کثرت کے ساتھ ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزے کو لاکھوں لوگوں نے دیکھا تھا۔ آپؑ کے ساتھی بھی دیکھ رہے تھے اور فرعون اور اُس کے ساتھی بھی دیکھ رہے تھے۔ یہ حضرت موسیٰؑ کا منفرد معجزہ تھا۔ (بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۵)

① شاید اس شباہت کی وجہ وہ گندمی رنگ ہے، کیونکہ آپؑ کی والدہ کا تعلق افریقہ سے تھا اور حضرت موسیٰؑ کا مصر سے تھا۔ مصر کا تعلق افریقی ممالک سے ہے۔ آپؑ کا گندمی رنگ آپؑ کی والدہ ماجدہ کی طرف سے تھا۔ (محقق)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا یہ فرمان: قُدِّسَتْ اُمٌّ وَلَدَتْهُ۔ اس کے بعد والا جملہ اس جملہ کی تفسیر ہے اور وہ یہ ہے: خُلِقَتْ مُطَهَّرَةً۔ "مقدس" کا معنی مطہر اور مبارک ہے۔ "تقدیس" کا معنی تطہیر اور تنزیہ ہے۔

یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ عفیفہ، صاحب نزاہت، تقویٰ اور ورع تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ میں معنوی برکات رکھ دی تھیں۔

مکتبِ واقفیہ ①

حضرت امام تقی علیہ السلام کی ولادت بیان کرنے سے پہلے ہم فرقہ واقفیہ پر گفتگو کرتے ہیں جو آپؑ کی ولادت سے پہلے موجود تھا۔ حضرت امام تقی علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ باقی تمام آئمہؑ سے ممتاز وجداگانہ ہے۔ آپؑ نے اپنے والدِ بزرگوار حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زیرِ سایہ اپنی حیاتِ مبارکہ کے وہ ایام گزارے جب عقائد کی بحثیں زوروں پر تھیں۔ اُس زمانے کے اہلِ بیتؑ کے پیروکار خاصے متاثر ہوئے تھے۔ بعض لوگوں کے قلوب کمزور ہوئے تھے، بعض کے افکار مضطرب ہوئے۔ اکثر لوگ حق پر ثابت قدم رہے۔ عقائدی فتنہ نے اُنھیں متاثر نہیں کیا تھا۔ اس وقت مکتبِ واقفیہ پیدا ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور خطِ اہلِ بیتؑ سے منحرف ہو گئے تھے اور شیطان کے طریقے پر چل پڑے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ان کی تحریک نے دم توڑ دیا اور یہ گروہ بکھر گیا۔ اب ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں ہے۔

جی ہاں! کہا گیا ہے کہ ہندوستان میں ان کی ایک چھوٹی سی جماعت موجود ہے لیکن انھیں کوئی نہیں جانتا۔ یہاں اس فرقے کے بارے میں مختصر گفتگو کرتے ہیں۔ یہ فرقہ جہاں ضال ہے وہاں مُضل بھی ہے۔ اس نے اسلامی عقیدہ کے ساتھ جو کھیل کھیلا اُس نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ ان لوگوں نے دین بیچ کر دُنیا خریدی۔ انھوں نے اپنے عقیدہ کی ترویج پر بہت سا مال خرچ کیا جو ضائع ہوا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۶)

"یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے چنانچہ نہ تو اُن کی تجارت سودمند رہی اور نہ ہی اُنھیں ہدایت حاصل ہوئی"۔

---

① الواقفیہ: یہ وہ مکتب ہے جس نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت پر وقوف کیا تھا کہ وہ آخری امام ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم اس فرقۂ ضالہ کے بارے میں گفتگو کریں اس فرقہ کے تولّد کا سبب معلوم کریں کہ کن لوگوں نے اس فرقے کو طاقت دی۔ ہم کہیں گے کہ جب ہم احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ سامنے آتا ہے۔ اس فرقہ کے وجود میں آنے کے دو سبب ہیں:

(سببِ اوّل) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بصرہ، کوفہ، مصر اور باقی شہروں میں وکلا موجود تھے۔ اُنھیں (القُوّام) کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ حقوقِ شرعیہ، نذور، ہدایا اور مال اوقاف امام تک پہنچاتے تھے اور امام علیہ السلام ان لوگوں تک بھجوا دیتے تھے۔ امام علیہ السلام اپنی زندگی کے مختلف اَدوار میں دشمن کے ہاتھوں مقید رہے۔ آپؑ کو عام زندان میں قید نہیں رکھا گیا تھا بلکہ اُن لوگوں کے گھروں میں مقید رکھا گیا تھا جنھیں آپؑ سے شدید عداوت تھی تاکہ آپؑ کے محب آپؑ سے نہ مل سکیں اور نہ آپؑ اُن سے مل سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپؑ کے چاہنے والے نہ آپؑ سے مل سکتے تھے اور نہ مال آپؑ تک پہنچا سکتے تھے۔ اس طرح تمام اموال اور رقوم آپ کے وکلا کے پاس جمع رہتے تھے۔ جب امام علیہ السلام کے پیروکار ان وکلاء کے پاس آتے کہ امام علیہ السلام کو ملنا ہے تو وہ معذرت کر دیتے تھے کہ وہ امامؑ سے ملاقات نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ مال ان وکلا کے حوالے کر دیتے تھے۔ اس طرح ان لوگوں کے پاس مال کے انبار لگ گئے تھے۔ ہم اب اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں:

یونس بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپؑ کا کوئی ایسا وکیل نہیں تھا کہ جس کے پاس مال کثرت کے ساتھ نہ ہو۔ ان لوگوں کے وقف اور جحود کا سبب یہی بات تھی کہ امام علیہ السلام زندہ ہیں۔ زیاد قندی کے پاس ستر ہزار دینار تھے۔ علی بن ابی حمزہ البطائنی کے پاس تیس ہزار دینار تھے۔

یونس بن عبدالرحمٰن کا کہنا ہے: جب میں نے وکلا کا یہ حال دیکھا تو مجھ پر حق کھل کر سامنے آگیا کہ اصل بات کیا ہے۔ میں نے لوگوں کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی دعوت دی۔ قندی اور بطائنی میری طرف آئے اور اُن دونوں نے مجھ سے کہا: تم یہ کیا کر رہے ہو۔ ان کی طرف لوگوں کو کیوں بلا رہے ہو۔ اگر تمھیں مال چاہیے تو ہم حاضر ہیں۔ ابھی دس ہزار دینار حاضر کرتے ہیں۔

انھوں نے کہا: ہماری بات قبول ہے یا نہیں؟ میں نے انکار کر دیا۔ میں نے اُن سے کہا: ہم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث سنی ہے، آپؑ نے فرمایا:

إِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ، فَعَلَى الْعَالِمِ أَنْ يُظْهِرَ عِلْمَهُ وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ سُلِبَ نُوْرُ الْإِيْمَانِ مِنْ قَلْبِهِ

"جب بدعت ظاہر ہو تو عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو اُس کے دل سے نورِ ایمان سلب کر لیا جائے گا"۔

میں اپنی اس جدوجہد کو اللہ تعالیٰ کے لیے جاری رکھوں گا۔ ان دونوں نے اپنے غصے کا اظہار کیا اور اپنی عداوت چھوڑ کر چلے گئے۔ (کتاب رجال کشی، ص ۴۹۳)

سماعت بن مہران کی حدیث

دوسرے سبب کی تفصیل و توضیح ملاحظہ کریں:

سماعت بن مہران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا صحابی تھا۔ یہ ثقہ صحابی تھا۔ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث کی روایت کی ہے:

"صاحب الامر یعنی امام مہدی علیہ السلام پانچ انبیاءؑ کی شباہت رکھتے ہیں اُن سے اس طرح حسد کیا جائے گا جس طرح حضرت یوسفؑ سے حسد کیا گیا۔ وہ اس طرح غیب ہوں گے جس طرح حضرت یونسؑ غیب ہو گئے تھے۔ اس نے تین اور باتوں کا ذکر کیا تھا۔

زرعہ بن محمد حضرمی نے سماعت بن مہران سے یہ حدیث سنی لیکن اس نے اس حدیث میں تحریف سے کام لیا۔ اُس نے کہا: مجھے سماعت بن مہران نے یہ حدیث سنائی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ ابْنِي هٰذَا (موسیٰ بن جعفر) فِيْهِ شَبَهٌ مِنْ خَمْسَةِ أَنْبِيَاء... الخ

"میرے بیٹے حضرت موسیٰؑ بن جعفر پانچ نبیوںؑ کے مشابہ ہیں"۔

بات کہاں سے کہاں جا پہنچی کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام پانچ نبیوںؑ کے مشابہ ہیں۔ آپؑ اس طرح غیب ہو جائیں گے جیسے حضرت یونسؑ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ

بن جعفر علیہ السلام وفات نہیں پائیں گے بلکہ غیب ہو جائیں گے۔

زرعہ بن محمد حضرمی نے اس حدیث میں تحریف کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ لوگوں کے سامنے اِس حدیث کو بیان کرتا اور اُس کی نسبت سماعت بن مہران کی طرف کر دیتا کہ اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ حدیث سنی تھی۔

اس جھوٹی حدیث کو مزید تقویت اُس وقت ملی جب سماعت بن مہران کی وفات حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی میں ہوگئی۔ پھر تو یہ جھوٹی حدیث بغیر کسی رکاوٹ کے ہر طرف پھیل گئی کیونکہ سماعت فوت ہو چکے تھے کہ وہ اس اکذوبہ کی نفی کریں۔

وہ شیعہ جن کے عقائد ضعیف تھے اور وہ افراد جن کے دلوں میں مرض تھا، اُنھوں نے زُرعہ کی اِس جھوٹی حدیث کو قبول کر لیا تھا۔ وہ وکلا جن کے پاس مالِ امامؑ کے ڈھیر لگے ہوئے تھے یہ جھوٹی حدیث ان لوگوں کے لیے مالِ امامؑ ہڑپ کرنے کا بہترین اور مضبوط ترین ذریعہ بن گئی کہ بس امام غیب ہو گئے ہیں اب اُن کا انتظار کرنا چاہیے۔ جب وہ آئیں گے تو یہ مال اُن کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اگر وہ امامؑ کی شہادت کا اعتراف کرتے کہ امامؑ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں تو پھر اُنھیں یہ مال زمانے کے امام حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حوالے کرنا پڑتا۔ لیکن مال کی محبت نے اُنھیں گمراہ کیا اور وہ سلسلۂ امامت کا انکار کر بیٹھے۔ اُنھوں نے اس حدیثِ موضوعہ کی نشر و اشاعت میں بھرپور توانائی خرچ کی حالانکہ وہ اس جھوٹ کو خوب جانتے تھے۔ دنیا کی لالچ نے اُنھیں ویران کر دیا۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جب ہم آئمہؑ کی زندگانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں خاموشی نظر آتی ہے کہ جس طرح زُرعہ بن محمد اور اُس کے ساتھی اس جھوٹی حدیث کی اشاعت کر رہے تھے اِن کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اے کاش! ہمیں اس آدمی کے انحراف کے اسباب کا علم ہوتا کہ وہ کیوں منحرف ہوا؟ اُس نے حدیث میں تحریف کیوں کی؟ یہ ایک عقائدی جرم تھا، دینی جنایت تھی اور بدترین خیانت تھی۔

کیا زُرعہ بھی امام کا وکیل تھا۔ اُس نے بھی اپنے پاس مالِ امامؑ کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ اس نے اس طرح مال میں لالچ کیا جس طرح اُس کے ساتھیوں نے لالچ کیا تھا؟ یا پھر کچھ

اسباب تھے اور ان کی تفصیلات تھیں جو ہم پر مخفی ہیں؟

جی ہاں! علماء علمِ رجال نے ذکر کیا ہے کہ یہ واقفی تھا۔ ان لوگوں پر افسوس کہ جنھوں نے اُس کے بارے میں لکھا کہ وہ اس فکر واقفی کا مؤسس تھا اور اس عقیدہ کا موجد تھا اور ان سطور کا واضع تھا۔

اس ساری بحث کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ وکلا نے موقع پرستی کا ثبوت دیا اور اس جھوٹی حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی جس کی زُرعہ بن محمد نے تحریف کی تھی۔ ان لوگوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اُموال میں غیر شرعی طریقے سے تصرف کیا۔ جناب الکشی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ فرقہ واقفہ کی ابتداء اس سے ہوئی کہ اِن لوگوں نے "اشاعثہ" [1] کے پاس تیس ہزار دینار جمع کر رکھے تھے جو مالِ زکوٰۃ تھا۔ یہ سب مالی واجبات تھے۔ اِن لوگوں نے یہ مال کوفہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دو وکلا کے حوالے کر دیا۔ اُن میں سے ایک حیان السراج اور دوسرے اُس کے ساتھی تھے۔ اُن دنوں امام علیہ السلام قید میں تھے۔ ان لوگوں نے کوفہ میں مکانات خریدے اور ساتھ ہی زرعی زمینیں خریدیں۔ اُنھوں نے اجناس بھی خریدیں۔ جب امام علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا اور اُنھیں امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو اُنھوں نے امامؑ کی رحلت کا انکار کر دیا اور شیعوں میں مشہور کر دیا کہ آپؑ کی رحلت نہیں ہوئی، یہی قائمؑ ہیں۔

شیعوں کے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہو گیا۔ ان دونوں وکلا کی بات ہر طرف مشہور ہو گئی۔ جب ان دونوں وکلا کی موت کا وقت آیا تو اُنھوں نے وصیت کی کہ یہ مال حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ورثا کے حوالے کر دیا جائے۔ پھر اس بات کا شیعوں کو علم ہوا تو اُنھوں نے کہا: ان لوگوں نے مال کے لالچ میں آکر یہ بات کی تھی کہ امام علیہ السلام پردۂ غیب میں چلے گئے ہیں۔ (رجال کشی، ص ۴۵۹)

مَیں یہ کہوں گا کہ یہ وکلا اور نواب خیانت کار تھے اور غیر امین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم

---

[1] ہمیں لغت کی کتابوں میں اشاعثہ کا معنی نہیں ملا کہ وہ کیا ہے، البتہ اُنھوں نے اس کی نسبت اشعث کی طرف دی ہے۔ تفصیل غیر معلوم ہے۔

دیا کہ جن کی امانتیں ہیں وہ اُن کے حوالے کرو۔ میری بات کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ امام علیہ السلام نے اُسے اپنے مال کا امین بنایا جو خائن تھے بلکہ مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہے کہ آئمہ طاہرینؑ لوگوں کے ظواہر سے معاملات کرتے تھے۔ جو لوگ ظاہراً دین دار اور امین ہوتے تھے اُنھیں اپنا وکیل ٹھہراتے تھے۔ آئمہؑ اُنھیں اپنی امانتوں کا امین بنا دیتے تھے، کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ خائن نکلتے تھے۔

آیئے! ہم تاریخ کے ایک ورق کو پلٹتے ہیں۔ یہ ہیں جناب عبیداللہ بن عباس جسے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنی فوج کا جرنل بنایا تھا۔ اُس نے امام علیہ السلام کے لشکر کی کمان چھوڑ دی تھی اور معاویہ کے ساتھ مل گیا تھا کیونکہ اس نے اُسے مال کے عوض خرید لیا تھا۔ ایسی مثالوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

جی ہاں! آئمہ طاہرین علیہم السلام لوگوں سے معاملات اُن کے ظاہری کردار کے مطابق کرتے تھے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ

"تاکہ ہلاک ہونے والا واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور زندہ رہنے والا واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے"۔ (سورۂ انفال: آیت ۴۲)

مزید برآں وکلا ابتداء میں امین تھے لیکن اُنھوں نے اپنی عاقبت برباد کر دی تھی۔ وہ لوگوں کی امانتوں کے خائن تھے۔ اُن پر واجب تھا کہ وہ مال امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس لے جاتے۔ آپؑ کے بعد آپؑ کے فرزند حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس لے آتے۔ یہاں کچھ رازو رُموز اور مصالح ہیں۔ بعض ہم پر ظاہر ہیں اور اُن میں سے بعض مخفی ہیں۔

اللہ رب العزت اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے اور اُنھیں آزماتا ہے اور مختلف طریقوں سے امتحان میں مبتلا کرتا ہے، تاکہ ان کے حقائق سامنے آجائیں۔ اس طریقے سے وہ اپنے اعمال کی جزا کو دیکھتے ہیں یا وہ ثواب ہوتا ہے یا وہ عذاب ہوتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (العنکبوت: ۲-۳)

"کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ صرف اتنا کہنے سے وہ چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور یہ کہ وہ آزمائے نہیں جائیں گے؟ اور بے تحقیق ہم اُن سے پہلوؤں کو بھی آزما چکے ہیں کیونکہ اللہ کو بہرحال یہ واضح ہے کہ کون سچے ہیں اور یہ بھی ضرور واضح کرتا ہے کہ کون جھوٹے ہیں"۔

قارئین محترم! اب آپ نے معلوم کرلیا ہے کہ اس فرقہ کے تولد کا سبب کیا تھا۔ یہ شیطان کا مذہب تھا جس نے اُن کے سامنے اِسے وقف سے تعبیر کیا گیا اور اُن کے پیروکاروں کا نام واقفیہ سامنے آیا کیونکہ اُنھوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت پر وقف کیا تھا۔ آپؑ کے بعد آنے والے امامؑ کو تسلیم نہ کیا۔ اس فرقے کی بنیاد لالچ و طمع اور حرص و ہوس تھی کہ اس طریقے سے مالِ امامؑ کو وہ چوری کریں اور اپنی ملکیت قرار دیں۔ آپ نے یہ بھی معلوم کرلیا ہے کہ اس فرقہ کے اکثر اقطاب و رجال مجرم تھے۔ یہ سب امامؑ کے وکیل تھے۔ اُنھوں نے مالِ امامؑ جمع کیا اور اس مال سے وہ کھیلتے رہے اور وہاں خرچ کیا جہاں اللہ راضی نہیں تھا اور نہ اُس کا رسولؐ۔ ان لوگوں نے شریعت، عقل وجدان، فضیلت، انسانیت، امانت، دیانت کی مخالفت کی۔ ان لوگوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی اور خصائلِ انسانی سے انکار کیا۔

کتبِ احادیث میں اس فرقہ کے بارے میں جو آئمہ طاہرینؑ نے فرمایا ہے وہ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

رجال کشی میں ہے کہ حکم بن عیص سے روایت ہے: ایک دفعہ میں اپنے ماموں سلیمان کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ نوجوان کون ہے؟ میرے ماموں نے کہا: یہ میرا بھانجا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اس کے عقیدہ سے واقف ہو؟

میرے ماموں نے کہا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اِسے شیطان خلق نہیں کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے سلیمان! اپنی اولاد کو ہمارے شیعوں کے فتنوں سے اللہ کی پناہ میں دے دو۔

اس وقت میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں وہ فتنہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آئمہؑ سے انکار اور میرے فرزند امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر وقوف۔ وہ اُن کی رحلت کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ اُن کے بعد امامؑ نہیں ہے۔ یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔(رجال کشی، ص ۴۵۷)

جناب کشی نے محمد بن عمیر سے روایت کی ہے: ہمارے کسی صحابی نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت عرض کیا: ایک قوم نے آپؑ کے والد پر وقوف کیا اور کہا کہ اُن کی رحلت نہیں ہوئی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں۔ جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اس کے منکر ہیں۔ اگر اللہ اپنی تمام مخلوق میں سے کسی کو موت سے بچانا چاہتا تو وہ ضرور اپنے نبی احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچاتا"۔(رجال کشی، ص ۴۵۸)

یوسف بن یعقوب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: مولاً! لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ کے والد بزرگوار زندہ ہیں (واقفیہ) کیا انھیں زکوٰۃ دینی چاہیے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھیں زکوٰۃ نہ دو۔ یہ کافر ہیں، مشرک ہیں اور زندیق ہیں۔(رجال کشی، ص ۴۵۶)

محمد بن عاصم سے روایت ہے، میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

اے محمد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم واقفہ کے ساتھ مجلس کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں، میں اُن کے پاس بیٹھتا ہوں لیکن میں اُن کا مخالف ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اُن کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا

مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۖ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ

"کہ جب تم سن لو کہ خدا کی آیتوں سے انکار کیا جاتا ہے اور اس سے استہزاء کیا جاتا تو تم ان کفار کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں غور کرنے لگیں، ورنہ تم بھی اُس وقت ان کے برابر ہو جاؤ گے"۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۴۰)

فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے واقفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اُن کی زندگی حیران و سرگردان ہے، ان کی موت زندیقوں والی ہے۔ (رجال کشی، ص ۴۵۶)

فرقہ واقفیہ کے لوگ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے معاصر تھے۔ اس فرقہ کے لیے موق تھا، بلکہ مواقف تھے۔ ان لوگوں کا سلوک اچھا نہیں تھا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کے منکر تھے۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے اور وہی قائم ومنتظر ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد جس نے کسی کو امامؑ مانا وہ گمراہ ہے۔

حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا بھی یہی تھا کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی جوانی میں پیدا نہ ہوں، بلکہ اُس دن پیدا ہوں کہ جب امام علی رضا علیہ السلام اپنی عمر کے چالیسویں سال سے اُوپر چلے جائیں، تاکہ اس ظالم فرقہ کی آزمائش بڑھ جائے اور وہ اپنے آپ کو حق پر خیال کریں۔ وہ امام علی رضا علیہ السلام کی امامت میں شک کرتے تھے اور وہ دلیل دیتے تھے کہ امام علی رضا علیہ السلام لاولد ہیں۔ امامؑ لاولد نہیں ہوتا اس لیے یہ امام نہیں ہیں۔ جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو اُن کے دلائل دم توڑ گئے۔

بعض لوگ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور وہ اس موضوع پر بات کرتے تھے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

رجال کشی میں موجود ہے کہ حسین بن یسار سے روایت ہے کہ میں اور حسین بن قیاما صریا[1]

---

[1] مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں کا نام "صریا" ہے۔

میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور آپؑ نے فرمایا: اپنی حاجت بیان کرو؟

حسین بن قیاما نے کہا: کیا اس وقت زمین امامؑ سے خالی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

اُس نے کہا: کیا زمین میں دو امامؑ ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ایک امامؑ ہے۔ اگر دو ہوں تو ایک صامت ہوتا ہے بات نہیں کرتا۔

ابنِ قیاما نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؑ امام نہیں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھے کہاں سے معلوم ہوا ہے؟

اُس نے کہا: کیونکہ آپؑ کا بیٹا نہیں ہے؟ (کیونکہ امامت ایک سلسلے کا نام ہے جب آپؑ لاولد ہیں تو امامت کا سلسلہ آگے کیسے چلے گا؟)

امام علیہ السلام نے اُس سے فرمایا: واللہ! کچھ دنوں کے بعد میرے ہاں ایک فرزند پیدا ہونے والا ہے۔ وہ میرے قائم مقام ہوگا۔ ①

یہ حدیث دوسرے طرق کے ساتھ مروی ہے۔ (آئندہ آنے والے صفحات میں موجود ہے)۔

حضرت آیت اللہ الشیخ مفید کی کتاب الارشاد میں الکافی کی وہ روایت موجود ہے جو اپنی سند کے ساتھ حسین بن یسار یا بشار سے موجود ہے کہ ابنِ قیاما نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف خط لکھا: آپؑ کیسے امامؑ بن گئے ہیں جبکہ آپؑ کا فرزند نہیں ہے؟

امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام نے غصے میں جواب دیا:

''تمھارے پاس وہ علم کہاں سے آیا کہ میرے ہاں بیٹا پیدا نہیں ہوگا؟ واللہ چند دنوں بعد میرے ہاں میرے فرزند نے پیدا ہونا ہے جو حق اور باطل کے درمیان فارق ہیں''۔

(کتاب الارشاد، ص ۳۱۸)

کتاب الکافی میں ابنِ ابی نصر سے روایت ہے کہ اُس نے کہا: مجھے ابنِ نجاشی نے کہا: آپؑ کے صاحب کے بعد امامؑ کون ہے؟ آپؑ بیان فرمائیں تا کہ ہمیں علم ہو جائے۔

---

① کتاب الکافی، ج ۱، ص ۳۲۰، حدیث ۴

میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا اور آپؑ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد میرا ہی فرزند امامؑ ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اب کسی کو جرأت ہے کہ جو کہے کہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ (کتاب الکافی، ج ۱، ص ۳۲۰)

کتاب الکافی میں ابنِ قیاما واسطی سے روایت ہے، میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حضور حاضر ہوا اور عرض کیا: کیا دو امامؑ موجود ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، صرف ایک، دوسرا امام صامت ہے۔

ابنِ قیام نے کہا: وہ امامؑ آپ ہیں۔ آپؑ کے پاس صامت امام نہیں ہے۔ ابھی امام ابوجعفرؑ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: واللہ! اللہ مجھے فرزند عطا کرے گا۔ حق اور حق والے مضبوط ہوں گے، باطل اور اہلِ باطل مٹ جائیں گے۔ ایک سال بعد امامؑ کے ہاں امام ابوجعفرؑ نے ولادت پائی۔

ابنِ قیاما واقفی تھا۔ (کتاب الکافی، ج ۱، ص ۳۲۱)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی تاریخ ولادت

یہ بات کوئی قابلِ تعجب نہیں ہے کہ محدثین اور مورخین نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی تاریخِ ولادت میں اختلاف کیا ہے۔ اس طرح تمام آئمہ کی ولادتوں کی تاریخ میں اختلاف موجود ہے حتیٰ کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت میں بھی اختلاف موجود ہے۔

عیاشی اور اربلی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ دس رجب ذکر کی ہے۔ (1) یہی قول مشہور ہے۔ لیکن شیخ کلینیؒ، شیخ مفیدؒ، فتالؒ اور ابنِ شہرآشوبؒ نے رمضان المبارک ۱۹۵ھ ذکر کی ہے۔ (2)

پہلے قول کی تائید دعا امامِ زمان عجل اللہ الشریف سے ہوتی ہے۔ یہ دُعا ماہِ رجب میں پڑھی جاتی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِالْمَوْلُوْدَیْنِ فِیْ رَجَبَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ الثَّانِیْ وَابْنِهٖ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدِ الْمُنْتَجَب........ الخ

"خدایا! میں تجھے رجب میں پیدا ہونے والے دو ہستیوں کا واسطہ دیتا ہوں، محمد بن علی ثانی اور آپؑ کے فرزند علیؑ بن محمد المنتجب کا......" الخ۔ (3)

دنیا بھر میں اس دن امام علیہ السلام کا جشنِ ولادت منایا جاتا ہے۔ دینی مراکز اور گھروں کو سجایا جاتا ہے۔ سبیلیں اور کھانے پکائے جاتے ہیں اور اہلِ ایمان کو اُن کھانوں پر بلایا جاتا ہے، شکریہ کے نوافل ادا کیے جاتے ہیں۔

---

(1) کتاب کشف الغمہ، فی معرفت الائمہ، ج ۳، ص ۱۳۳

(2) الکافی، ج ۱ ص ۴۹۳؛ کتاب الارشاد، ص ۳۱۶؛ روضۃ الواعظین، ج ۱، ص ۲۴۳؛ المناقب، ج ۴، ص ۳۷۹

(3) ابن عیاش نے کہا: ناحیہ مقدسہ سے الشیخ ابوالقاسم حسین بن روح کو یہ دُعا ملی تھی۔ (کتاب المصباح کفعمی، ص ۵۳۵)

امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت کی مسرت و شادمانی

اللہ رب العزت ہی بہتر جانتا ہے جس رات حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت ہوئی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے قلبِ مبارک میں کس قدر فرح و سرور تھا۔ آپؑ اپنے فرزند کی ولادت کی بے چینی کے ساتھ منتظر تھے۔ امام علیہ السلام نے اس مہمان عزیز کی ولادت باسعادت کے لیے جو تدابیر قائم کی تھیں وہ درج ذیل ہیں:

امام علیہ السلام نے اپنے شہزادے کی ولادت کے لیے ایک خاص کمرہ تجویز کیا اور اپنی ہمشیرہ حضرت حکیمہ خاتونؑ سے فرمایا:

آپؑ سیدہ خیزرانؑ اور دایہ کے ساتھ رہیں اور مولودِ مقدس کا استقبال کریں۔ اس خاص کمرہ میں روشنی کا انتظام کیا گیا تھا پھر اُسے باہر سے بند کر دیا گیا تاکہ کوئی اُس کے اندر داخل نہ ہو سکے۔

جب وہ لمحۂ ولادتِ امامؑ قریب آیا تو جلتی ہوئی شمع بجھ گئی اور جونہی امام علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو سارا گھر نورِ امامت سے جگمگا اُٹھا۔ اگر کہیں کوئی چراغ جل رہا تھا تو اُس کی روشنی اس طرح ماند پڑ گئی جس طرح آفتاب کے نکلنے سے چراغوں کی روشنیاں ماند پڑ جاتی ہیں۔ جب جنابِ سیدہ حکیمہؑ کی نظر پڑی۔ تو آپؑ نے دیکھا ایک طشت ہے جس میں نومولود موجود ہے۔ اُن کے مقدس جسم پر باریک کپڑا ڈال رکھا ہے۔ آپؑ نے بچے کو اُٹھایا اور اپنی آغوش میں لیا اور اُن کے جسم سے کپڑا ہٹا دیا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام جلدی سے حجرہ کا دروازہ کھول کر اندر تشریف لائے اور اپنے مولودِ عزیز کو سنبھالا اور اپنی آغوش میں لیا اور اُنھیں لوری دینے لگے اور پیار کرنے لگے۔ ①

سیدہ حکیمہؑ امام علیہ السلام کے میلاد کا قصہ کچھ اس طرح سناتی ہیں:

ولادت کا جب تیسرا دن ہوا حضرت امام تقی علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

---

① مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۳۹۴

جب میں نے نومولود سے کلمۂ شہادت سنا تو ڈر کر اٹھی اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گئی اور عرض کیا: آپؑ کے فرزند سے میں نے یہ کلام سنا اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا سنا ہے؟

میں نے پورا واقعہ سنایا۔

آپؑ نے فرمایا: اے حکیمہ! تم اِن سے اِس سے زیادہ عجائب دیکھو گی۔ ①

امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوارؑ کے زیر سایہ اپنی حیات کے پانچ سال گزارے تھے۔ ② آپؑ اپنے والد مہربان کے قلب اوسع کے مرکز میں رہتے تھے۔ آپؑ امامؑ کی محبتوں کا مرکز و محور تھے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ آپؑ اپنے فرزند کا تعظیم و تجلیل سے ذکر کرتے تھے۔ آپؑ کا اسم اپنی مبارک لسان پر نہیں لاتے تھے، بلکہ کنیت کے ساتھ بلاتے تھے۔ ابوجعفر کی کنیت کے ساتھ ہمیشہ اُنھیں یاد کرتے تھے۔

جب سفر خراسان میں آپؑ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ تھے تو امامؑ، ابوجعفر کے ساتھ آپؑ سے بات کرتے تھے۔ محمد بن ابی عباد جو امام علی رضا علیہ السلام کے کاتب تھے اُس سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام جب بھی اپنے فرزند امام تقی علیہ السلام کا ذکر کرتے تو اُن کی کنیت کو زبان پر لاتے جیسے: میری طرف ابوجعفرؑ نے لکھا، میں ابوجعفرؑ کی طرف لکھتا ہوں۔ حالانکہ امام محمد تقی علیہ السلام بچے تھے اور مدینہ میں اپنے گھر پر تھے۔ امام علی رضا علیہ السلام اُن کی بہت تعظیم کرتے تھے۔

امام محمد تقی علیہ السلام کے خطوط بلاغت کا عظیم نمونہ ہیں۔ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام

---

① ابھی یہ تین دن کے ہیں کہ کلمہ شہادت پڑھ رہے ہیں۔ جب یہ جوان ہوں گے تو خدا جانے ان سے کس قدر عجائبات صادر ہوں گے۔ (المحقق)

② یہاں دو قول ہیں: جس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے والد ماجدؑ کے ساتھ خراسان کا سفر کیا تھا، اُس وقت آپؑ کی عمر شریف تقریباً پانچ سال تھی۔ دوسرا قول ہے کہ سات سال عمر تھی۔ مورخین کی تحقیق بھی ہے۔ (المحقق)

سے سنا، آپؑ نے فرمایا: ''ابوجعفرؑ میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں''۔ ①

امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مقام

زکریا بن آدم سے روایت ہے، میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ امام ابوجعفر علیہ السلام کو لایا گیا۔ اُس وقت آپؑ کی عمر شریف چار سال سے کم تھی۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور آسمان کی طرف اپنے سر کو بلند کیا۔ کافی دیر تک اُوپر کی طرف دیکھتے رہے۔ اس دوران حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: میری جان کیا سوچ رہے ہو؟

حضرت ابوجعفرؑ نے عرض کیا: بابا جان! جو مصائب میری دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر گزرے اُن کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔

امام علیہ السلام نے انھیں اپنے قریب کیا اور اُن کی آنکھوں کے درمیان بوسے دیے، پھر فرمایا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان، آپؑ ہی امامؑ ہیں۔ ②

یہ حدیث عقیدۂ رجعت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

---

① عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۲۶۶

② بحار الانوار، ج۵۰، ص۵۹

امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد ماجدؑ کے سفرِ حج میں

یوں ہی ماہ و سال گزرتے رہے، حج کا موسم آیا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام سفرِ حج کے لیے تیار ہوئے تو آپؑ نے اپنے شہزادے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنے ساتھ لیا، تاکہ حجاج کرام کو معلوم ہو کہ یہ آپؑ کے فرزند ہیں اور اپنے زمانے کے امامؑ ہیں اور اُن لوگوں کا منہ بند ہو جو کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام عقیم ہیں اور جن لوگوں کے قلوب شکوک و شبہات کا شکار ہیں اُن کے شکوک دُور ہوں اور تمام لوگوں پر اتمامِ حجت ہو۔

یحییٰ بن موسیٰ صنعانی سے روایت ہے، مَیں منیٰ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گیا اُس وقت حضرت ابوجعفر ثانی (امام محمد تقی علیہ السلام) آپؑ کے زانو پر تھے اور آپؑ انھیں کیلے کھلا رہے تھے۔

امام محمد تقی علیہ السلام مولودِ مبارک

یحییٰ صنعانی سے روایت ہے کہ مَیں مکہ معظمہ گیا اور وہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمتِ اَقدس میں پہنچا۔ آپؑ اس وقت اپنے فرزند حضرت محمد تقی علیہ السلام کو کیلے کھلا رہے تھے۔
میں نے عرض کیا: قربان جاؤں یہ مولودِ مبارک ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

یحییٰ! هٰذَا الْمَوْلُودُ الَّذِیْ لَمْ یُوْلَدْ فِی الْاِسْلَامِ مِثْلُهٗ مَوْلُوْدٌ اَعْظَمُ بَرَكَةً عَلٰی شِیْعَتِنَا مِنْهُ ①

"جی ہاں، یحییٰ! یہ وہ مولود ہے، اِن جیسا اسلام میں مولود پیدا نہیں ہوا۔ یہ مولود اپنی برکت کے لحاظ سے عظیم الشان ہے، اس سے پہلے ہمارے

① کتاب الکافی، ج۵، ص۳۶۰

پروردگار بہت زیادہ مستفید ہوں گے"۔

ابو یحییٰ صنعانی سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کے پاس تھا کہ وہاں آپؑ کے فرزند ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام کو لایا گیا۔ وہ ابھی صغیر تھے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: یہ مولود مسعود ہے۔ ①

مذکورہ حدیثوں کی توضیح وتشریح

مذکورہ احادیث جو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شان میں وارد ہیں بہت زیادہ عجیب ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے اذہان میں یہ بات آئے کہ ان دونوں احادیث کا یہ مفہوم ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام اپنے ماننے والوں کے لیے وہ برکات رکھتے ہیں جو انھیں پہلے آئمہؑ کی طرف سے حاصل نہیں تھیں حالانکہ گذشتہ آئمہ معصومین علیہم السلام میں ان کی برکات تمام لوگوں پر ہیں۔ وہ بھی عظیم الشان اور عظیم القدر تھے۔ ان کی منزلت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے بڑھ کر تھی۔

جی ہاں! ان دونوں احادیث کا مفہوم یہی نہیں ہے اس لیے توضیح وتشریح کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھتے ہیں کہ کلام کہاں ختم ہوتا ہے؟ یہ ایک علمی نتیجہ ہوگا جو ہمیں حاصل ہوگا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا تھا:

"یہ میرا بیٹا ہمارے ماننے والوں کے لیے عظیم برکت رکھتا ہے"۔

آپؑ نے فرمایا تھا: "یہ وہ مولود ہے جس کی مثال اسلام میں نہیں ہے اور برکت کے لحاظ سے پُرعظمت ہے"۔

علم اُصول کے ماہرین نے کہا ہے: وصف کے ذکر سے علت کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ اس قاعدہ کی یہاں تطبیق کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ یہ مولود اپنے مولود ہونے کے اعتبار سے یعنی اپنی ولادت کے سبب اسلام میں ایسا مولود پیدا نہیں ہوا ہے جو برکت کے لحاظ سے اعظم ہے۔

---

① ہمیں معلوم نہیں ہے کہ یحییٰ صنعانی اور ابویحییٰ صنعانی دو آدمی ہیں یا ایک آدمی ہے۔ اور اس کے نام دو ہیں۔ کتابوں میں اس نام کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ علم الرجال میں ان کا ذکر ہے۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ان کا نام عمر بن توبہ ہے۔ (کتاب الکافی، ج ۱، ص ۳۲۱)

مزید توضیح: کلمہ "المولود" یہاں حکم کا موضوع ہے اور حکم کا انطباق مولود ہے اس کی صفت مولود کے ساتھ ہوتا ہے۔

مزید تشریح: آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی زندگی میں کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہوئی جو اُن کی امامت میں شک کا سبب بنے۔ ہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام دو ایسی صفات رکھتے ہیں جن کی وجہ سے آپؑ باقی آئمہؑ سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

اس سے قبل ہم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ہاں اُس وقت فرزند پیدا ہوا جب آپؑ کی عمر شریف چالیس سے تجاوز کر چکی تھی۔ لوگ ناامید ہو چکے تھے کہ جب ان کا فرزند نہیں ہے تو یہ خود امام نہیں ہیں۔ ایسی صورتِ حال کسی اور امام کو پیش نہیں آئی تھی۔ فرقہ واقفیہ کے وجود کا ایک سبب بھی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام عقیم ہیں امام عقیم نہیں ہوتا۔ اس طریقے سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو مطعون کیا جاتا تھا۔ پھر آپؑ سے پہلے آنے والے آئمہؑ کی امامت میں شکوک پیدا ہوئے تھے۔ پھر آگے والا سلسلہ امامت بھی مقطوع ہوتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ امام بارہ ہیں، کم نہ زیادہ، تو امام حضرت امام حسین علیہ السلام کی صُلب سے پیدا ہوں گے۔ جب اس عدد میں کمی یا زیادتی پیدا ہوتی۔ رسولؐ اللہ کی حدیث تشکیک یا تکذیب کا شکار ہو جاتی، پیمانے مختل ہو جاتے، حقائق متزلزل ہو جاتے، دین مشکوک ہو کر رہ جاتا۔ اسلامی مفاہیم کمزور ہو جاتے۔ کوئی بات بھی صحیح نہ رہتی۔

جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس سے فرقہ واقفیہ کی تکذیب ہو گئی اور ان کی عمارت منہدم ہو کر رہ گئی۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی امامت مثلِ آفتاب ظاہر و باہر ہو گئی۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت نے ہیکل امامت کو ایک نئی زندگی دے دی۔ ان کی امامت عظمتِ قدسیہ، علو المنزلہ اور مختص الالہیت کی صفات کے ساتھ متصف ہے، اس لیے شانِ امتیازی رکھتی ہے۔

آپؑ کی ولادت نے آپؑ کے پیروکاروں کی معنویت کو ایک اور رفعت عطا کی، جس کی

مثال ناپید ہے۔ اس لیے حضرت علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

هٰذَا الْمَوْلُوْدُ الَّذِیْ لَمْ یُوْلَدْ فِی الْاِسْلَامِ مِثْلُهٗ مَوْلُوْدٌ اَعْظَمُ بَرَکَةً عَلٰی شِیْعَتِنَا مِنْهُ

میں نے یہاں تشریح کر دی ہے تاکہ کسی کے ذہن میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہ رہے، باقی خدا بہتر جانتا ہے۔ ممکن ہے اس حدیث کے کچھ اور مفاہیم ہوں جو ان مفاہیم سے جداگانہ ہوں جن کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے۔ شاید ولادت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام میں برکات کی مختلف اقسام ہوں جنھیں ہمارے اذہان نہیں سمجھ سکتے۔ ممکن ہے کہ یہ حدیث اُس عظیم الشان واقعہ کی طرف اشارہ ہو کہ جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور یحییٰ بن اکثم کے درمیان علمی مباحثہ ہوا تھا اُس وقت آپؑ کی عمر شریف دس سال تھی۔ ابھی آپؑ کا بچپن تھا۔ آپؑ نے اپنے بچپن میں اس آدمی سے مناظرہ کیا تھا جو حکومت کا نمائندہ تھا اور چیف جسٹس تھا۔ سن رسیدہ تجربہ کار آدمی تھا۔ چشمِ فلک نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ اہل بیت رسولؐ کے ایک نوخیز ملکوتی فرزند کے ہاتھوں استدلال کی وہ مار کھائی کہ اُسے اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی۔ جب کہ یہ علمی مناظرہ بادشاہ کے دربار میں ہوا تھا۔ جسے اُس وقت کے اسکالر سن رہے تھے۔ وہ خجل خوار ہو رہا تھا اور مامون عباسی کا ایوان متزلزل تھا۔

یہ بات واضح ہے کہ یہ نصرت و معاونت جو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ذریعے حاصل ہوئی تھی یہ اُنھی برکات کا حصہ ہے جس کا ذکر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی حدیث میں ہوا ہے۔ اہل بیتؑ کے پیروکاروں کے معنوی درجات بلند ہوئے اور اُن کے مخالفین رُسوا ہوئے اور اُن کے رہبروں کی قیادت و رہبری آشکارا ہوئی۔ دنیا کو معلوم ہوا کہ امام امام ہوتا ہے چاہے وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ اُن کے علم کے سامنے مشائخ طفل مکتب نظر آتے ہیں۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا بچپن تھا آپؑ کے سامنے یحییٰ بن اکثم جیسا حکومتی عالم نہ ٹھہر سکا۔

اے محترم قاری! اب ہم تاریخ کا ایک اور ورق پلٹتے ہیں۔ یہ اُس دور کی بات ہے جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ہمراہ سفرِ حج پر تھے۔

اُمیہ بن علی سے مروی ہے کہ میں حضرت امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کے اُس سفرِ حج کا ساتھی تھا جس کے بعد آپؑ نے خراسان کا سفر کیا تھا۔ حضرت ابوجعفرؑ بھی ساتھ تھے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے بیت اللہ کو وداع کرنے کے لیے طواف کیا اور طواف کے بعد مقامِ ابراہیمؑ پر نماز پڑھی۔ حضرت ابوجعفرؑ "موفق"① کے کندھے پر تھے۔ موفق اُس وقت طواف کر رہا تھا۔

حضرت ابوجعفر حجر کی طرف گئے اور وہاں بیٹھ گئے۔ جب وقت زیادہ گزر گیا تو موفق خادم نے کہا: قربان جاؤں اُٹھیں اور چلیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں اس وقت اِس جگہ کو نہیں چھوڑ سکتا، ہاں جب اللہ چاہے گا چھوڑ دوں گا۔ اُس وقت آپؑ کے چہرے پر غم کے آثار تھے۔

موفق خادم امامؑ کے پاس آیا اور صورتِ حال سے آگاہ کیا کہ حضرت محمد تقی علیہ السلام حجرِ اسود میں بیٹھے ہیں اور وہاں سے اِدھر نہیں آنا چاہتے۔

حضرت ابوالحسن علیہ السلام اُٹھے اور اپنے فرزند سے فرمایا: اے میرے حبیبؑ اُٹھیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے عرض کیا: میرا دل نہیں چاہتا کہ اس جگہ کو چھوڑوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! اے میرے محبوب!

اس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے عرض کیا:

بابا جانؑ! میں کیسے بیت اللہ کو چھوڑوں۔ آپؑ نے ابھی بیت اللہ سے وداع کیا ہے۔ آج کے بعد آپؑ نے یہاں واپس نہیں آنا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے حبیبؑ! اُٹھیں اور آگے چلیں۔ اس کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام وہاں سے اُٹھے۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۵۲-۱۵۳)②

---

① موفق امام رضا علیہ السلام کے خادم تھے۔

② شاید یہ واقعہ امام علیہ السلام کے دوسرے یا تیسرے سفرِ حج کا ہے۔ اس سفر میں حضرت امام جواد علیہ السلام آپؑ کے ہمراہ تھے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت کی نصوص

یہ یاد رہے کہ امامت، خلافت، وصایت اور ولایت کا نام ہے۔ یہ الیکشن کے ذریعے حاصل نہیں ہوتی اور نہ یہ منصب ڈکٹیٹرشپ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایک الٰہی منصب ہے۔ وہ جسے چاہے اس منصب کے لیے منتخب کرے۔ اس منصب کی تعیین اور اُس کا انتخاب واختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص سے ہوتا ہے اور امام سابق امام لاحق کی تعیین کرتا ہے۔ اس تعیین وتقرر کا نام نص ہے۔ اس منصب پر وہ ہستیاں فائز ہوتی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہوتا ہے۔

آئمہ اثنا عشر کے بارے میں شیعہ اور سُنّی کتابوں میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ یہ تمام احادیث اپنی سند کے لحاظ سے معتبر اور صحیح ہیں۔ اَجِلّا اور ثقہ راویوں نے اِن احادیث کا ذکر کیا ہے۔ ان احادیث میں سے کچھ مجمل اور کچھ مفصل ہیں۔ مجمل جیسے رسولؐ اللہ کا فرمان:

اَلْاَئِمَّةُ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ ...... کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ

"میرے بعد امامؑ بارہ ہیں وہ سب کے سب قریش میں سے ہیں"۔

مفصل وہ احادیث ہیں جن میں تمام آئمہ معصومینؑ کے اسماء مذکور ہیں۔ اُن کے انساب، اَلقاب اور صفات سب کا ذکر ہے۔ اس بحث کی بعض تفاصیل ہم نے اپنی کتاب "الامام المهدی من المهد الی الظهور" میں ذکر کی ہیں۔ اس میں تمام احادیث موجود ہیں۔ یہاں تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نویں امامؑ ہیں، آپؑ کا تعلق آئمہ اثنا عشر سے ہے جن کی امامت، ولایت، وصایت اور خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مقامات پر فرمایا تھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے پہلے آئمہ معصومینؑ اس حقیقت سے خاموش نہیں رہے تھے۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی حضرت امام محمد تقیؑ کی امامت پر نص

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے محمد بن سنان سے فرمایا تھا:

میرا بیٹا حضرت امام علی رضا علیہ السلام میرے بعد امام ہیں اور اُن کے بعد اُن کے فرزند حضرت امام محمد تقی علیہ السلام امام ہیں۔

یہ ایک طولانی حدیث ہے جو ہم نے کتاب الغیبت شیخ طوسیؒ سے لی ہے۔ اپنی ضرورت کے مطابق اُس کے کچھ حصے ذکر کیے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے میرے اس بیٹے پر ظلم کیا اُن کی امامت سے انکار کیا تو وہ ایسے ہے جیسے اُس نے حضرت امام علی علیہ السلام کی امامت کا انکار کیا اور اُن کے اُس حق سے انکار کیا جو اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حاصل تھا۔

محمد بن سنان نے کہا: اگر میں اُس وقت زندہ ہوں گا تو اُن کے حق کو تسلیم کروں گا اور اُن کی امامت کا اقرار کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! تو نے سچ کہا ہے، اللہ تجھے اُس وقت تک زندہ رکھے گا تو اُن کے حق کو تسلیم کرے گا، اُن کی امامت کا اقرار کرے گا اور اُن کے بعد آنے والے امامؑ کی امامت کا اقرار کرے گا۔

راوی نے کہا: اُن کے بعد امام کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اُن کے فرزند محمد امامؑ ہیں۔ میں نے عرض کیا: سر تسلیم خم ہے۔ (1)

حضرت امام رضا علیہ السلام کی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت پر نص

جی ہاں اس زمانے میں میڈیا نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اگر تھی تو بہت سست لیکن ضروری اُوامر لوگوں تک پہنچ جاتے تھے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت کے قواعد باقی آئمہؑ کی نص سے کچھ حد تک منفرد ہیں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت کا متعدد مرتبہ اعلان کیا اور مختلف مناسبات کے ساتھ اعلان کیا تھا۔

مزید برآں امام جواد علیہ السلام کی امامت کے دلائل روز بہ روز ظاہر و متجلّی ہوتے گئے۔

---

(1) کتاب الغیبت، شیخ طوسی، ص ۳۳

آپؑ کی آیاتِ عصمت لحہ بہ لحہ واضح ہوتی گئیں۔ آپؑ کی جلالت کی علامات منکشف ہوتی گئیں۔

جی ہاں! ہم یہاں کچھ وہ احادیث پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف سے آپؑ کی امامت کی نص ہیں۔

صفوان بن یحییٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: ہم آپؑ کی خدمت میں اس لیے سوال کرتے تھے کہ اللہ آپ کو حضرت ابوجعفرؑ عطا کرے اور آپ کہیں گے کہ اللہ نے مجھے بیٹا عطا کر دیا ہے، آپؑ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں، ہم وہ دن نہ دیکھیں جب آپؑ اس دنیا میں نہ ہوں۔ اگر اس طرح ہو جائے تو آپؑ کے بعد امام کون ہیں؟ امامؑ نے اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند حضرت ابوجعفرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اس وقت آپؑ کے سامنے کھڑے تھے۔

صفوان نے کہا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں ابھی تو یہ تین سال کے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر کیا بات ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تین سال کی تھی کہ وہ حجتِ خدا بن گئے تھے۔ (۱)

خیرانی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صاحبِ شریعت رسول بنا کر بھیجا تھا، اس وقت آپؑ کی عمر حضرت ابوجعفرؑ سے بھی کم تھی۔ (۲)

معمر بن خلاد سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: یہ ابوجعفرؑ ہیں، یہ میرے قائم مقام ہیں اور میرے نائب ہیں اور فرمایا: ہم اہلِ بیتؑ کے بچے اپنے بزرگوں کے وارث بنتے ہیں۔ (۳)

---

(۱) کتاب الکافی، ج ۱، ص ۳۲۱ (حضرت عیسیٰؑ کے عہدۂ نبوت پر فائز ہونے میں عمر کے حوالہ سے اختلاف پایا جاتا ہے)۔

(۲) مصدر سابق، حدیث ۱۳

(۳) مصدر سابق، حدیث ۲۔ یہ سلسلہ امامت ہے کہ ایک کے بعد دوسرا آئے گا۔ جب اُن میں امامت کی شرائط ہوں گی، جیسے: ۱۔ انتخاب الٰہی ۲۔ اجتماع جمیل فضائل ۳۔ عصمت ۴۔ اتصال بالعالم الاعلیٰ ۵۔ معرفت تامہ۔ (محقق)

روایت ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو بلایا۔ آپؑ اُس وقت صغیرالسن تھے اور اُنھیں اپنے صحابی حسن بن جہم کی آغوش میں بٹھا دیا اور اُسے فرمایا: میرے شہزادے کی قمیص اُتارو اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان نظر کرو۔ حسن بن جہم نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان غور سے دیکھا تو اُسے مہر نظر آئی جو گوشت میں داخل تھی۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے اُسے دیکھا ہے میرے والد بزرگوار کے اسی مقام پر اسی مہر کا نشان تھا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت پر جو نصوص صادر ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ مناسب مقامات پر اُن کا بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ!

maablib.org

نبوت، امامت اور عمر

جب تمام حقائق سامنے آگئے تو اب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت پر اعتقاد رکھنا آسان ہوگیا ہے، کیونکہ نبوت اور امامت کے منصب میں عمر کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ سب اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جسے منصبِ نبوت عطا کرے اور جسے منصبِ امامت عطا کرے اور ان مناصب کے تمام شرائط رکھ دے۔ جس انسان کو عطا کرے اور جس عمر میں عطا کرے چاہے وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

انسانی عظمت اس کی روح، اس کے نفس اور مواہبِ ربانیہ سے ہے۔ اس میں نہ حسب کو دخل ہے اور نہ ایامِ عمر کو دخل ہے۔ بحث ہے کہ نبوت اور امامت میں عمر کا کوئی دخل نہیں ہے۔ کچھ شرح و توضیح کی ضرورت ہے اس لیے تمہید کی ضرورت ہے تاکہ سابقہ اور لاحقہ احادیث کی قبولیت کا ماحول بن جائے۔ روزانہ انسان کے سامنے ہزاروں عادی اُمور انجام پذیر ہوتے ہیں۔ ان کی انجام پذیری میں نہ حیران ہوتا ہے اور نہ پریشان، کیونکہ وہ اُن سے مانوس ہوتا ہے جب کبھی غیر عادی کام ہوجائے تو وہ حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ یہ آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ کچھ نہیں جانتا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا

"اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے شکموں سے اِس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے"۔

طفلِ نومولود اِدھر اُدھر دیکھتا ہے، لیکن وہ اپنی نظریں مرکوز نہیں رکھتا۔ وہ آوازیں سنتا ہے، اشیاء کو دیکھتا ہے لیکن اُن کے درمیان فرق قائم نہیں رکھ سکتا۔ اس طرح جب دن گزرتے ہیں، ماہ و سال بنتے ہیں تو وہ بچہ حروف و کلمات جاننے لگتا ہے۔ اُس کا شعور تدریجاً بڑھنے لگتا ہے۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اُس کا ادراک پختہ ہونے لگتا ہے۔ اُس کی ضروریات بڑھتی رہتی ہیں تو اس طریقے سے وہ بہت کچھ سیکھ جاتا ہے۔ ثقافت اور علم وادب کا پیکر بن جاتا ہے۔

طولِ تاریخ میں بشر انھیں اَدوار سے گزر کر اپنی اِنتہا تک پہنچا ہے لیکن ہم بشر کے کچھ ایسے افراد کو بھی دیکھتے ہیں جنھوں نے خارق العادت اُمور انجام دیے، قوانین طبیعت کی حدود سے ہٹ کر افعال واعمال بجالائے، نہ وہ مراحل زندگی کے محتاج ہوئے اور نہ سن وسال سے اِستمداد کیا۔ جب وہ پیدا ہوئے تو کمال اُن کا استقبال کر رہا تھا۔ عقل ودانش اور رُشد ومعرفت ہاتھ باندھے ہوئے اُن کے سامنے کھڑے تھے۔ یہ سب کچھ اُنھیں اُس ذات نے عطا کیا جو قادرِ مطلق ہے۔

قرآنِ کریم نے اس امر کی مختلف مقامات پر تصریح کی ہے۔ یہ ہیں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اللہ رب العزت نے اُن کے حق میں فرمایا:

وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (سورۂ مریم: آیت ۱۲)

"ہم نے اُسے بچپن میں حکمت عطا کر دی تھی"۔

ابھی وہ بچے تھے کہ اُنھیں نبوت دے دی۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تھی اُس وقت اُن کی عمر تین سال تھی۔ حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے یہی مروی ہے۔

قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اپنی ولادت کے فوراً بعد گفتگو کی تھی:

قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۟ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾

"یعنی اُنھوں نے کہا: ہم اُس سے کیسے بات کریں جو طفلِ رضیع ہے اور اپنی ماں کی گود میں ہے۔ اُس نے کہا: میں اللہ کا عبد ہوں۔ اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر شریف ایک دن تھی جس طرح کہ ابنِ عباسؓ اور اکثر مفسرین نے کہا ہے: (اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ) آپؑ نے اپنی عبدیت کا اقرار کیا کہ وہ معبود کا عبد ہے۔ آپؑ نے اللہ کی ربوبیت کی بات نہیں کی تھی (اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو صغرسنی میں کامل واکمل کر دیا تھا اور اُس نے اُنھیں اپنے بندوں کی طرف نبی بنا کر

بھیج دیا تھا، انھیں معجزہ قرار دیا۔ یہ وہ گفتگو تھی جو مرکز اور مرکوز تھی۔ پھر اس عمر میں کوئی بچہ بول نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کو تین مقامات پر بیان کیا ہے:

① سورۂ مریم جس کا بیان ابھی گزرا ہے اور سورۂ آل عمران آیت ۴۵-۴۶:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

"اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریمؑ ہوگا وہ دنیا و آخرت میں آبرومند ہوگا اور مقرب لوگوں میں سے ہوگا اور وہ لوگوں سے گہوارے میں اور بڑی عمر میں گفتگو کرے گا اور صالحین میں سے ہوگا"۔

② سورۂ مائدہ، آیت ۱۱۰:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا

"جب اللہ نے عیسیٰ بن مریمؑ سے فرمایا: یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمھیں اور تمھاری والدہ کو عطا کی ہے جب میں نے روح القدس کے ذریعے سے تمھاری تائید کی، تم گہوارے میں اور بڑے ہوکر لوگوں سے باتیں کرتے تھے"۔

مفسرین نے لکھا ہے: روح القدس جنابِ جبرئیلؑ ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (سورۂ نحل: آیت ۱۰۲)

"کہہ دو، روح القدس حق کے ساتھ تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا"۔

یا کوئی دوسرا فرشتہ ہے یا روح ہے جو ملائکہ کی جنس سے ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ (سورۂ نحل: آیت ۱)

"ملائکہ اُس کے امر سے روح کے ساتھ نازل ہوتے ہیں"۔

اَیَّدْنٰکَ کا معنی تقویت، اعانت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسٰی بن مریم کی روح القدس کے ذریعے تائید کی۔ اعانت و تقویت کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ کیا ہے؟ اس مختصر سے مقدمہ کے بعد آسان ہوجاتا ہے کہ ایک طفلِ مولود اللہ تعالیٰ کی تائید جو روح القدس کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ یہ اپنی ولادت کے دن تکلم کرسکتا ہے۔ ایک بچہ اُسی دن نبوت کے درجہ پر پہنچ سکتا ہے اور اُس پر کتاب سماوی بھی نازل ہوسکتی ہے۔

اب ہماری مشکل دُور ہوگئی ہے کہ ایک طفل تین سال کا ہو اور وہ درجۂ نبوت پر پہنچ جائے (وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا)۔

اس کے بعد ہمارا بیان یہ ہے کہ جس طرح نبوت منصب الٰہی ہے اُس کا تعین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی طرح امامت کا تعین بھی اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے منصوص ہوتا ہے اور اُس امام کے لیے اُن سے پہلے والا امامؑ اس کی امامت کی خبر دیتا ہے کہ میرے بعد فلاں امام ہے۔

جس طرح ایک طفل درجۂ نبوت پر پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح ایک طفل درجۂ امامت پر بھی پہنچ سکتا ہے۔ اس امر کی کچھ تفصیلات ہم نے اپنی کتاب الامام المهدی من المهد الی الظهور کی چھٹی فصل میں ذکر کی ہیں۔

اب اس موضوع کی کچھ احادیث یہاں نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

علی بن اسباط سے روایت ہے، میں نے حضرت ابوجعفر الجواد علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ میری طرف آرہے تھے۔ میں اُنھیں غور سے دیکھنے لگا، تاکہ جب میں اپنے شہر کے اصحاب کے پاس جاؤں تو آپ کا قدوقامت اور حلیہ مبارک اُنھیں بیان کرسکوں۔ جوں ہی آپؑ آئے تو بیٹھ گئے اور فرمایا: اے علی! اللہ تعالیٰ نے امامت کے وہی دلائل نازل کیے ہیں جو اُس نے نبوت کے لیے نازل کیے تھے۔ فرمایا:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا (سورہ مریم: آیت ۱۲)

"اور ہم نے اُسے اُس وقت نبوت دی جب وہ بچہ تھا"۔

لَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ (سورۂ یوسف: آیت ۲۲)

''اور اُس وقت نبوت دی جب وہ جوان ہوا''۔

وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً (سورۂ احقاف: آیت ۱۵)

''اور جب وہ چالیس سال کا ہوگیا''۔

''وہ چاہے تو بچے کو نبی بنا دے، چاہے تو چالیس سال کی عمر میں درجۂ نبوت پر پہنچا دے''۔(الکافی، ج ۱، ص ۳۸۴)

اس حدیث کی ایک دوسرے طریقے سے روایت کی گئی ہے، اور وہ یہ ہے:

علی بن اسباط سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے آقا! آپؑ کی صغرسنی کی وجہ سے لوگ آپؑ کو امام تسلیم نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ میری امامت سے کیوں انکار کرتے ہیں؟ واللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي

''کہہ دیجیے یہی میرا راستہ ہے، میں اور میرے پیروکار، پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں''۔(سورۂ یوسف، آیت ۱۰۸)

آپؑ کی اِتباع صرف حضرت امام علی علیہ السلام نے کی تھی حالانکہ اُس وقت آپؑ کی عمر شریف نو سال تھی۔ اس وقت مَیں بھی نو سال کا ہوں۔(تفسیر قمی، سورۂ یوسف، آیت ۱۰۸)

معلّٰی بن محمد سے روایت ہے، حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کو ابھی تھوڑی مدت گزری تھی، میں آپؑ کے خانۂ اقدس پر آیا تو حضرت ابوجعفر علیہ السلام اپنے خانۂ اقدس سے باہر آئے۔ میں نے آپؑ کے قدوقامت پر نگاہ کی اور غور سے دیکھا تاکہ اپنے مصری اصحاب و احباب کے سامنے آپؑ کا حلیہ مبارک بیان کرسکوں۔ آپؑ آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا:

اے معلّٰی! اللہ تعالیٰ نے امامت کے وہی دلائل نازل کیے جو اس نے نبوت کے دلائل نازل کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (سورۂ مریم: آیت ۱۲)

"ہم نے اُسے اُس وقت حکم عطا کیا جب وہ بچہ تھا؟"۔

محمد بن اسماعیل بن بزیع سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جواد علیہ السلام سے امامؑ کے اُمر کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے عرض کیا: کیا سات سال سے کم عمر میں امامت مل سکتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: پانچ سال سے کم عمر میں امامت مل سکتی ہے۔ ①

علی بن سیف نخعی سے روایت ہے، اُس نے بعض اصحاب سے اس حدیث کا سوال کیا تھا کہ کسی نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے سوال کیا: لوگ آپؑ کی صغرسنی پر باتیں کرتے ہیں کہ کیا اس سن میں کوئی امام بن سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ وہ اپنے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنائیں حالانکہ وہ اُس وقت بچے تھے اور بھیڑیں چراتے تھے۔

بنی اسرائیل کے لوگوں اور علماء نے اس سے انکار کردیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ وہ معترضین اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصا جمع کریں اور اُنھیں ایک کمرے میں بند کردیں۔ قوم کے لوگ اُنھیں مقفل کریں، جب صبح ہو تو دیکھیں جس کے عصا میں پتے نکل آئے ہوں اور اس پر پھل لگے ہوں تو وہ خلیفہ ہے۔ حضرت داؤدؑ نے قوم کو خبر دی۔

قوم نے کہا: بات درست ہے ایسا ہی کرتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا گیا حضرت سلیمانؑ کا عصا سرسبز تھا اور اُس پر پتے اور پھل موجود تھے۔ ②

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی مدینہ سے خراسان کی طرف روانگی

مامون عباسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خراسان آنے پر مجبور کردیا کہ وہ ہرصورت مدینہ منورہ چھوڑ کر خراسان آجائیں۔ مامون چاہتا تھا کسی طریقے سے شیعیت کی تحریک کو ختم کردے اور اُس کا نام ونشان نہ رہے۔ جس تحریک کی قیادت حضرت امام علی رضا علیہ السلام کررہے ہیں یہ قیادت بھی نہ رہے اور اُس کے پیروکاران بھی نہ رہیں۔

---

① کتاب الکافی، ج۱، ص ۳۸۴

② کتاب الکافی، ج۱، ص ۳۸۳

حضرت امام علی رضا علیہ السلام مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور پھر وہاں سے خراسان کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ اس طرح بے وفا و غدار زمانے نے ایک عظیم باپ اور ایک عظیم بیٹے جیسے شفیق و مہربان باپ کے ٹھنڈے اور شیریں سائے کی ضرورت تھی، کے درمیان ہجر و فراق کی خلیج پیدا کر ڈالی۔ وہ بیٹا جو باپ کے جگر کا ٹکڑا، آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا میوہ تھا۔ جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے اس شہزادے کی طرف خط جاری کرتے تھے تو اُس میں لکھتے: فِدَاكَ اَبُوكَ "تمھارا باپ تم پر قربان"۔

جی ہاں! جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے اہل و عیال کو چھوڑ رہے تھے اور آپؑ سفر پر جانے کے لیے تیار تھے آپؑ کو معلوم تھا کہ آپؑ کی مدینہ واپسی نہیں ہے اس لیے آپؑ نے اپنے خاندان کے تمام افراد کو جمع کیا اور فرمایا: وہ سب اُن پر گریہ کریں کیونکہ آپؑ نے واپس نہیں آنا ہے۔ ①

کتاب "اثبات الوصیت" میں یہ واقعہ موجود ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اَصحاب کی ایک جماعت نے آپؑ سے سنا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب مَیں نے مدینہ منورہ سے خروج کا ارادہ کیا تو مَیں نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور اُنھیں حکم دیا کہ وہ مجھ پر گریہ کریں تاکہ مَیں اُن کا گریہ و بکا سنوں۔ اس کے بعد مَیں نے اُن میں بارہ ہزار دینار تقسیم کیے۔ مجھے معلوم تھا کہ مَیں نے واپس نہیں آنا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام اپنے فرزند حضرت امام جواد علیہ السلام کو ساتھ لے کر روضۂ رسولؐ پر آئے اور اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر قبرِ رسولؐ پر رکھا اور اُن کے سینے کو قبرِ رسولؐ سے لگایا تاکہ آپؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں آجائیں۔

اس دوران حضرت امام جواد علیہ السلام نے عرض کیا: بابا جانؑ! واللہ! آپؑ اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے تمام وکلا کو حکم دیا کہ حضرت امام جواد علیہ السلام کی اطاعت کریں اور اُن کی مخالفت نہ کریں۔ اُن کی امامت کی نص پیش کی اور اُنھیں بتایا: میرے فرزند میرے قائم مقام ہیں۔ (اثبات الوصیت، ص ۲۲۴؛ دلائل امامت طبری، ص ۱۲۴)

---

① بحارالانوار، ج ۴۹، ص ۱۱۷، باب ۱۰، حدیث ۳

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

کی طرف

حضرت امام رضا علیہ السلام کے

مکتوبات

پہلا خط

البزنطی سے روایت ہے، اُس نے کہا: میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا وہ خط پڑھا ہے جو آپؑ نے اپنے فرزند حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف ارسال کیا تھا:

"اے میرے فرزند ابو جعفرؑ! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ہمارے موالی جب آپؑ کو سواری پر سوار کرتے ہیں تو وہ آپؑ کو بابِ صغیر سے باہر لاتے ہیں۔ یہ سب اُن کے بخل کی وجہ سے ہے تاکہ کوئی تم سے مستفید نہ ہوسکے۔ میرے حق کا واسطہ جو تم پر ہے آپؑ کے گھر کا مدخل اور مخرج بابِ کبیر سے ہونا چاہیے۔ جب آپؑ اپنی سواری پر سوار ہوں تو آپؑ کے پاس جو درہم و دینار ہوں اور آپؑ کے سامنے کوئی ضرورت مند آئے تو اُس کے سوال کرنے سے پہلے اس کی ضرورت پوری کردو۔ آپؑ کے چچاؤں میں سے کوئی آجائے تو اُسے پچاس دینار سے کم رقم نہ دو۔ جب آپؑ کے پاس آپؑ کی پھوپھیوں میں سے کوئی آجائے تو اُنھیں پچیس دینار سے کم مت دو۔ اللہ آپؑ کو بلندی و عظمت عطا کرے گا۔ مال خرچ کرو، ذوالعرش زندہ ہے تنگدستی سے خوف زدہ نہ ہوں"۔ (1)

اے محترم قاری! اِس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام کا مدینہ منورہ میں جو گھر تھا اُس کے دو دروازے تھے: ایک کو بابِ صغیر اور دوسرے کو بابِ کبیر کہا جاتا تھا۔ خادم امامؑ کو بابِ صغیر سے باہر لے جاتے تھے یا آپؑ گھر واپس آتے تھے تو اِسی دروازے سے آتے تھے، کیونکہ عام دروازے پر سائلین ہوتے تھے۔ امامؑ اُن کی خدمت کرتے تھے۔ خادم چاہتے تھے کہ امام علیہ السلام کی کسی سائل سے ملاقات نہ ہو اور لوگ خالی ہاتھ واپس چلے

---

(1) کتاب بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۰۲، حدیث ۱۶

جائیں۔ اس لیے امام علیہ السلام نے اپنے فرزند کو خط لکھا کہ جب بھی گھر سے باہر جاؤ تو بابِ کبیر سے جاؤ۔ ①

دوسرا خط

خط کے ذکر کرنے سے پہلے قارئین محترم کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا ضروری ہے کہ اس خط کا مصدر تفسیر العیاشی ہے۔ حضرت علامہ مجلسیؒ نے اس کتاب سے اپنی کتاب بحارالانوار میں اِسے نقل کیا ہے۔ دونوں کتابوں کی روایت میں الفاظ کا تھوڑا سا تفاوت ہے۔ اس خط کے الفاظ میں ابہام موجود ہے کیونکہ یہ خط قدیمی مخطوطات میں سے ہے۔ شاید اُس کی کتابت صحیح نہ ہوئی ہو۔ اب ہم اس خط کی نص پیش کرتے ہیں اور اُس کے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس خط سے یہ مستفاد ہے۔ سعیدہ نامی عورت مدینہ منورہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے خانہ اقدس میں رہتی تھی۔ ② میرا گمان ہے یہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے اُمور میں دخیل تھی، اُموال کی مسئولہ تھی اور لوگوں کے حوائج مالیہ اِس کے ذریعے پورے ہوتے تھے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے فرزند کی طرف خط لکھا۔ آپ سعیدہ کی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوں اُس کی رائے پر عمل نہ کریں۔ اس خط کی نص یہ ہے:

"محمد بن عیسیٰ بن زیاد نے روایت کی ہے، میں ابنِ عباد کے دیوان میں تھا۔ وہاں میں نے ایک خط دیکھا۔ میں نے اُس کے بارے میں سوال کیا کہ یہ خط کس کا ہے۔ حاضرین نے کہا: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا خط ہے جو آپؑ نے اپنے فرزند حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی

---

① ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام عوام کے خیرخواہ تھے اس لیے لوگ اپنی ضروریات پورا کرنے کے لیے اُن کے دروازے پر جاتے تھے اور اُن کے حوائج پورے ہوتے تھے۔ مخیر حضرات کے لیے درس ہے کہ جب ضرورت مند اُن کے دروازے پر آئیں تو وہ اُن کی مدد کریں۔ (مترجم)

② سعیدہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کنیز تھی، لیکن شیخ طوسیؒ نے اسے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ شاید ان میں سے ایک وہ سعیدہ ہے جس کا ذکر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے خط میں کیا ہے۔ شاید یہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے تک زندہ رہی

طرف خراسان سے بھیجا تھا۔ میں نے اُن سے کہا: یہ خط میری طرف بھیج دو۔ اس خط کا متن درج ذیل ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ تعالیٰ آپ کو طویل زندگی دے اور دشمن کی اذیت سے محفوظ رکھے۔
اے میرے فرزند! تمھارا باپ تم پر قربان ہو جائے۔ میں نے اپنے تمام اموال کی تفصیلات تمھیں دے دی تھیں۔ الحمدللہ! صحیح وسلامت ہوں۔
مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً
ایک اور مقام پر فرمایا:
لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ
اللہ رب العزت تمھیں وسیع رزق عطا کرے گا، اے پیارے فرزند! تمھارے والد تم پر قربان۔ مجھ پر اپنے اُمور مستور نہ رکھیں۔ جو تمھارا حصّہ ہے وہ تمھیں ملتا رہے گا"۔ (1)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف دوسرے خطوط

ابراہیم بن ابی محمود سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوجعفر ثانیؑ کی بارگاہِ اقدس میں پہنچا۔ میرے پاس آپؑ کے والد بزرگوار حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے خطوط تھے۔ وہ میں نے آپؑ کے حوالے کیے۔ جب وہ خطوط آپؑ کے ہاتھ پر آئے تو آپؑ نے خط کو دیکھا اور اُسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور فرمایا: جی ہاں! یہ میرے بابا کا خط ہے، آپؑ نے ساتھ ہی رونا شروع کر دیا کہ آپؑ کے آنسو آپؑ کے رخساروں پر بہنے لگے۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں جب میں آپؑ کے والد گرامی کی مجلس میں تھا، ہمارے سوا کوئی تیسرا نہیں تھا۔ آپؑ

---

(1) کتاب تفسیر عیاشی، سورۂ بقرہ ۲۴۵؛ بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۵۳، حدیث ۱۸

نے میرے حق میں دُعا فرمائی:

"اللہ تجھے جنت میں مسکن عطا کرے، اللہ تجھے جنت میں داخل کرے"۔

میری بات سن کر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

"میں تیرے لیے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تجھے جنت میں داخل کرے"۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ اپنے رب سے میرے لیے جنت کی ضمانت لیں کہ وہ مجھے ضرور جنت میں داخل کرے۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! اللہ تجھے جنت میں داخل کرے گا۔ اس وقت میں نے آپؑ کے پاؤں پر بوسے دیے اور وداع کیا۔ ①

اے قاریٔ محترم! اب ہم یہاں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی حیات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، تاکہ اہم مقامات سامنے آئیں اور اُن سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ اُس دور کا مطالعہ کریں جس دور میں امام علیہ السلام نے زندگی بسر کی تھی۔ اُس زمانے کے حکمرانوں کو دیکھیں۔ ساتھ ہی جب آپؑ کے والد ماجد خراسان کی طرف تشریف لے گئے تھے اُس وقت مدینہ منورہ میں آپؑ نے اپنی زندگی کیسے بسر کی تھی۔

آئمہ اہلِ بیتؑ کے لوگ دشمن کیوں تھے؟

جب تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ امر سامنے آتا ہے کہ آئمہ اہلِ بیتؑ میں سے ہر امامؑ کا کسی نہ کسی طاغوت یا فرعون سے ضرور واسطہ پڑا ہے۔ ان طاغوتوں اور فراعنہ نے اپنے دور کے امام سے اس طرح مار کھائی جس طرح فرعونِ مصر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے مار کھائی تھی۔ یہ زہر کے زہریلے گھونٹ پیتے رہے اور پیچ و تاب کھاتے رہے۔ ان ستم پیشہ حکمرانوں نے اپنی پوری توانائیاں خرچ کر دی تھیں کہ اللہ کا نُور بجھ جائے۔

وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّآ أَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ (سورۂ توبہ، آیت ۳۲)

اب ہم یہاں یہ بحث کرتے ہیں کہ ان حکمرانوں کو آئمہ طاہرین علیہم السلام سے نزاع اور

---

① رجال کشی، ص ۵۶۷، ج ۶، حدیث ۱۵۷۳

خصومت کا سبب کیا تھا؟ یہ لوگ کیوں عداوت پر اُتر آئے تھے؟ اس موضوع پر روشنی ڈالنے کے لیے ایک مقدمہ کی ضرورت ہے جو پیش خدمت ہے۔

جی ہاں! آئمہ اہل بیت علیہم السلام حق وحقیقت کے مظاہر تھے، اُن کے فضائل واخلاق کی مجلیوں سے کائنات متجلّی تھی، اُن کے پہلوؤں سے علوم ومعارف کے چشمے پھوٹتے تھے۔ اُن کے اَقوال واَفعال حکمت ودانش کا منبع تھے۔

اے قاریٔ محترم! جب تم اُن کی زندگیوں کا مطالعہ کرو گے تو تمھیں کہیں اُن کی حیات میں لہوولعب، فضولیات اور ناپسندیدہ باتیں نظر نہیں آئیں گی۔ جب بھی دیکھو گے تو اُن کی زندگی ہر قسم کے مکارم کا بے پناہ خزانہ وذخیرہ نظر آئے گی۔ گزشتگان اُن سے آگے بڑھ سکے اور نہ آنے والے اُن سے مل سکے۔

جب تمھاری نظر اُن کے علم پر پڑے گی تو وہ زمین وآسمان کی تمام مخلوق سے اَعلم دکھائی دیں گے۔ اللہ رب العزت نے اُن کے قلوب میں اوّلین وآخرین کا علم رکھ دیا ہے۔

اے محترم قاری! جب تم اُن کی اقتصادی زندگی کو قریب سے دیکھو گے تو تم اُنھیں اَزہد الزہاد پاؤ گے۔ ائمہ اطہارؑ نے اپنی ملکوتی حیات کو درہم ودینار سے وابستہ نہیں رکھا تھا، لذائذ دُنیا کے الفاظ اُن کی زندگی کی لُغت میں نہیں تھے۔ اُنھوں نے متاعِ حیاتِ دُنیوی کو حقارت واستہانت سے دیکھا تھا۔

اگر تم رات کے آخری حصے میں اُن کے گھروں کے دروازوں پر جاؤ تو تمھیں خضوع وخشوع سے بھرپور تلاوتِ قرآنی کی ملکوتی آوازیں سنائی دیں گی۔ وہ قرآن کی تلاوت جس طرح کرتے ہیں جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے۔ جب قرآن کی آیات اُن کی مبارک زبانوں پر ہوتی ہیں تو اُس وقت وہ ان کے ظاہر وباطن پر نگاہ رکھے ہوتے تھے۔ ان کی تفسیر وتاویل، مرادی معانی اور مفاہیم مقصودہ کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں معرفت وتدبر اور تفکر کے ساتھ کرتے ہیں، اُن کے نفوسِ عالیہ آیات کے معانی میں ڈوبے ہوتے ہیں، اُن کے اَرواح وقلوب اُس وحی ربانی میں مستغرق ہوتے ہیں جو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی ہے۔ اُن کے مشاعر پر قرآن کی حکمرانی ہوتی ہے۔ قرآن کریم اُن کے

افکار کو کچھ اس طرح جذب کیے ہوتا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر کتاب اللہ کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔

جب تم اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے افراد کو تہجد اور نماز میں تلاوتِ قرآن کرتا دیکھو گے تو تم اپنے ہوش و حواس گم کر بیٹھو گے۔ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں جب مناجات کرتے ہیں تو اُنھیں وہ لذت نصیب ہوتی ہے جس کے کیف کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جب وہ قیام و رکوع اور سجود میں ہوتے ہیں تو وہ اپنے رب کی طرف اپنے قلوب و اَرواح اور مشاعر کے ساتھ کُلی طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ ان لمحات و ساعات میں اُنھیں اِس عالمِ خارجی کا کوئی خیال تک بھی نہیں ہوتا۔ زمان و مکان اور اپنے اِردگرد کا علم تک نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی ذات کو بھی بھول چکے ہوتے ہیں۔ اُن کے وجود پر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا غلبہ ہوتا ہے۔ خالق کی عظمت سے اُن کی دل کی دنیا تھرا رہی ہوتی ہے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو اس طرح برس رہے ہوتے ہیں جس طرح ساون کا بادل برستا ہے۔ وہ بارگاہِ خداوندی میں آہ و بکا کی آوازیں بلند کیے ہوتے ہیں۔ اللہ کی عظمت و کبریائی کے سامنے اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اُس کے عفو و حلم کو اپنے لیے ملجا و ماوٰی خیال کرتے ہیں۔ وہ رب العالمین کی بارگاہ میں استغفار و مغفرت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ نے اُنھیں معصوم بنایا ہے، اُن سے رجس دُور کیا ہے اور اُنھیں اس طرح پاک رکھا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔

دن ہوتا ہے تو اُن کی بارگاہِ امامت میں لوگ اُن سے ملنے کے لیے آتے ہیں تو وہ لوگوں کو کھلے دل اور خوشگواری سے ملتے ہیں، اُنھیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ محبت و عطوفت، تواضع و لطافت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان ہستیوں نے حُسنِ عمل اور اُصولِ انسانیت و اخلاق میں وہ تاریخ رقم کی ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ آلِ محمدؐ کی اِن ہستیوں نے صفا قلبی، نفس کی پاکیزگی اور انسانیت سے محبت میں وہ نام پیدا کیا ہے جسے زمانہ قیامت تک زندہ رکھے گا۔ یہ تو وہ ہیں کہ جنھوں نے اپنے دشمن پر بھی احسان کیا۔

اے قاریٔ محترم! لوگ ان کی بارگاہ میں آتے ہیں، کوئی دین کے بارے میں، کوئی دُنیا کے بارے میں، کوئی آخرت کے بارے میں، کوئی زمین و آسمان کے بارے میں، کوئی فقہ و

اُصول کے بارے میں سوال کرتا ہے، بلکہ یوں کہو کہ ہر موضوع کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔ جب بھی یہ جواب دیتے ہیں تو وہ جواب ہوتا ہے جو سائل کو مطمئن کر دیتا ہے۔

آدمؑ کی تاریخ میں کہیں یہ موجود نہیں ہے کہ آئمہ اہل بیتؑ سے کسی نے سوال کیا ہو اور اُنھوں نے لَا أَدْرِيْ. لَا أَعْلَمُ. لَا أَعْرِفُ کہا ہو۔ اِدھر سوال ہوا اُدھر جواب ملا اور سائل علم سے دامن بھر کر چلا گیا۔ یہ تو وہ چھوٹا سا باب ہے کہ جس سے ہم نے ائمہ اہل بیتؑ کی زندگی کی طرف نگاہ کی ہے۔

اگر ہم آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے زمانے کے طاغوتوں اور فرعونوں کے حالات لکھنے بیٹھیں تو پھر یہ کتاب اُن کے مظالم کی ایک بڑی دستاویز بن جائے گی۔ ان لوگوں کے قبائح و شنائع اور جرائم و جنایات اس قدر ہیں کہ ان پر زمانے کی لعنت ہو اور ہر عصر کی نئی نسل کی پھٹکار ہو۔

ہم بس اپنے اس قول پر اکتفاء کرتے ہیں کہ یہ طاغوت و فراعنہ آئمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت کے سو فی صد دشمن تھے۔

یہ کتاب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زندگانی پر مشتمل ہے۔ اب ہم آپؑ کے زمانے کے طاغوتوں کے حالات لکھتے ہیں جن کے سرغنہ مامون عباسی اور معتصم عباسی تھے۔

المامون العباسی

مامون عباسی ہارون الرشید کا بیٹا تھا۔ وہ سیاسی حیلہ بازیوں اور مکاریوں میں اپنے اَسلاف سے منفرد و ممتاز تھا۔ اس کی سیاست شیطنت اور منافقت کے مترادف تھی۔ ویسے تو ہر سیاست کار مختلف حربوں سے عوام کے حقوق کو غصب کرتا ہے اور مختلف طور طریقوں سے اُن کی قسمت کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے۔

جب ہم اپنے زمانے کے حکمرانوں کو دیکھتے ہیں تو اُن میں سے اکثر متلون مزاج ہوتے ہیں۔ کبھی کچھ ہوتے ہیں اور کبھی کچھ۔ اُن کا مقصود عوام پر حکمرانی کرنا ہوتا ہے اور اُن کی تقدیر سے کھیلنا ہوتا ہے۔ آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ بعض حکمران سختی کے ساتھ دین سے جنگ کرتے ہیں اور متدین لوگوں پر مظالم ڈھاتے ہیں اور اپنے آپ کو دین دار اور مذہب کا

وفادار ظاہر کرتے ہیں۔ مسلمانوں اور اسلام کا محافظ و معاون گردانتے ہیں۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ اس طرح اُن کا یہ سلسلہ جاری وساری رہتا ہے۔ حکمران اپنی حکومتوں کو طول دینے کے لیے اور مفادات کے تحفظ کے لیے ہزاروں انسانوں کا خون گرانے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اُن کا اقتدار بانجھ ہوتا ہے، وہ نہ اپنوں کے ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کے۔ محسن کش اور احسان فراموش ہوتے ہیں۔ حکمرانوں کے ظلم وستم سے انسانی خون سے زمین رنگین ہے۔

مامون عباسی انسانیت پر مظالم گرانے میں کسی سے کم نہ تھا۔ شیطنت، دھوکہ اور فریب دینے میں پرلے درجے کی ذہانت وفطانت رکھتا تھا۔ اس کے معاصرین اسے نہیں سمجھ پائے تھے کہ مامون ہے کیا اور یہ کس طرف ہے؟ کس کا ہے اور کس کا نہیں ہے؟ نت نئے انداز رکھتا تھا۔ آج تک اُمت کو اس کی سمجھ نہیں آئی کہ مامون کیا تھا۔ آج بھی بعض لوگ اُس پر حُسنِ ظن رکھتے ہیں بلکہ اُسے شیعہ خیال کرتے ہیں کہ اُس نے ایک دفعہ کہا تھا:

أَتَدْرُوْنَ مَنْ عَلَّمَنِيَ التَّشَيُّعَ؛

"کیا تم جانتے ہو کہ مجھے تشیع کی تعلیم کس نے دی ہے؟" ①

المختصر! مامون کی سیاست نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہر صورت زمانے کے امام، حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دے بلکہ عرشِ خلافت اُن کے حوالے کردے، تاکہ اُمت مسلمہ کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے کیونکہ اُس زمانے کے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ عباسی حکمران غاصب ہیں۔ اُنھوں نے اہلِ بیت اطہارؑ کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ اب اُن کے حقوق پر قبضہ جما رکھا ہے۔ مامون نے اس طرح یہ کھیل کھیل کر عوامی رائے کو اپنے حق میں کرلیا کہ وہ علویوں کے لیے نرم گوشہ رکھتا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ مامون کی ایک سیاسی چال ہے۔ آپؑ اُس کے دھوکے میں نہ آئے اور آپؑ نے حکومت کے ایوان میں بیٹھنے سے انکار کردیا تھا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی امامت وخلافت اللہ رب العزت اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف

---

① کتاب عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۸۳، باب

سے ثابت تھی۔ لوگ تسلیم کریں نہ کریں آپؑ حکومتِ الٰہیہ کے نمائندے تھے۔ رسولؐ اللہ کی آپؑ کی امامت پر نص ہے۔ اس کا ثبوت وہ احادیثِ متواترہ صحیحہ اور مشہورہ ہیں جو اہلِ اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اگر خلافت کا مفہوم یہ ہو کہ وہ الٰہی منصب ہے جو منصبِ نبوت کی فرع ہے۔ اس منصب کا اختیار اور انتخاب اللہ کے پاس ہے۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کو خبر دی اور رسولؐ اللہ نے اس منصب پر فائز ہونے والی ہستیوں کی تشریح و توضیح کی اور اس منصب کے حاملین کی شرائط بتائیں۔ اگر یہ خلافت مامون کے پاس شرعی صورت میں آئی تھی تو پھر اُس کے لیے جائز نہیں تھا کہ وہ اپنے شرعی حق کو چھوڑے جو اُسے اللہ کی طرف سے ملا ہے۔ اگر یہ خلافت مامون کے پاس غیر شرعی راستے سے پہنچی تھی تو اُسے یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ کسی کو ہبہ کرے کیونکہ وہ اُس کا مالک نہیں تھا۔ مامون کو اُمورِ مسلمین کے انتخاب و اختیار کا اُسے کس نے حق دیا تھا؟

جی ہاں! مامون پر واجب تھا کہ وہ خلافت سے استعفیٰ دے اور اپنے غاصب ہونے کا اعتراف کرے کہ اُس نے آلِ محمدؐ پر ظلم کیا ہے۔ وہ حکومت کرنے کا اہل ہی نہیں ہے۔ اعلان کرے کہ اُمتِ اسلامیہ کا شرعی خلیفہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام ہیں جس طرح معاویہ بن یزید بن معاویہ نے اعلان کیا تھا اور خلافت کو چھوڑ دیا تھا۔ گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ اُس نے اہلِ شام کے درمیان اعلان کیا تھا کہ اِس وقت خلافت کا کوئی شرعی وارث ہے تو وہ حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام ہیں۔ یہ مشہور واقعہ تاریخ میں محفوظ ہے۔

مامون عباسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ منورہ سے خراسان آنے پر مجبور کر دیا تھا کہ جب وہ آئیں گے مامون حکومت کو اُن کے حوالے کر دے گا اور خود حکومت سے دستبردار ہو جائے گا۔ وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنا دیں گے اس طرح یہ اُس کے احسان کی جزا ٹھہرے گی۔ اس طرح مامون امام علیہ السلام کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائے گا اور اس طریقے سے اُس کا سیاسی بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور علوی اُس کی طرف مائل ہو جائیں گے اور اُن کے لیے جو ماحول اُس کے والد ہارون نے بنایا تھا اس سے اُن کی گھٹن دُور ہو جائے گی۔

مامون ایک جاہل آدمی تھا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام اس کائنات کے اَعلم، اَعرف اور اَوْلیٰ ہستی ہیں۔ آپؑ اُس کے ہاتھوں میں سیاسی کھلونا نہیں بنیں گے۔ جب مامون الرشید نے دیکھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اُس کی پیش کش کو ٹھکرا دیا ہے اور وہ اپنے منصوبہ میں ناکام ہوگیا ہے اور اُس کی شیطانی فکر راستے میں ہی دم توڑ گئی تھی تو پھر اُس نے ایک اور چال چلی اور امام علیہ السلام کو ولی عہدی کی پیش کش کی۔

جی ہاں! جس مقام و منزلت کے امام علیہ السلام مالک تھے اُس سے ہٹا کر اُس سے پست عہدہ کی پیش کش کرنا شروع کردی۔ امام علیہ السلام نے جب اُس کی پیش کردہ حکومت کو قبول نہیں کیا تھا تو اُس کی ولی عہدی پر کیسے راضی ہوجاتے؟

امام علیہ السلام نے سختی کے ساتھ انکار کردیا تھا کہ وہ ولی عہدی کا منصب قبول نہیں کرسکتے لیکن اُس وقت کی سیاسی فضا اتنی منتشر ہوچکی تھی کہ جس نے مامون کو پاگل کر رکھا تھا۔ اُس نے امام علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دے دی کہ اُنھیں ہر صورت یہ عہدہ قبول کرنا ہوگا۔ اِس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون کے دل میں امام علیہ السلام کی کوئی محبت نہ تھی اور نہ وہ آپؑ کی امامت کا معتقد تھا۔ اگر ایسی بات ہوتی تو وہ امام علیہ السلام کو قتل کی دھمکی نہ دیتا۔ ایسی سیاست و حکمرانی کے سامنے نہ دین ہوتا ہے اور نہ دیانت اور نہ عقیدہ۔ حکمران صرف اور صرف مصلحت پسند ہوتے ہیں کہ کسی طریقے سے اُن کا کام نکل آئے۔

یہ بحث مزید تشریح و تفصیل کی محتاج ہے۔ بارگاہِ خداوندی سے اُمید ہے کہ وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زندگی پر کتاب لکھنے کی توفیق دے گا تو پھر اسی مناسبت سے تمام واقعات و حالات بیان ہوں گے۔

المختصر آخرکار مامون کے شریر نفس نے نمایندہ الٰہی کو منظرِ عام سے ہٹانے کے لیے سازش تیار کی اور امام علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کردیا۔ جب امام علی رضا علیہ السلام کا جنازہ اُٹھا تو مامون تشییع جنازہ کے لیے ننگے پاؤں باہر نکلا۔ اُس کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور آستینیں چڑھی ہوئی تھیں۔ چہرے پر غم کے آثار سجا کر عوام کو فریب دے رہا تھا کہ وہ امامؑ کی شہادت کے صدمہ سے حیران و سرگردان ہے۔ لیکن زمانہ آنکھیں رکھتا ہے۔ وہ پرکھ لیتا ہے کہ یہ بازی گر

اپنی بازی سے اُنھیں دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ خراسان کے بچے بچے کی زبان پر تھا کہ ماموں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو زہر جفا سے شہید کر دیا ہے۔

مامون الرشید کے خلاف وہ ردعمل ہوا کہ وہ خراسان میں نہ ٹھہر سکا۔ اُسے خراسان سے بھاگ کر بغداد آنا پڑا تا کہ اُس کے اس جرم پر پردہ پڑ جائے اور اُس علاقے سے دُور ہو جائے جس کی فضا اُس کی مخالف ہو گئی ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد گرامیؑ کی بارگاہ میں

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو ابھی خراسان میں گئے ہوئے چار یا پانچ سال ہوئے تھے کہ آپؑ کو حالتِ سفر میں وطن سے دُور زہر کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔ اس طرح آپؑ نے اپنا وعدہ ایفا کر دیا۔ ابھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی مبارک روح آپؑ کے قفسِ عنصری میں موجود تھی کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام باعجاز امامت وہاں پہنچے اس وقت آپؑ کی عمر شریف نو سال تھی۔ آپ خراسان اس لیے آئے تھے تا کہ اپنے بابا کی تغسیل وتحنیط اور تکفین کریں اور آپؑ پر نماز پڑھیں۔

محدثِ عظیم حضرت آیت اللہ شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے "عیون اخبار الرضاؑ" میں ابوصلت کی حدیث نقل کی ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زہر کے ذریعے شہادت، کیفیت وفات اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہاں ہم اس حدیث کے اُن پہلوؤں کا ذکر کریں گے جو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے مربوط ہیں۔

میں گھر کے صحن میں مغموم و محزون کھڑا تھا کہ میرے سامنے حسین و جمیل نوجوان ظاہر ہوا جس کے بال خوبصورت اور گھنگریالے تھے جو شکل و شمائل میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مشابہ تھا۔

میں نے پوچھا: گھر کے دروازے بند تھے آپؑ اندر کیسے داخل ہوئے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے مدینہ سے لایا گیا ہے۔ اُس نے مجھے اس گھر میں داخل کیا حالانکہ تمام دروازے بند تھے۔

میں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابوصلت! میں تیرا امامؑ ہوں۔ میں محمدؑ بن علیؑ ہوں۔ اس کے بعد آپؑ اپنے والد گرامیؑ کے پاس چلے گئے۔ امام علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ میں بھی اندر آ جاؤں۔ جب امام علی رضا علیہ السلام کی اُن پر نظر پڑی تو جلدی سے اُٹھے اور اُنھیں سینے سے لگایا، معانقہ کیا اور اُن کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر اُنھیں اپنے بستر پر بٹھایا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے بابا کے بوسے دینے لگے۔ اس دوران کوئی ایسی بات کی جو میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس دوران حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے کہا: اے ابوصلت! پانی کے خزانے میں جاؤ اور وہاں سے پانی لے آؤ۔ وہاں پانی موجود ہے۔ میں نے کہا: خزانہ میں پانی نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم جاؤ اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔

راوی کہتا ہے کہ جب میں وہاں گیا تو خزینۂ آب بھی تھا اور اس میں پانی بھی تھا۔ میں پانی لے آیا۔ میں نے قمیص کی آستینیں چڑھائیں تا کہ امام علیہ السلام کو غسل دوں۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوصلت! ایک طرف ہو جاؤ، میرے معاون موجود ہیں۔

حضرت امام جواد علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کو غسل دیا، پھر مجھے فرمایا: اُدھر ٹوکری پڑی ہے اُس میں کفن اور حنوط ہے۔ وہ لے آؤ۔

میں وہاں گیا تو واقعی ایک ٹوکری پڑی تھی جو اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھی تھی۔ وہ میں اُٹھا لایا۔ امام علیہ السلام نے اپنے بابا کو کفن دیا اور آپؑ پر نماز پڑھی۔

پھر مجھے فرمایا: تابوت لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں درکھان کے پاس جاتا ہوں اور اُس سے تابوت بنواتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خزانہ میں تابوت موجود ہے، وہ لے آؤ۔ میں اندر گیا تو تابوت موجود تھا جو میں نے پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے بابا کے مقدس جسم کو اُٹھا کر اُس تابوت میں رکھ دیا۔ ①

---

① کتاب عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۷۱، باب ۶۳، الخرائج، ج ۱، ص ۳۵۲، حدیث ۸

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا سوگ

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام جب اپنے والد بزرگوار کے دینی مراسم یعنی تغسیل، تکفین اور نماز سے فارغ ہوئے تو باعجاز امامت خراسان سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور اپنے خاندان کو اپنے بابا کی مظلومیت و شہادت کی خبر دی۔ آپؑ نے اُنھیں حکم دیا کہ وہ صفِ ماتم بچھائیں تاکہ اُس امامؑ پر گریہ و بکا کریں جنھیں زہر سے شہید کیا گیا تھا اور عالمِ غربت میں وطن سے دُور اُن پر وہ ظلم کیا گیا ہے جس سے کائنات گریہ کناں ہے۔

اُمیہ بن علی سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ میں اکثر حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کی بارگاہ میں آمد و رفت رکھتا تھا۔ اُن دنوں حضرت امام علی رضا علیہ السلام خراسان میں تھے۔ امام علیہ السلام کے خاندان کے دوسرے لوگ بھی آپؑ کے پاس اکثر آتے جاتے تھے۔ ایک دن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنی کنیز سے کہا کہ وہ گھر والوں سے کہیں کہ صفِ ماتم بچھائیں۔ جب ہماری یہ مجلس برخاست ہوئی تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا: کس کے ماتم کی یہ صف بچھائی گئی تھی؟ دوسرے دن ہم نے اپنی بات دہرائی کہ کس کا ماتم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُس کا ماتم جو اپنے وقت کے امامؑ تھے اور سب سے بہتر و برتر تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب ہمیں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو حساب کیا اُن ایام میں آپؑ کی شہادت ہوئی تھی جن دنوں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے گھر میں صفِ ماتم بچھانے کا حکم دیا تھا۔ ①

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد کے واقعات

ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون الرشید کو خراسان چھوڑنا پڑا تھا۔ وہ فوراً بغداد منتقل ہو گیا، تاکہ مشتعل لوگوں سے دُور ہو جائے۔ کہیں وہ اُسے نقصان نہ پہنچا دیں۔

---

① کشف الغمہ اربلی، ج ۳، ص ۱۵۹؛ دلائل امامت طبری، ص ۲۱۲

جب وہ بغداد منتقل ہوا تو یہاں وہ عیش و عشرت میں گم ہو کر رہ گیا۔ رقص و سُرود کی محفلیں برپا ہونے لگیں۔ شراب کے جام اُچھلنے لگے۔ گلوکار اور گلوکارائیں بادشاہ کی نُورِ نظر ٹھہرنے لگیں۔ اس کے مقربین مترفین تھے جنھیں بے پناہ دولت نے غرور و تکبر میں مبتلا کر رکھا تھا۔

آیئے اب مدینہ منورہ کی طرف چلتے ہیں تاکہ اُس کی سوگ سے لبریز فضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حزن و غم میں بلند ہونے والی پُر درد صداؤں کو سنیں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کی خبر اکناف و اطراف میں پھیل گئی حتیٰ کہ دنیا میں آباد دُور دراز کے علاقے میں رہنے والے شیعوں تک یہ خبر پہنچ گئی۔ وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے نائب کو جانتے تھے لیکن اُنھوں نے اُن کی امامت کی نص کے بارے میں امام علی رضا علیہ السلام کے اقوال نہیں سنے تھے۔ مدینہ منورہ آلِ رسولؐ کا وطن تھا۔ نبیؐ کا خاندان وہاں آباد تھا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اُن کا امام کون ہے اس لیے یہ بحث شروع ہو گئی۔

مدینہ منورہ میں وفود کی آمد

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد اَطراف و اکناف سے وفود مدینہ منورہ آنے لگے تاکہ اُنھیں معلوم ہو کہ اب اُن کا امام کون ہے؟ بغداد سے تقریباً اسی آدمی آئے جن میں سے کچھ مشاہیر شیعہ اور فقہائے کبار تھے۔ وہ اس غرض سے آئے تھے کہ اب زمانے کا امام کون ہے؟ یہ تمام وفود حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے گھر آئے تھے کیونکہ خراسان جانے سے پہلے امام علیہ السلام کا مسکن یہی تھا۔ یہی گھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا تھا۔ اہلِ بیتؑ کے پیروکاروں کا مرکز تھا۔ اس گھر کے دروازے وفود اور حجاج پر کھلے رہتے تھے۔ اس دفعہ یہ مکان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سبھی انتظار میں تھے کہ گھر سے کوئی فرد باہر آئے اور وہ اُس سے امام علیہ السلام کے بارے میں سوال کریں تاکہ اُن کا مسئلہ حل ہو جائے۔

اس دوران حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بیٹے حضرت عبداللہ (جو حضرت امام جوادؑ کے چچا تھے) ان لوگوں کے پاس آئے۔ وہ اس وقت بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اُن کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام گھر سے باہر آئے اور اس اجتماع کے پاس آئے۔ آپؑ کے احترام کے

لیے تمام اہلِ مجلس کھڑے ہوئے۔ اُس وقت ہر طرف سے آپؑ پر آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ جب لوگوں نے آپؑ کو دیکھ لیا تو پھر ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنا شروع کیا کہ کیا اس عمر میں کوئی امام ہوسکتا ہے؟

حاضرین میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اُس نے حضرت عبداللہ بن موسیٰ سے فقہ کا ایک سوال پوچھا لیکن جناب عبداللہ اُس کا صحیح جواب نہ دے سکے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے چچا کی طرف دیکھا کہ اُنھوں نے صحیح جواب نہیں دیا۔ حضرت عبداللہ نے معذرت کی اور استغفار پڑھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے وہ جواب دیا جو صحیح تھا اور آپؑ کے چچا کے جواب کے برعکس تھا۔ ① اس کے بعد لوگوں نے باری باری امام علیہ السلام پر سوالات کرنا شروع کر دیے۔ میرا یقین ہے کہ اُن حاضرین نے آپؑ پر یہ سوالات اَزراہِ امتحان اور اختیار کیے تھے۔

اس اجتماع میں شیعہ علماء اور فقہاء کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ آئمہ طاہرینؑ کے جلیل القدر اصحاب بھی حاضر تھے جو شرعی اَحکام کے ماہر تھے۔ اُنھوں نے امام علیہ السلام سے مختلف سوالات کیے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے وقت کے امامؑ یہی ہیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پر جوں ہی سوال ہوتا آپؑ اُس کا فوراً جواب دیتے۔ اس طرح آپؑ نے احکامِ الٰہیہ واقعیہ قطعیہ کے مطابق جوابات دیے۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اِس مجلس میں امامؑ پر کتنے سوال ہوئے اور آپؑ نے اُن سب کو مطمئن کیا۔ آخرکار مجلس ختم ہوئی اور لوگ منتشر ہوئے، کیونکہ اُنھوں نے معلوم کر لیا تھا کہ اُن کے زمانے کے امامؑ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ہیں اور وہ یہی ہیں۔

اس مکالمہ طرز کے طریقے نے لوگوں کو اطمینان بخشا کہ امامؑ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

محمد بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میں نے آپؑ پر چند سوال کیے۔ آپؑ نے جواب دیے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوعلی! اپنے شک کو دُور کرو، میں ہی اپنے بابا کا نائب ہوں۔ ②

---

① ان واقعات کی تفصیل کتاب کے اگلے صفحات میں آئے گی۔

② الکافی، ج ۱، ص ۳۲۰، حدیث ۳

حضرت امام موسیٰ جعفر علیہ السلام نے مدینہ منورہ کے مضافات میں ایک گاؤں کی بنیاد رکھی تھی جس کا نام (صریا) تھا۔ یہ قریہ حضرت امام جواد علیہ السلام کے دور میں موجود تھا۔ امام علیہ السلام اکثر اس قریہ کی طرف چلے جاتے تھے تاکہ آپ حکومتی جاسوسوں کی نگرانی سے محفوظ رہیں۔ آلِ محمدؑ کے پیروکار اسی گاؤں میں جاتے، امامؑ سے ملتے اور مسائل حل کراتے تھے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام انھیں معارف کی تعلیم دیتے۔ امام علیہ السلام اُن کے سامنے وہ اِستدلالی گفتگو کرتے کہ اُنھیں یقین ہو جاتا کہ آپؑ ہی امامِ زمان ہیں۔

اے قاریٔ محترم! گذشتہ صفحات میں ہم نے دو روایات کا ذکر کیا تھا کہ حضرت امام جواد علیہ السلام کی ملاقات کے لیے وفود آئے اور اُنھوں نے آپؑ سے ملاقات کی۔ اپنی بات کی تکمیل کے لیے دوبارہ اُنھیں یہاں ذکر کرتے ہیں:

معلّٰی بن محمد سے روایت ہے، حضرت ابوجعفر علیہ السلام اپنے والدِ بزرگوار کی شہادت کے اوائل میں میرے سامنے آئے۔ میں نے غور سے آپؑ کے حلیہ مبارک کو دیکھا، تاکہ آپؑ کے بارے میں اپنے مصر کے اصحاب کو بتا سکوں کہ ہمارے امام کا حلیہ مبارک اس طرح ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے معلّٰی! اللہ نے امامت کو انھی دلائل سے ثابت کیا ہے جن دلائل سے اُس نے نبوت کو ثابت کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا (سورۂ مریم: آیت ۱۲)

"ہم نے اُسے بچپن میں حکمت عطا کر دی تھی"۔

علی بن اسباط سے روایت ہے، میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر تھا کہ آپؑ کے فرزند حضرت امام محمد تقی علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپؑ کو غور سے دیکھا، تاکہ میں آپؑ کا حلیہ مبارک اپنے مصر کے اصحاب کے سامنے بیان کر سکوں۔

آپؑ میرے پاس بیٹھے اور فرمایا: اے علی! اللہ تعالیٰ نے امامت کے اثبات کے لیے وہ دلائل دیے ہیں جو اُس نے نبوت کے اثبات کے لیے دیے تھے۔ فرمایا:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا (سورۂ مریم: آیت ۱۲)

"اور ہم نے اُسے بچپن میں حکمت عطا کی تھی"۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (سورۂ یوسف: آیت ۲۲)

''اور اُس وقت نبوت دی جب وہ جوان ہوا''۔

وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً (سورۂ احقاف: آیت ۱۵)

''اور جب وہ چالیس سال کے ہوئے''۔

وہ چاہے تو بچپن میں نبوت عطا کر دے اور چاہے تو چالیس سال کی عمر میں نبی بنا دے۔

بچپن میں عظمت کا حصول

علی بن حسان الواسطی المعروف العمش ① سے روایت ہے: میرے پاس بچوں کے کھیلنے کے لیے کچھ کھلونے تھے، اُن میں سے کچھ چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے آقا! یہ کچھ کھلونے ہیں جو میں آپ کو بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔ جب لوگ متفرق ہوئے اور آپؑ صریا گاؤں کی طرف چلے تو میں بھی آپؑ کے ساتھ چلا۔ وہاں میری ملاقات آپؑ کے غلام موفق سے ہوئی، میں نے کہا: میں امامؑ سے ملنا چاہتا ہوں اجازت لے آئیں۔ جب اجازت ملی، میں نے آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ آپؑ غصے میں تھے۔ آپؑ نے مجھے بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا عرض کیا: آپؑ نے میری طرف غصے سے دیکھا۔ پھر دائیں بائیں دیکھا اور فرمایا: کیا اللہ نے مجھے ان چیزوں کے لیے تخلیق کیا ہے؟ میں اور کھیل؟ میں نے امام علیہ السلام سے معافی مانگی۔ آپؑ نے مجھے معاف کیا اور پھر میں واپس چلا آیا۔ ②

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور مامون عباسی

مدینہ منورہ کا گورنر ظالم حکومت کا نمائندہ تھا۔ اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پر جاسوس مقرر کر رکھے تھے تاکہ امام علیہ السلام کے معاملات و معمولات اُس کے سامنے رہیں۔ مشرق و مغرب سے وفود کی آمدورفت مدینہ منورہ میں جاری تھی۔ امام علیہ السلام کے گھر پر لوگوں کا

---

① بحارالانوار میں یہی لفظ ہیں لیکن اصل میں العمش کے لفظ ہیں۔

② بحارالانوار، ج۵۰، ص۵۹؛ دلائل الامامت، طبری، ص ۲۱۳

اجتماع اُسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ آئے دن امام علیہ السلام کے خلاف حکومت کو رپورٹیں بھیجتا رہتا تھا۔ یہ رپورٹیں جھوٹ کا پلندہ ہوتی تھیں۔ گورنر اور اُس کے آلۂ کار بادشاہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کارروائی میں مصروف رہتے تھے، تاکہ اُن کی نوکری پکی ہو اور مدارج بھی بڑھتے رہیں اور اُن کا دشمن کمزور ہوتا رہے۔ مامون نے مدینہ کے گورنر کی رپورٹوں سے یہ اندازہ لگایا کہ لوگوں کو اپنے امام علیہ السلام کا علم ہوگیا ہے اور لوگوں نے اُن کے پاس اپنی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

آئیں اور اب بغداد کی طرف چلیں

اب ہم بغداد چلتے ہیں تاکہ بغداد کے طاغوت کا وہ منصوبہ دیکھیں جو اُس نے امام وقتؑ کے لیے تیار کیا تھا۔ مامون الرشید نے امامت کے خلاف ایک نئی منصوبہ بندی کی۔ اُس نے گورنر مدینہ کی طرف خط لکھا کہ وہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد بھیج دے، تاکہ وہاں اُن کی قریب سے نگرانی ہو سکے اور وہ اپنے نانا (رسولؐ اللہ) کے روضۂ اقدس سے دُور ہو جائیں تاکہ ان کی دینی اور اسلامی سرگرمیاں ختم ہو جائیں۔ جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بغداد پہنچے تو اُس وقت آپؑ کی عمر شریف دس یا گیارہ برس تھی لیکن آپؑ امامت کی تمام صفات سے کامل طور پر متصف تھے۔

ذہنی تبادر یہ ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام جب بغداد پہنچے تھے تو آپ علیہ السلام کی اطلاع کے بغیر پہنچے تھے۔ تاریخ خاموش ہے کہ مدینہ منورہ سے بغداد کے اس سفر میں آپ کا رفیقِ سفر کون تھا اور جب امامؑ بغداد آئے تو آپ کا گھر کہاں تھا؟

جب مامون عباسی شکار کھیلنے کی طرف نکلا

شاید امام علیہ السلام کا ارادہ ہو کہ آپؑ مامون کو اُس کے قصر شاہی میں ملیں، تاکہ وہاں اُس سے ملاقات ہو لیکن کیسے اور کس طرح؟ امام علیہ السلام کو معلوم تھا کہ مامون فلاں دن شکار کے لیے نکلتا ہے اسی لیے آپؑ نے مقررہ دن اُس کے راستے پر جا کر وقوف کیا۔ وہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ وہاں مامون اپنے خدم و حشم شکاری کتوں اور عقابوں کے ساتھ پہنچا۔ بچے خوف

سے اِدھر اُدھر بھاگ گئے لیکن حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے شہزادے وہیں رُکے رہے۔ آپؑ نے کبر وغرور کے پیکر شاہی کاروان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ مامون کی آنکھیں اس نوخیز جوان پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ کچھ آگے بڑھا اور رُک کر پوچھا: جب دوسرے بچے ہمارے خوف سے یہاں سے بھاگ گئے تھے تو تم کیوں نہیں بھاگے؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا:

بِاَنَّ الطَّرِيْقَ لَمْ يَكُنْ ضَيِّقًا، حَتّٰى اُوسِعَهٗ، وَلَمْ اَرْتَكِبْهُ ذَنْبًا حَتّٰى اَخْشَى الْعُقُوْبَه؟

"راستہ تنگ نہیں تھا کہ میں اپنے آپ کو وہاں سے ہٹا کر اُسے وسیع کرتا اور نہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا تھا کہ سزا کے خوف سے بھاگ کھڑا ہوتا؟"

فرزندِ رسولؐ کا مدلل جواب سن کر مامون کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئی۔ اس جرأت مندانہ جواب کے آگے اس نے اپنے آپ کو بے بس خیال کیا اور اپنی راہ لی۔

یہاں جو روایات ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ مامون نے امام علیہ السلام کو وہاں اُس راستے پر چھوڑا اور شکار کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایک اور روایت ہے کہ مامون نے امام علیہ السلام سے آپؑ کا نام بھی پوچھا تھا؟

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: میں محمدؐ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؐ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔

امام علیہ السلام نے اَزراہِ فخر و افتخار اپنے آبائے طاہرینؑ کا نام لیا کیونکہ وہ اشرف المخلوقات اور اطہر الکائنات ہیں۔ جی ہاں! ایسے اَرفع و اقدس نسب قابلِ فخر ہوتے ہیں۔

شاعر فرزدق نے کہا تھا:

اُولٰئِكَ آبَائِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيْرُ الْمَجَامِعُ

"یہ میرے آباؤ اجداد ہیں۔ اے جریر! جب مجالس ہمیں ایک جگہ اکٹھا کریں تو ذرا اُن کی مثال تو لاؤ"۔

یہ امام علی رضاؑ کے یتیم ہیں

مامون کو یاد آیا کہ یہ نوجوان حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا یتیم ہے۔ اس نوجوان کو اُس نے یتیم کیا ہے اور اُن کے والد کی محبتوں سے اُسے محروم کیا ہے۔ اس نوجوان نے بھی یاد کیا کہ یہ وہی مامون ہے کہ جس کے جرائم کی وہ بھینٹ چڑھے ہیں کہ اُن کا بابا اُس کے ہاتھوں پردیس میں شہید ہوا اور وہ صغر سنی میں یتیم ہو کر رہ گئے۔ (1)

مامون نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو وہاں چھوڑا اور شکار کی طرف نکل گیا۔ شکار کے دوران اُس نے فضا میں باز کو چھوڑا اور وہ گھنے بادلوں میں گھس گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اُس کی چونچ میں چھوٹی سی مچھلی تھی جو زندہ تھی۔ مامون نے وہ مچھلی اپنے ہاتھ میں لی اور واپس اپنے شہر کی طرف لوٹا۔

جی ہاں! جب وہ شکار سے واپس لوٹا تھا تو وہ چھوٹی سی مچھلی شکار کر کے واپس آیا تھا۔ دیکھا جائے تو ایسا کھیل بچے ہی کھیلتے ہیں لیکن وہ خلافت اور اُمورِ مسلمین کی مسئولیت کا داعی تھا۔ وہ نصف کرۂ اَرضی کا حکمران تھا۔ جمعہ اور عیدین کے ایام میں ہزاروں منابر میں اس کا نام لیا جاتا تھا۔

جی ہاں! یہ اپنی سواری پر سوار ہو کر شکار کے لیے نکلا تھا، تا کہ ایک چھوٹی سی مچھلی کا شکار کرے گویا کہ وہ ایک فقیر تھا اور ایک دن کی خوراک اپنے پاس نہیں رکھتا تھا۔ اُسے اپنی رعایا سے کوئی غرض نہ تھی کہ اُن کے حالات کیا ہیں اور اُن پر کیا گزر رہی ہے۔

واپسی پر مامون کا گزر اُسی راستے پر ہوا تھا جس راستے پر اُس کی امام علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔ اُس کی مٹھی میں وہی مچھلی تھی۔ پہلے کی طرح تمام بچے بھاگ نکلے اور امامؑ اکیلے رہ گئے تھے۔

مامون نے کہا: میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سمندر سے بادل اُٹھا، اُس میں ایک چھوٹی سی مچھلی آ گئی۔ جب وہ

---

(1) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ اربلی، ج ۲، ص ۳۴۳

فضا میں گری تو بادشاہ کے باز نے اُسے اپنا شکار بنایا۔ اب وہ اُسے اپنی مٹھی میں رکھ کر سلالۂ نبوت کا امتحان لیتا ہے۔ ①

مامون نے جب یہ جواب سنا تو اُس کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ فوراً اپنے مرکب سے اُترا اور امام علیہ السلام کے سرِ اقدس پر بوسے دینے لگا۔ اُسے اس وقت سمجھ آئی کہ یہ نوجوان باقی نوجوانوں کی مثل نہیں ہے بلکہ اس کا دل و دماغ علم و حکمت سے لبریز ہے۔

مامون کی شیطنت نے انگڑائی لی کہ اب اس نوجوان کے خلاف کس طرح منصوبہ بنایا جائے، تا کہ وہ لوگوں کو اپنے علم و دانش سے متقلب نہ کر سکے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی اُمِ فضل کا عقد اس نوجوان سے کر دے، حالانکہ وہ اُس وقت چھوٹی تھی۔

مامون کا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنا داماد بنانا

جب مامون الرشید نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی دُختر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زوجیت میں دے تو یہ خبر عباسی خاندان پر کسی قیامت کے ٹوٹنے سے کم نہ تھی کیونکہ وہ اُس وقت کے حکمران تھے۔ وہ ایک بہت بڑا خاندان بن چکے تھے۔ روایت ہے اُس دوران اُن کی تعداد ۳۳ ہزار نفوس سے تجاوز کر چکی تھی۔ لیکن اُنھیں مامون کے ہدف کا علم نہیں تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ

---

① حضرت امام جواد علیہ السلام نے مامون کو جو جواب دیا تھا اس میں تعجب کا مقام یہ ہے کہ آپؑ نے بتا دیا تھا کہ اس کی مٹھی میں مچھلی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے عراق میں خود دیکھا ہے کہ جب آسمان سے بارش ہوئی تو ہزاروں کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے مینڈک زمین پر آئے۔ ۱۳۰۶ ہجری میں جنوبی ایران کے علاقے میں بارش ہوئی تو بارش میں لاکھوں مینڈک زمین پر گرے جس سے گھر اور باغ بھر گئے تھے۔
جی ہاں! ایسا ہونا ممکن ہے جب ہوا زمین پر ہیجانی صورت اختیار کرتی ہے وہ دائرہ کی صورت میں پر پیچ بناتی ہے۔ وہ گرد و غبار کو آسمان کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ اُس وقت عمودی شکل میں ہوتی ہے۔ وہ گرد و بار کی شکل میں چلنے میں تیز و تند ہوتی ہے۔ جب یہ دریاؤں اور سمندروں کے کناروں پر چلتی ہے تو چھوٹی مچھلیاں اور مینڈک اپنے ساتھ اُڑا لے جاتی ہے۔ یہ مچھلیاں اور مینڈک بادلوں میں آجاتے ہیں اور ہوا کے دوش پر سوار رہتے ہیں۔ یہ بادل آبی بخارات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ جب یہ بادل بارش برساتے ہیں تو یہ مچھلیاں اور مینڈک زمین پر آجاتے ہیں۔ مذکورہ واقعہ سے متعلق احادیث بہت زیادہ ہیں۔ یہاں ہم نے وہ پیش کی ہیں جو عقل کے قریب ہیں۔

مامون حکومت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حوالے کردیں گے اور اُن کی حکومت ختم ہوجائے گی۔ اُنھوں نے مامون کے اس فیصلے کے خلاف کئی محاذ کھول دیے تھے، لیکن مامون نے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ ہر صورت اپنی بیٹی کا رشتہ امامؑ سے کرے گا۔ وہ اپنی برادری سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ سب کچھ اُن کے مفاد میں ہورہا ہے۔

حضرت علامہ الشیخ طبرسیؒ نے اپنی کتاب ''احتجاج طبرسی'' میں ایان کی روایت نقل کی ہے کہ جب مامون نے اپنی دختر اُم الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کرنا چاہا تھا۔ جب یہ خبر عباسیوں میں عام ہوئی تھی تو اُن پر یہ معاملہ نہایت ہی دشوار گزار تھا۔ اُنھوں نے اِسے نہایت ناپسند کیا وہ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں وہی معاملہ ہو جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔

وہ مامون کے پاس آئے اُسے سمجھانے کی بہت کوشش کی حتیٰ کہ اُسے اللہ کے واسطے دیے کہ ایسا کام نہ کرو۔ آپؑ ابنِ رضاؑ سے اپنی بیٹی کے عقد کا ارادہ کرچکے ہیں اس سے رُک جائیں، کیونکہ ہمیں یہ خوف ہے کہ آپؑ اس امرِ خلافت کو اپنے خاندان سے نکال دیں گے کہ جس کا خدا نے ہمیں مالک بنایا ہے اور وہ عزت کا لباس اُتار دیں جو اللہ نے ہمیں پہنایا ہے، حالانکہ آپ اس چیز کو خوب جانتے ہیں جو اس قوم اور ہمارے درمیان گذشتہ اور موجودہ زمانے میں رہے اور جس پر آپ سے پہلے خلفائے راشدین قائم تھے۔ اِن لوگوں نے اُنھیں بھی کچھ نہیں سمجھا تھا۔ ہم تو امام علی رضا والے معاملہ میں بھی پریشان تھے لیکن خدا نے اس ہم کو حل کردیا تھا، لہٰذا ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمیں دوبارہ دُکھ میں نہ ڈالیں جو ہم سے دُور ہوچکا ہے۔ یہ رشتہ ابنِ رضاؑ کو نہ دیں، اپنے خاندان کے کسی لائق و فائق نوجوان کو دے دیں۔

جب اِن کی بات ختم ہوئی تو مامون نے اُن لوگوں سے کہا: جو کچھ تمھارے اور آلِ ابی طالبؑ کے درمیان ہے اُس کا تم ہی سبب ہو اور اگر تم اُس قوم سے انصاف کرو تو وہ تم سے حکومت کے زیادہ حق دار ہیں اور مجھ سے پہلے والے لوگوں نے اُن سے جو سلوک رکھا وہ قطع رحمی ہے۔ میں اُس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں اس پر نادم نہیں ہوں جو

میں نے امام علی رضا کو خلیفہ بنانا چاہا تھا۔ میں نے اُن سے یہ التجا کی کہ وہ امر خلافت کے ساتھ ہی قیام کریں اور میں اِس لباسِ خلافت کو اپنے سے اُتارنے کے لیے تیار ہوں، لیکن اُنھوں نے انکار کر دیا تھا اور اللہ کا حکم مقدر ہو چکا تھا اور باقی رہے ابو جعفر محمد بن علی رضا تو مَیں نے اُنھیں اس لیے منتخب کیا ہے کہ وہ تمام اہلِ فضل سے علم و فضل میں باوجود اپنی صغر سنی کے افضل و اعلیٰ ہیں۔ لوگ اُن کی عمر پر تعجب کرتے ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ لوگوں پر وہ کچھ ظاہر ہو جو میں اُن سے جان چکا ہوں تاکہ اُنھیں بھی علم ہو کہ میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ مناسب ہے۔

تو وہ کہنے لگے کہ یہ نوجوان اگرچہ اس کی سیرت و ہیئت آپ کو بھلی معلوم ہوئی ہے۔ پھر بھی وہ بچہ ہے اُسے نہ معرفت ہے نہ سمجھ، پس اُسے مہلت دیجیے کہ وہ آداب سیکھ لے اور دین کو سمجھ لے۔ پھر اُس کے بعد جو آپ کی رائے ہو اُس پر عمل کریں تو وہ کہنے لگا: تمھارا بھلا ہو میں اس نوجوان کو تم سے بہتر جانتا ہوں اور وہ اس خاندان سے ہے کہ جس کا علم خدا کی طرف سے ہے اور اُس کا دیا ہوا عطیہ و الہام ہے۔ ہمیشہ اُن کے آباؤ اجداد علمِ دین اور اُدب میں ان لوگوں سے بے نیاز رہے ہیں جو حدِ کمال سے ناقص ہیں۔ اگر تم چاہو تو ابو جعفر کا امتحان کرلو جس سے میری صداقت تم پر واضح ہو جائے گی۔

عباسیوں نے کہا: اے امیر المومنین! ہم آپ کے اور اپنے لیے امتحان کرنے پر راضی ہیں۔ ہمارے اور اُن کے درمیان راستہ کھول دیں تاکہ ہم اُس شخص کو معین کریں جو اُس سے آپ کی موجودگی میں فقہ و شریعت میں سے کچھ پوچھے۔ اگر اُنھوں نے درست جواب دیا تو پھر اُس کے معاملے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور عوام و خواص کے سامنے امیر المومنین کی درست رائے ظاہر ہو جائے گی۔ اگر وہ عاجز رہے تو ہماری معیت کی کفایت ہوگی۔ تو مامون نے کہا: اس میں تمھیں اختیار ہے جب تم چاہو یہ مقابلہ کرلو۔ عباسی وہاں سے نکلے۔

اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ یحییٰ بن اکثم اس وقت کے قاضی زمان ہیں، اُس سے استدعا کریں کہ وہ ہی ان سے ایسا مسئلہ پوچھے کہ امامؑ جواب نہ دے سکیں۔

وہ سب اُس کی مجلس سے باہر آئے۔ باہمی مشاورت سے یہ فیصلہ ہوا کہ یحییٰ بن اکثم کے پاس چلتے ہیں وہ اُس وقت عباسی حکومت کی طرف سے چیف جسٹس تھا کہ وہ ان کے

اس مسئلہ کو حل کرے گا تو وہ اُسے بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔ وہ سب مامون کے پاس آئے کہ وہ اُس کے دربار میں ایک بہت بڑا اجتماع کرنا چاہتے ہیں، اُس کی اجازت چاہیے۔ مامون نے انھیں اجازت دے دی۔

مقررہ و معینہ دن لوگ مامون کے دربار میں جمع ہوئے۔ یحییٰ بن اکثم بھی وہاں موجود تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ ابوجعفر جوادؑ کے لیے قالین بچھائی جائے اور اُس پر دو عالی شان تکیے رکھے جائیں۔ اُس وقت آپؑ کی عمر شریف نو سال تھی۔ امام علیہ السلام دونوں تکیوں کے درمیان بیٹھے۔ یحییٰ بن اکثم سامنے بیٹھا۔ باقی لوگ بھی اپنے مراتب کے لحاظ سے بیٹھ گئے۔ مامون ابوجعفرؑ کے قریب بیٹھا۔

یحییٰ بن اکثم نے مامون سے کہا: اگر امیرالمومنین کی اجازت ہو تو میں ابوجعفرؑ سے ایک سوال کروں؟

مامون نے کہا: ان سے اجازت لو۔

یحییٰ بن اکثم امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اگر اجازت ہو تو سوال عرض کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو پوچھنا ہے پوچھو۔

یحییٰ نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں شکار کرے تو اُس کا حکم کیا ہے؟

فرزندِ رسولؐ نے فرمایا: کیا اُس نے حِل میں شکار کیا ہے یا حرم میں؟

محرم عالم بالمسئلہ تھا یا جاہل؟

اُس نے شکار عمداً کیا تھا یا خطاءً؟

محرم آزاد تھا یا غلام؟

بالغ تھا یا نابالغ؟

اُس نے پہلی دفعہ شکار کیا تھا یا دوسری دفعہ؟

پرندے کا شکار کیا یا کسی دوسرے حیوان کا؟

شکار حیوان کے چھوٹے بچے کا تھا یا بڑے کا؟

اپنے فعل پر مصر تھا یا نادم؟

اُس نے شکار رات کو کیا تھا یا دن کو؟

اُس نے حالت شکار میں عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا یا حج کا؟

عباسی چیف جسٹس کی شکست

عباسی حکومت کا علامۃ الدہر اور متبحر عالم حیرت و استعجاب کے سمندر میں غوطے کھانے لگا۔ حیرت و سرگردانی کی لہر تیز و تند اور مست موجیں اُسے کبھی اس سمندر کی گہرائی میں لے جاتی تھیں اور کبھی پانی کی سطح پر لے آتی تھیں۔ کبھی ساحل پر پٹخ دیتی تھیں۔ کبھی اس سمندر کی فضاؤں میں اُچھال دیتی تھیں۔ حاضرین اور بادشاہ کے مقربین کی نگاہیں اُس پر مرکوز تھیں۔ وہ درماندگی اور عجز و عاجزی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اُس کی نگاہیں زمین کو کرید رہی تھیں۔ وہ حاضرین کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس کا عالمانہ دبدبہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ امام علی بن ابی طالبؑ کے نوسالہ فرزند کے سامنے اس طرح نظر آرہا تھا جس طرح ایک طفل پہلے دن مکتب کی طرف جاتا ہے اور اپنے اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتا ہے۔

یحییٰ بن اکثم کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا تو دوسرا جاتا تھا۔ اُس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ اہل مجلس اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ دنیا کے بندے جتنا علم کسب کرلیں الٰہی نمایندوں کا علم وہبی ہوتا ہے، اُس کے سامنے طفل مکتب ہوتے ہیں۔

مامون الرشید نے کہا: اس نعمت پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اُس نے مجھے کامیاب اور سرخرو کیا۔ اس کے بعد مامون نے اپنے خاندان کے افراد کی طرف دیکھا اور کہا: اب تو تم نے مشاہدہ کرلیا ہے کہ حق اور حقیقت کیا ہے تم اس بات کے منکر و انکاری تھے۔

مامون ابوجعفر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے ابوجعفرؑ! کیا آپؑ میری دختر سے عقد ازدواج کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

مامون نے کہا: میری بیٹی اُم الفضل سے نکاح کرنے کے لیے خواستگاری کریں۔ میں اُسے آپؑ کے عقد میں دیتا ہوں۔

خطبۂ نکاح

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے خطبۂ نکاح پڑھا، وہ خطبہ یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اِقْرَارًا بِنِعْمَتِهٖ .وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِخْلَاصًا لِوَاحْدَانِيَّتِهٖ .وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ بَرِيَّتِهٖ .وَالْاَصْفِيَاءِ مِنْ عِتْرَتِهٖ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ كَانَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَى الْاَنَامِ اَنْ اَغْنَاهُمْ بِالْحَلَالِ عَنِ الْحَرَامِ .وَقَالَ سُبْحَانَهٗ .وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ .اَنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

"حمد و ثنا کے لائق ہے معبودِ برحق۔ ہم اُس کی نعمات کا اقرار کرتے ہیں، اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اُس کی وحدانیت کا اخلاص کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔ درود وسلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اس کائنات کے سید و سردار ہیں۔

اللہ سبحانہ نے فرمایا: تم اپنی قوم کی بیوہ عورتوں اور نیک نوجوانوں اور کنیزوں کا نکاح کر دیا کرو۔ اگر وہ فقیر و محتاج ہوئے تو خداوند تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے غنی اور تونگر بنا دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے"۔

اس کے بعد فرمایا: محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ اُم الفضل بنت مامون عباسی کے لیے خواستگاری کرتا ہے۔ اُسے وہی حق مہر دیا ہے جو اُن کی اپنی دادی حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ کا تھا جو پانچ سو درہم ہے۔ کیا مذکورہ حق مہر کے عوض تم نے اپنی بیٹی میرے عقد میں دے دی ہے؟

مامون نے کہا: جی ہاں اے ابوجعفرؑ! میں نے اپنی بیٹی کا عقد آپؑ کے ساتھ مذکورہ

حق مہر کے عوض کر دیا ہے، کیا آپ کو قبول ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! میں نے قبول کر لیا ہے اور اس پر میں راضی ہوں۔

مامون نے حکم دیا کہ تمام حاضرین اپنی کرسیوں پر بیٹھ جائیں۔

ایان راوی کا کہنا ہے: اسی دوران کچھ آوازیں بلند ہوئیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ ملاح آپس میں گفتگو کر رہے ہیں، وہ شاہی خادم تھے جو چاندی کی ایک بڑی کشتی کھینچے آ رہے تھے جس کی رسیاں ابریشم کی تھیں جس میں خالص اور قیمتی عطر تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ اس کے خاص مقربین کی اس عطر سے داڑھیاں معطر کی جائیں۔ پھر وہی کشتی عام لوگوں کی طرف لائی گئی۔ اُنھوں نے بھی اپنے آپ کو اس عطر سے معطر کیا۔ دسترخوان بچھایا گیا۔ تمام لوگوں نے کھانا کھایا پھر حاضرین میں اُن کے مراتب کے مطابق مال تقسیم کیا گیا۔ ①

اے قاریٔ محترم! ہم یہاں اپنی اس گفتگو کو روک کر وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت امام جواد علیہ السلام کے مراسم عقد ازدواج سے مربوط ہے۔ اس کے بعد ہم اپنی گفتگو کی تکمیل کریں گے۔

ملکوتی حدیث

ابراہیم بن محمد بن حارث النوفلی سے روایت ہے، اُس نے کہا: مجھے یہ حدیث امام محمد بن علی علیہ السلام کے خادم نے سنائی کہ جب مامون نے اپنی بیٹی کا عقد حضرت امام محمد بن علی علیہ السلام کے ساتھ کر دیا تھا تو امامؑ نے مامون کی طرف خط لکھا تھا:

مکتوبِ امامؑ بنامِ مامون

"ہر زوجہ کے لیے اُس کے شوہر کے مال میں سے حق مہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارا مال جنت میں رکھ دیا ہے۔ میں نے تمھاری دُختر کو "الوسائل الی المسائل" کا حق مہر دیا ہے۔ یہ وہ مناجات ہے جو میرے

---

① حضرت امام جواد علیہ السلام ان تکلفات پر راضی نہیں تھے جو زُہد سے دُور بہت دُور تھے لیکن آپؑ کے بس میں یہ معاملات نہیں تھے اس لیے آپؑ اس اسراف کے ذمہ دار نہیں تھے۔

والد بزرگوار نے میرے حوالے کی تھی۔ میرے والد نے فرمایا: مجھے یہ میرے والد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے دی تھی۔ اُنھوں نے فرمایا: مجھے یہ دُعا میرے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے دی، اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے باپ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اور اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے والد ماجد حضرت امام علی بن حسین علیہ السلام نے، اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے والد حضرت امام حسین علیہ السلام نے، اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے برادر حضرت امام حسن علیہ السلام نے اور اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے والد حضرت امام علی علیہ السلام نے، اُنھوں نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، آپؐ نے فرمایا: میرے پاس یہ مناجات حضرت جبرئیلؑ لائے تھے۔ جنابِ جبرائیلؑ نے کہا: اے محمدؐ! رب العزت کی طرف سے آپؐ پر سلام لایا ہوں۔ اُس نے فرمایا ہے: یہ دنیا اور آخرت کے خزانوں کی چابیاں ہیں۔ اس خزانے کو اپنی حوائج کے لیے استعمال کریں اور اپنا گوہر مقصود حاصل کریں۔ اپنی دنیا کو ترجیح نہ دیں کہ تمھارے آخرت کے مدارج و مراتب میں کمی آجائے۔ یہ وہ دس وسائل ہیں جن سے دس مسائل حل ہوتے ہیں، ان کے ذریعے کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اور حوائج پوری ہوتی ہیں"۔ ①

اے قاریٔ محترم! ہم "فصلِ امام جواد اور دُعا" میں اس مناجات کا ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ اب دوبارہ ہم عقدِ ازدواج کی مجلس کی طرف چلتے ہیں۔

مامون کے دربار سے اکثر لوگ چلے گئے اور خواص باقی تھے۔ مامون نے ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اگر مناسب سمجھیں تو محرم کے شکار کی جو صورتیں آپؑ نے بیان کی ہیں اُن پر روشنی ڈالیں تاکہ ہمارا فائدہ ہو؟

---

① کتاب مہج الدعوات، سید ابن طاؤس، ص ۲۵۹، ۲۶۵

توضیح مسئلہ

حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، سنیں:

جب محرم نے حِل میں پرندے کا شکار کیا اور پرندہ بڑا تھا تو اُس کا کفارہ ایک بکری ہے۔ اگر اُس نے حرم میں شکار کیا تو اُس کا کفارہ دو بکریاں ہیں۔ اگر اُس نے حل میں شکار کیا اور وہ پرندے کا بچہ تھا تو اُس کا کفارہ بکری کا وہ بچہ ہے جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو، یعنی چھے ماہ کا بچہ۔ اگر اُس نے حرم میں شکار کیا تو اُس کا کفارہ بکری کا بچہ اور اُس چیز کی قیمت ہے جسے اُس نے شکار کیا ہے۔ اگر وحشی جانوروں میں سے گدھا تھا تو اُس پر گائے کا کفارہ ہے۔ اگر شترمرغ تھا تو اُس پر ایک اُونٹ، اگر اُس نے ہرن کا شکار کیا تھا تو اُس کا کفارہ بکری ہے۔ اگر محرم نے حرم کی حدود میں کسی چیز کا شکار کیا تو اُس کا کفارہ دگنا ہے۔ وہ جانور جو وہ کفارے میں دے گا اُسے خانہ کعبہ تک پہنچائے گا، اگر اِحرام عمرہ کا تھا۔ ہاں اگر اُس کا اِحرام حج کا تھا تو قربانی منیٰ میں کرے گا۔ ان کفاروں میں عالم وجاہل دونوں برابر ہیں۔ عمداً شکار کرنے والا کفارہ کے وجوب کے ساتھ ساتھ گناہ گار بھی ہے۔ ہاں غلطی سے یا بھولے سے شکار کرنے پر وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ آزاد شخص اپنا کفارہ خود ادا کرے گا، غلام کا کفارہ اُس کے آقا پر ہے۔ نابالغ پر کفارہ نہیں ہے۔ بالغ پر اُس کی ادائیگی واجب ہے۔ اگر محرم شکار کرنے پر نادم و پشیمان ہوا تو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا۔ اگر وہ مصر ہو تو اُسے آخرت میں بھی عذاب ملے گا۔

مامون نے کہا: اے ابوجعفرؑ! خدا آپؑ پر احسان کرے کیا خوب توضیح وتشریح فرمائی ہے۔ اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو یحییٰ سے بھی ایک سوال کریں جس طرح اُس نے آپؑ سے سوال کیا ہے۔

امام علیہ السلام کا یحییٰ بن اکثم سے ایک سوال

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے یحییٰ بن اکثم سے کہا: میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟

یحییٰ نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں پوچھیں، اگر معلوم ہوگا تو جواب دوں گا، ورنہ

آپؑ سے استفادہ کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

فَقَالَ الْمَامُوْن: اَحسَنْتَ يَا اَبَا جعفر ، اَحسَنَ اللهُ اِلَيْكَ ، فَاِنْ رَاَيْتَ اَنْ تَسْاَلَ يَحيیٰ عَن مَسَالَةٍ كَمَا سَاَلَكَ فَقَالَ اَبُو جَعفر علیہ السلام لِيَحيیٰ، اَسَالُكَ؟

قَالَ: ذٰلِكَ اِلَيْكَ جُعِلْتُ فِدَاكَ! فَاِنْ عَرفْتُ جَوَابَ مَا تَسْاَلُنِی عَنه... وَ اِلَّا استَفَدتُه مِنْكَ!!

فَقَالَ اَبُو جعفر علیہ السلام: اَخبِرنِیْ عَن رَجُلٍ نَظَرَ اِلیٰ اِمْرَاةٍ فِیْ اَوَّلِ النَّهَارِ ...... فَكَانَ نَظرُهٗ اِلَيْهَا حَرَاماً عَلَيْهِ

فَلَمَّا ارتَفَعَ النَّهَار ...... حَلَّتْ لَهٗ

فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ [اَی: صَارَ الظُّهرُ] حَرُمتْ عَلَيْهِ

فَلَمَّا كَانَ وَقتُ العَصْرِ ...... حَلَّتْ لَهٗ

فَلَمَّا غَرُبتِ الشَّمْس ...... حَرُمَتْ عَلَيْهِ

فَلَمَّا دَخَلَ وَقتُ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ ...... حَلَّتْ لَهٗ

فَلَمَّا كَانَ وَقتُ انتِصَافِ اللَّيْلِ ...... حَرُمتْ عَلَيْهِ

فَلَمَّا طَلَعَ الفَجرِ ...... حَلَّتْ لَهٗ

مَا حَالَ هٰذِهِ المَراةُ، وَبِمَاذَا حَلَّتْ لَهٗ وَحَرُمتْ عَلَيْهِ؟

فَلَمَّا كَانَ عِندَ الظُّهرِ اَعتَقَهَا فَحَرُمَتْ عَلَيْهِ

فَلَمَّا كَانَ وَقتُ العَصرِ تَزَوَّجَهَا فَحَلَّتْ لَهٗ

فَلَمَّا كَانَ وَقتُ المَغرِبِ ظَاهَرَ مِنْهَا فَحَرُمَتْ عَلَيْهِ

فَلَمَّا كَانَ وَقتُ العِشَاءِ الاٰخِرَةِ ...... كَفَّرَ عَنِ الظِّهَارِ فَحَلَّتْ لَهٗ

فَلَمَّا كَانَ نِصْفُ اللَّيْلِ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً ...... فَحَرُمَتْ عَلَيْهِ

فَلَمَّا كَانَ عِندَ الْفَجرِ رَاجَعَهَا ...... فَحَلَّتْ لَهٗ

"یحییٰ بن اکثم نے از راہِ حیرت کہا: میں کہاں اور اس سوال کا جواب کہاں؟ بیان فرمائیں تاکہ ہم استفادہ کریں۔

حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرد نے دن کے آغاز میں ایک عورت کی طرف دیکھا تو اس وقت اُس کا اُس پر نگاہ کرنا حرام تھا۔ جب دن چڑھا تو اُسے اُس کا دیکھنا حلال ہو گیا۔ ظہر کے وقت اُس پر نظر کرنا اُس کا حرام ہو گیا۔ وقتِ عصر حلال ہو گئی۔ سورج کے غروب اُس کا دیکھنا اُس پر حرام ہو گیا۔ بعد از عشاء وہ اُس پر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کے وقت وہ اُس پر حرام ہو گئی۔ جب صبح ہوئی تو وہ اُس پر پھر حلال ہو گئی۔ اس عورت کی کیا صورتِ حال ہے وہ اُس مرد پر کیوں حلال ہوئی اور کیوں حرام ہوئی؟

یحییٰ بن اکثم نے کہا: واللہ! اس سوال کا جواب دینا ہمارے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ اس سوال کے مختلف پہلو ہیں جن تک ہم رسائی نہیں رکھتے۔ آپؑ اس کی تفصیل بیان کریں، تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرد کی کنیز تھی، ایک اجنبی مرد نے اُس پر نگاہ کی اُس وقت اُس کا اُسے دیکھنا حرام تھا۔ جب دن چڑھا تو اُس مرد نے اُس کنیز کو اُس کے آقا سے خرید لیا تو وہ اُس پر حلال ہو گئی۔ ظہر کے وقت اُس نے اُسے آزاد کر دیا وہ اُس پر حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت اُس نے اُس سے نکاح کر لیا تو وہ اُس پر حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت اُس سے ظہار ① کر لیا تو وہ اُس پر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت اُس نے ظہار کا کفّارہ ادا کر دیا تو وہ اُس پر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کے وقت اُس نے اُسے ایک طلاق دے دی تو وہ اُس پر حرام ہو گئی۔ صبح کے

---

① ظہار: اگر مرد اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تیری پشت میرے لیے میری ماں بہن کی طرح ہے تو عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔ کفّارہ ادا کرنے کے بعد اُس پر حلال ہو جاتی ہے۔

وقت اُس نے رجوع کر لیا تو وہ اُس پر حلال ہو گئی۔ بتائیں کہ اس حلت و حرمت کی وجوہات کیا ہیں؟

مامون الرشید نے اپنے خاندان کے افراد سے کہا: تم میں سے کوئی ہے جو اس سوال کا جواب دے سکے؟ کیا تم اس فقہی مسئلہ کو جانتے تھے جو اس جواب سے پہلے بیان ہوا ہے؟ سب نے کہا: واللہ! امیر المومنین ہم سے بہتر جانتے ہیں آپ کی رائے صحیح ہے۔

مامون نے کہا: تم پر افسوس ہے کہ اہل بیت رسولؐ کو تمام مخلوق میں امتیاز حاصل ہے۔ وہ سب پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اِن کا صغر سن کمال کے لیے مانع نہیں ہوتا۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام کا آغاز امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے کیا تھا۔ اُنھیں دعوت دی، اُنھوں نے قبول کی حالانکہ اُس وقت امام علی علیہ السلام کی عمر شریف دس سال تھی۔ آپؑ نے اسلام کا اظہار کیا۔ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمر کے کسی دوسرے فرد کو دعوت نہیں دی تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین شریفین علیہما السلام سے بیعت لی تھی حالانکہ اُس وقت اُن کی عمر چھے سال سے کم تھی۔ ان دونوں کے علاوہ آپؐ نے کسی اور بچے سے بیعت نہیں لی تھی۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے صرف ان ہستیوں کو یہ خاصہ عطا کیا ہے ان میں سے بعض بعض کی ذریت ہیں جو فضیلت ان کے اوّل کو حاصل ہے وہی اُن کے آخری فرد کو حاصل ہے۔

سب نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے سچ فرمایا ہے۔

اس کے بعد دربار کی مجلس برخاست ہوئی اور تمام لوگ اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔

اگلی صبح

صبح ہوئی لوگوں کو دربار میں بلایا گیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام وہاں تشریف لائے۔ خواص و عوام، قائدین و دربان اور والیانِ ریاست سب جمع ہوئے تاکہ وہ مامون اور امام ابوجعفر علیہ السلام کو مبارک پیش کریں۔ اُس وقت تین طبق چاندی کے لائے گئے کہ جن میں مشک و زعفران میں گندھی ہوئی گولیاں تھیں۔ ان گولیوں کے اندر رُقعے تھے۔

ان رُقعوں پر عطیوں، جاگیروں اور نقد رقوم کی تفصیلات تحریر ہیں۔ مامون نے حکم دیا کہ انھیں خواص میں تقسیم کیا جائے۔ اس تقسیم کے بعد ہر آدمی نے اپنے حصے کی گولی کو کھولا اور رُقعہ نکال کر حکومتی خزانچی کے حوالے کیا اور تحریر کے مطابق اپنے عطیے وصول کیے۔ پھر اشرفیوں کی تھیلیاں لائی گئیں جو سرکاری قائدین اور دوسرے لوگوں کے درمیان کھول کر رکھ دی گئیں۔ لوگ اس حالت میں واپس آئے کہ وہ شاہی انعامات وعطیات سے مالا مال ہو چکے تھے......الخ۔

عقدِ اَزدواج کے بعد کے واقعات

حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کے مامون عباسی کی دُختر کے ساتھ عقدِ اَزدواج کے مراسم کے حالات آپ نے مندرجہ بالا سطور میں پڑھے ہیں۔ ان مراسم کی ادائگی کے بعد کیا ہوا اس بارے میں تاریخ خاموش ہے کہ امام علیہ السلام نے بغداد میں یہ وقت کیسے گزارا۔ وقت گزرتا رہا آخرکار امام مدینہ منورہ پہنچے۔ اُس وقت آپؑ کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ جب مامون ملکِ روم کی طرف جنگ کے لیے پیش قدمی کر رہا تھا تو وہ عراق آیا۔ امام علیہ السلام اُسے ملنے کے لیے عراق گئے۔ شہر تکریت میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ مؤرخ طبری نے (ج ۸، ص ۶۲۳، حوادث ۲۱۵ ھ) میں اس واقعہ کو رقم کیا ہے۔

مامون شہر تکریت میں آیا تو وہاں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام مدینہ منورہ سے تکریت آئے۔ ماہِ صفر، شبِ جمعہ ۲۱۵ ھ تاریخ تھی۔ مامون الرشید نے اپنی بیٹی اُم الفضل کی رخصتی کا انتظام کیا۔ رخصتی اور زفاف کے تمام پروگرام احمد بن یوسف کے گھر طے پائے۔ اُس کا گھر دریائے دجلہ کے کنارے پر تھا۔ امام علیہ السلام نے وہاں اقامت کی۔ ایامِ حج کے دوران مامون مکہ معظمہ کی طرف آیا۔ امام علیہ السلام بھی اُس کے ساتھ آئے اور تکمیلِ حج کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام مدینہ منورہ اپنے گھر تشریف لائے اور پھر یہاں رہ گئے۔

اُم الفضل بنتِ مامون الرشید

مامون الرشید کی دُختر اُم الفضل حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زوجہ تھی۔ اُسے کوئی

سعادت حاصل نہیں تھی۔ اُس کا امام علیہ السلام سے عقد خوشنودیٔ خدا یا قربِ الٰہی کی بنا پر نہیں ہوا تھا۔ اُس کے اِس عقد میں سیاسی عزائم کارفرما تھے، اس لیے وہ امامؑ کے کسی بچے کی ماں نہ بن سکی تھی۔

یہ بھی الطاف الٰہی سمجھیں کہ امام علیہ السلام کی طرف سے اُس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس میں وہ اہلیت اور قابلیت نہیں رکھی تھی کہ وہ ایک معصوم امامؑ کی ماں بن سکے تاکہ وہ دُنیا و آخرت کی سعادت سے ہم کنار ہوجائے۔ اُس کی توقع تھی کہ امام محمد تقی علیہ السلام مقطوع النسل رہیں، اولاد سے محروم رہیں تاکہ اُن کے دشمن خوش ہوں اور اُنھیں کامیابیاں ملیں۔

اُم الفضل روحانیت و معنویت کے مفہوم سے نابلد تھی۔ اُسے صرف مادی جذبوں سے پیار تھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی نسل کی محافظت چاہتے تھے۔ آپؑ ایک بانجھ اور عقیم عورت کے ساتھ زندگی نہیں بسر کرسکتے تھے۔ امام علیہ السلام پر واجب تھا کہ آپؑ ایک اور خاتون سے شادی کریں، تاکہ سلسلۂ امامت جاری رہے اور اُس میں انقطاع پیدا نہ ہو۔ آپؑ کو معلوم تھا کہ تین امام آپؑ ہی کی نسل سے ہیں۔ اس سلسلہ کے آخری امام، امام مہدی علیہ السلام ہیں۔

اُم الفضل امام علیہ السلام کی دوسری زوجہ کو قطعاً برداشت نہیں کرتی تھی، لیکن امام علیہ السلام کے سامنے ایک عظیم ہدف تھا۔ آپؑ نے ایک اور خاتون سے عقد کرلیا۔ آپؑ نے ایک سمانہ نامی کنیز خریدی جس کا تعلق مغربی ممالک سے تھا۔ یہ ایک محترم و مکرم خاتون تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت امام جواد علیہ السلام کے ہاں بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اُم الفضل حسد اور کینہ جیسی لاعلاج بیماریوں کا شکار ہوگئی۔ اُس نے اپنے والد مامون کے ہاں امامؑ کی شکایت کی کہ اُنھوں نے ایک کنیز خرید کر اُس سے عقد کرلیا ہے۔ مامون نے اُس کی اُس شکایت کی کوئی پرواہ نہیں کی کیونکہ مامون کا محل کنیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اکثر اوقات اُن کے ساتھ رہتا تھا۔

اُم الفضل نے امام علیہ السلام سے انتقام لینے کے لیے منصوبہ بندی کی کہ جب اُس کا والد شراب کے نشے میں مخمور ہوگا اور اُس کی عقل زائل ہوچکی ہوگی اُس کے شعور اور مدارک پر نشے کا غلبہ ہوگا تو وہ اُس وقت شکایت کرے گی۔ اس طرح وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائے گی۔

ایک دن اُس نے اپنے باپ کو مخمور پایا تو اُس نے امام علیہ السلام کے خلاف اپنی زبان کھولی

کہ وہ مجھے اور تجھے گالیاں دیتا ہے، بلکہ تمام عباسیوں کو سخت وسست کہتا ہے۔ یہ سن کر مامون غضب ناک ہوگیا۔ وہ طیش میں امام علیہ السلام کے پاس آیا لیکن اللہ تعالیٰ نے امام علیہ السلام کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ اس واقعہ کی تفصیل آیندہ صفحات میں موجود ہے۔

مامون عباسی کی موت کے بعد

ایک دن وہ بھی آیا کہ مامون اس دنیا سے رخصت ہوا اور حکومت معتصم باللہ کے ہاتھ میں آئی۔ معتصم کو معلوم تھا کہ اُس کی بھتیجی اُم الفضل حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کینہ وحسد رکھتی ہے اور وہ اُنھیں نہیں چاہتی اور وہ چاہتی ہے کہ امام علیہ السلام کو اُن کے عین شباب میں اس دنیا سے رخصت کردیا جائے۔ معتصم نے فرصت کا موقع پاتے ہی اُم الفضل کو اپنے پاس بلایا اور اُسے امام علیہ السلام کے قتل کے جرم کے لیے تیار کیا۔

اُم الفضل کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ وہ فوراً تیار ہوگئی کہ وہ فوراً امام علیہ السلام کو اُس کے راستے سے ہٹا دے گی۔ حالانکہ اُس کا شوہر وہ مثالی انسان تھا جس کی مثال کرۂ ارض پیش نہیں کرسکتا تھا۔ آپؑ حسب، نسب، علم، شرافت، فضل، عظمت اور عبادت کے لحاظ سے اپنی مثال آپؑ تھے۔ اور نہ یہ وہ پہلی عورت تھی کہ جس نے اِس جرم کا اِرتکاب کیا۔ اس سے پہلے ایک اور عورت بھی تھی کہ جس کا نام جعدہ بنت اشعث ہے۔ جس نے اپنے عظیم شوہر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کردیا تھا جو سیّد شباب اہلِ جنّت تھے۔ رسولؐ اللہ کے ریحان اور سبط اکبر تھے۔ امیر شام کے حکم سے اُس نے امام علیہ السلام کو زہر دیا تھا کیونکہ اُس نے اُس کی طرف اشرفیاں بھیجی تھیں اور وعدہ کیا تھا کہ وہ یزید کے ساتھ اُس کا عقد کرے گا۔ یزید نصرانی عورت میسون کا بیٹا تھا، ابوسفیان کا پوتا تھا۔ ابوسفیان کو کون نہیں جانتا کہ وہ کون تھا؟ جی ہاں! ان تاریخی کرداروں کے ذریعے اسلامی پیمانے ضائع ہوگئے اور نظریات بدل گئے۔

المعتصم العباسی

مامون عباسی کی وفات کے بعد اُس کا قائم مقام اُس کا بھائی محمد بن ہارون الرشید بنا، جس کا لقب المعتصم باللہ ہے۔ یہ بنو عباس کا آٹھواں حکمران ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کے

اخبار غیبیہ میں اسے ثامنہم کلبہم کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کی ماں کنیز تھی جس کا نام ماردہ تھا۔ معتصم کی زندگی ۴۸ سال تھی۔ اس نے آٹھ سال حکومت کی۔ یہ مغرور، متکبر اور انتہائی سفاک انسان تھا۔ اس جیسا اِس کے اسلاف میں کوئی نہیں تھا۔ جب یہ موت سے ہمکنار ہوا تو اس نے اپنے ترکہ میں اسی ہزار دینار، اٹھارہ ملین درہم، اسی ہزار گھوڑے، اسی ہزار اُونٹ اور خچر، آٹھ ہزار غلام اور آٹھ ہزار کنیزیں چھوڑیں۔ اس ظالم نے اپنی حکومت کے دوران لاکھوں انسانوں کو قتل کیا۔ ①

یہ درندہ روح فرد تھا۔ اس کے خمیر میں درندگی تھی۔ جب غضب ناک ہوتا تھا تو جو چاہتا کر گزرتا تھا۔ تہذیب و ثقافت سے ہزاروں میل دُور تھا۔ دین کے احکام سے جاہل تھا۔ اسے جس کے بارے میں ذرہ برابر شک ہوتا کہ وہ اس کے خلاف خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ اُسے قتل کر دیتا تھا۔ آخر کار اس کے بھتیجے نے اِسے قتل کیا تھا جو مامون کا بیٹا تھا اور اُس کا نام عباس تھا۔

دعبل خزاعی نے معتصم کی ہجو میں لکھا تھا:

"کتابوں میں لکھا ہے کہ بنی عباس کے سات بادشاہ ہیں۔ کتابوں میں آٹھویں کا ذکر نہیں ہے۔ اصحابِ کہف بھی سات تھے۔ کتابوں میں اُن کے بارے میں یہی مذکور ہے جب اُنھوں نے غار میں پناہ لی تھی تو اُن کا آٹھواں اُن کا کتا تھا۔ میں اُن کے کلب کی تم سے مثال نہیں دیتا۔ جس طرح اُن کا آٹھواں کتا تھا اس طرح تمھارا بھی آٹھواں کتا ہے لیکن اصحابِ کہف کا کتا بے گناہ ہے اور تمھارا کتا کائنات کا بہت بڑا مجرم ہے"۔

قارئ محترم! میرا دل نہیں چاہتا کہ میں ان ستم پیشہ سیاہ رُو مجرموں کے حالات لکھ کر اپنی اس کتاب کے اَوراق کو سیاہ کروں، جو انسانیت کے مجرم تھے لیکن ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ان لوگوں کے جرائم سے پردہ اُٹھے کہ اِن لوگوں نے کس قدر ظالمانہ زندگی گزاری تھی اور اپنے ہاتھوں کو آلِ محمدؐ کے خون سے کیسے رنگین کیا تھا۔ دنیا کو معلوم ہو کہ وہ مدعیانِ خلافت

---

① کتاب تتمۃ المنتہی، محدث جلیل الشیخ عباس قمی، ص ۲۷۳ (خلافت معتصم عباسی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں کہ ان کا کردار کیا تھا۔ یہ لوگ کتنے بڑے فاسق و فاجر تھے۔ انھیں کس قدر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جرأت حاصل تھی کہ جو دل میں آیا وہ کر گزرے۔ جرائم کی وہ تاریخ رقم کی کہ لوگوں کو سابقہ اُمتوں کے مجرموں کے جرائم بھول گئے۔

اُس قوم کے بارے میں کیا کہو گے کہ جن کے خلفاء شرابی ہوں؟ رقص و سرود کے رسیا ہوں؟ جن کے شب و روز گلوکار مردوں اور عورتوں کے گیت گانوں کے سننے میں گزرے ہوں؟ لمحہ بہ لمحہ ان کی ان محافل میں شراب کے جام چلتے ہوں اور زانیہ، بدکار عورتوں سے ہم آغوش ہوتے ہوں۔

یہ عباسی حکمران خود شرابی تھے، خود بھی شراب پیتے اور اپنے خوشامدی چاپلوس ندیموں کو شراب پلاتے تھے۔ ان کے یہ ساتھی ان کے جرائم میں شریک کار ہوتے تھے۔ بادشاہ انھیں لاکھوں کروڑوں کے انعامات سے نوازتا تھا۔ ان لوگوں نے دین و ایمان اور ضمائر کو بیچ ڈالا تھا تاکہ یہ خودساختہ خلفاء اُن پر راضی رہیں اور اُن کی نوازشات کی اُن پر بارش ہوتی رہے۔ یہ مال مسلمانوں کا تھا۔ یہ لوگ اس مال کے غاصب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال میں مساکین، یتامیٰ اور بیوگان کے حقوق رکھے تھے۔ یا پھر یہ بادشاہ مسلمانوں کا یہ مال بیچ کر اپنی عیاشی کے لیے انواع و اقسام کی شراب خریدتے تھے، تاکہ وہ اور اُن کے حاشیہ نشین اس سے لذت حاصل کریں۔

جی ہاں! مسلمانوں کا یہ مال اس طرح لٹتا رہا اور ظالم اس سے عیش و عشرت کی داد لیتے رہے۔ معتصم جرائم کی اس دنیا میں اکیلا نہیں ہے، بلکہ ان کے اسلاف بنی اُمیہ کے طاغوت اور بنی عباس کے فراعنہ بھی اِن کے شریک کار ہیں۔

مامون کی موت کے بعد اُس کا بھائی معتصم تخت نشین ہوا۔ مامون کے جلیس و حاشیہ نشین اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ انھیں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کینہ و حسد تھا۔ یہ لوگ ہر وقت مامون کے کان بھرتے رہتے تھے، لیکن اُس نے اِن کی طرف کوئی توجہ نہ دی تھی۔ جب معتصم کے پاس حکومت آئی تو انھیں امامؑ سے انتقام لینے کا بہترین موقع مل گیا۔ یہ کوئی مقامِ تعجب نہیں ہے کہ معتصم کے پاس وہ لوگ آئیں جنھیں امام معصومؑ سے عداوت تھی۔ وہ

معتصم کو امام علیہ السلام کے خلاف بھڑکاتے۔ معتصم اُس باپ کا بیٹا تھا جس نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کیے تھے اور اس کے بھائی مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا تھا۔ پھر معتصم اپنے اُسلاف کی سنت پر کیسے عمل نہ کرتا۔ امام محمد تقی علیہ السلام کا قتل کرنا اُس کے لیے کوئی مشکل اَمر نہیں تھا۔ کیا یہ وہی معتصم نہیں ہے کہ جس نے لاکھوں انسانوں کو قتل کیا تھا؟ پھر وہ امام محمد تقی علیہ السلام کو دھوکہ کیسے نہ دیتا؟

جی ہاں! ہم اس کتاب کے آخر میں امامؑ کے قتل کے جرم کی تفصیلات پیش کریں گے۔

قاضی ابنِ ابی داؤد

اس کا نام احمد ہے۔ اسے ابنِ ابی داؤد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ بنی عباس کے حکمرانوں کا درباری قاضی تھا۔ اس نے اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کردیا تھا اور اپنے آپ کو عباسی خلفاء کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اس نے عباسی ظالم اور غاصب حکمرانوں کی سلطنت کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اور اُن کی نوکری و چاکری میں مصروف رہا۔

یہ وہی خبیث و اُخبث فرد ہے جس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ ظالم عباسی دربار کے ٹکڑوں پر پلنے والا جاہل تھا۔ جب دربار میں مسئلہ پوچھا گیا تو یہ لاجواب ہوکر رہ گیا تھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اُس سوال کا جواب دیا تھا تو یہ حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ اس واقعہ کی تفصیل آئندہ صفحات میں موجود ہے کہ امام علیہ السلام کے قتل کرنے کے اسباب کیا تھے؟

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے معجزات و کرامات

علمائے کرام نے معجزہ کی متعدد تعریفیں کی ہیں۔ اُن میں سے ایک تعریف یہ ہے:
''معجزہ ایسے امر کو کہا جاتا ہے جو خارقِ عادت ہو۔ یہ نبیؐ یا امامؑ سے مقامِ تحدی میں صادر ہوتا ہے''۔

کرامت وہ اُمر ہے جو نبیؐ اور امامؑ کے علاوہ ایسے لوگوں سے صادر ہوتی ہے جنھوں نے تہذیبِ نفس اور روحانی ریاضت کے مراحل کثیرہ طے کیے ہوں۔ وہ اپنی محنت پہ مراتب تک پہنچے ہوتے ہیں اور وہ اشیاء کے تصرف میں قدرت رکھتے ہیں۔

اب ہم آپؑ کے معجزات و کرامات پیش کرتے ہیں:

امام علیہ السلام کا بیری کے درخت کے نزدیک معجزہ

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی زوجہ اُم الفضل کو ساتھ لے کر بغداد سے مدینہ منورہ کی طرف آرہے تھے کہ آپؑ بابِ کوفہ والی سڑک پر آئے۔ آپؑ کے ہمراہ کچھ لوگ تھے جو آپؑ کی مشایعت کر رہے تھے۔ بوقتِ غروب دارالمسیب پہنچے، نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ آپؑ سواری سے اُتر کر مسجد کی طرف آئے۔ صحن میں بیری کا درخت تھا جس پر ابھی پھل نہیں لگا تھا۔ آپؑ نے پانی کا کوزہ منگوایا اور بیری کے درخت کے تنے کے نزدیک وضو کیا اور لوگوں کو نمازِ مغرب پڑھائی۔ آپؑ نے پہلی رکعت میں اَلْحَمْدُ اور اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ اور دوسری رکعت میں اَلْحَمْدُ اور سورۂ توحید اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا۔ اس کے بعد تیسری رکعت ادا کی، تشہد و سلام کہا۔ پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا اور تعقیبات کے بغیر کھڑے ہوئے اور چار رکعت نوافل پڑھے اور اُن کے بعد کچھ تعقیبات پڑھے اور دو دفعہ سجدۂ شکر ادا کیا۔ مسجد سے باہر آئے۔ جب لوگ بیری کے درخت کے قریب آئے تو اُس پر پختہ پھل آچکا تھا۔ لوگ دیکھ

کر حیران رہ گئے۔ لوگوں نے بیر توڑ کر کھائے تو وہ بہت شیریں تھے اور اُن میں گٹھلی نہیں تھی۔ لوگوں نے آپؑ سے وداع کیا اور آپؑ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

محدثِ عظیم آیت اللہ شیخ مفیدؒ کا بیان ہے: میں نے اس بیری کے درخت کے بیر کھائے تھے، واقعی اُن میں گٹھلی نہیں تھی۔ ①

ابو ہاشم جعفری کی روایت

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے: میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھی تھی۔ آپؑ مسجد مسیب میں تشریف لائے اور آپؑ نے وہاں پر نمازِ مغرب پڑھی تھی۔

اُس نے کہا: مسجد کے صحن میں بیری کا درخت تھا، جو خشک ہو چکا تھا، جس پر پتے بھی نہیں تھے۔ امام علیہ السلام نے پانی منگوایا اور وہاں اُس بیری کے درخت کے نیچے وضو کیا تو اُس وقت اُس درخت پر پتے نکلے اور پھل بھی ساتھ برآمد ہوا۔ ②

امام جوادؑ نے قیدی کو قید سے نجات دلائی

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب مامون رشید نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو زہر دلائی تھی۔ اُس وقت امام علیہ السلام کی طبیعت زہر کے اثر سے ناساز تھی۔ ابوصلت اُس وقت امام علیہ السلام کے پاس تھے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے حکم دیا کہ گھر کے تمام دروازے بند کر دیے جائیں اور وہ دروازہ بھی جو مامون کے قصر کی طرف کھلتا تھا اور جس حجرہ میں امامؑ تھے آپؑ نے اُس کے بھی بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ ابوصلت نے تمام دروازے بند کر دیے۔ ابوصلت کا بیان ہے کہ میں مغموم و محزون وہاں کھڑا تھا کہ میرے سامنے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا، جس کے سر کے بال گھنگھریالے تھے، جو شکل و شمائل میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شبیہ تھے۔ میں فوراً اُس کے پاس گیا اور پوچھا: تم یہاں کیسے آئے حالانکہ دروازے بند تھے؟

اُس نے کہا: وہ ابھی مدینہ منورہ سے آئے ہیں واقعی دروازے بند تھے۔

---

① کتاب الارشاد، شیخ مفید، ج ۲، ص ۲۸۸

② الکافی، ج ۱، ص ۲۹۷

ابوصلت نے کہا: میں نے اُن سے پوچھا: آپؑ کون ہیں؟

اُنھوں نے فرمایا: اے ابوصلت! میں اللہ کی طرف سے تم پر حجت ہوں، میں محمدؑ بن علیؑ ہوں۔ پھر آپؑ اپنے والد بزرگوار کی طرف چلے۔ حجرہ کے اندر داخل ہوئے۔ امام علیہ السلام نے مجھے بھی حکم دیا کہ میں بھی اندر آجاؤں۔ جب امام حضرت علی رضا علیہ السلام کی اُن پر نگاہ پڑی تو اُن کی طرف اُٹھے، معانقہ کیا، پھر سینے سے لگایا اور اُن کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ مامون کے حکم سے مجھے قید کردیا گیا۔ میں ایک سال برابر قید رہا۔ میں حیران و سرگردان تھا کہ کیا کروں، میں ایک رات جاگتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگتا رہا۔ آلِ محمدؐ کا واسطہ دیتا رہا۔ میں نے اپنے خدا کو اُن کے حق کا واسطہ دیا کہ میری رہائی ہو۔ ابھی میری دُعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میرے پاس میرے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے کہا: بہت پریشان لگتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں، واللہ میں مغموم و محزون ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ۔ آپؑ نے مجھے زندان سے نکالا، میں جب باہر آیا تو سپاہی کھڑے تھے۔ وہ مجھے دیکھ رہے تھے لیکن وہ مجھ سے کلام کرنے پر قادر نہیں تھے۔ میں باہر آیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ خدا حافظ! اب تم کبھی مامون کے پاس نہیں آؤ گے اور مامون تم تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا۔

ابوصلت کا بیان ہے، وہی ہوا جو امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔[1]

معتصم باللہ کی توبہ

محمد بن اُرومہ کی روایت ہے، ایک دفعہ معتصم نے اپنے وزراء کو اپنے پاس بلایا اور اُنھیں کہا: تم اس بات پر گواہ رہو کہ محمد بن علی بن موسیٰؑ نے میرے خلاف خروج کی کوشش کی ہے۔ اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلایا اور کہا: تم میرے خلاف خروج کا ارادہ رکھتے ہو۔

---

[1] عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۷۱

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس امر کا کوئی علم نہیں ہے اور نہ میں ایسا کوئی ارادہ رکھتا ہوں۔
معتصم نے کہا: فلاں فلاں اس بات کے گواہ ہیں۔ جب اُن لوگوں کو بلایا گیا تو انھوں نے کہا: یہ وہ خطوط ہیں جو ہم نے ان کے بعض غلاموں سے حاصل کیے ہیں۔
راوی کہتا ہے: اُس وقت معتصم ہال میں بیٹھا تھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا: بارِالٰہا! ان لوگوں نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے، انھیں ذلیل و رسوا کر۔
راوی کہتا ہے: ہم نے اُس ہال کو دیکھا کہ وہ بری طرح سے ہلنے لگا۔ جب کوئی کھڑا ہوتا تو وہ گر پڑتا تھا۔
معتصم نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! جو کچھ میں نے کہا ہے میں معافی مانگتا ہوں۔ اپنے رب سے دُعا کریں کہ اس ہال کا یہ ہلنا بند ہو جائے۔
امام علیہ السلام نے دُعا فرمائی: "خدایا! اِسے ساکن کر دے۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ تیرے بھی دشمن ہیں اور میرے بھی دشمن ہیں"۔
اس کے بعد ہال کا ہلنا بند ہو گیا۔①

اللہ تجھے بیٹا عطا کرے گا!

شاذویہ بن حسن بن داؤد قمی سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اُس وقت میری زوجہ حاملہ تھی۔ میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں اللہ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے بیٹا عطا کرے۔
آپؑ کافی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے۔ پھر سر اُٹھایا اور فرمایا: جاؤ اللہ تمھیں بیٹا عطا کرے گا۔ آپؑ نے تین دفعہ اس بات کو دُہرایا۔
میں مکہ معظمہ آیا اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہوا۔ وہاں محمد بن حسن بن صباح ایک جماعت کے نام خط لے کر ہمارے پاس پہنچا۔ اس جماعت میں سے بعض کے نام یہ تھے: صفوان بن یحیٰی، محمد بن سنان اور ابن ابی عمیر وغیرہ۔

---

① کتاب بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۴۵

میں ان لوگوں کے پاس آیا: اُنھوں نے مجھ سے احوال پرسی کی۔ میں نے جب حال بتایا تو وہ سن کر حیران ہوئے۔ اُنھوں نے مجھ سے کہا: جب امام علیہ السلام نے تم سے بات کی تھی تو تم نے اُن کی بات سمجھی تھی کہ اُنھوں نے ذکر یا ذکی کے کلمات ادا کیے تھے یا کچھ اور؟ میں نے کہا: آپؑ نے ذکر کا کلمہ کہا تھا۔

ابنِ سنان نے کہا: جی ہاں! تمھارے ہاں بیٹا ہوگا۔ وہ پیدا ہونے کے بعد فوت ہوجائے گا یا پھر مُردہ پیدا ہوگا۔

ہمارے ساتھیوں نے محمد بن سنان سے کہا: تمھیں یہ بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ اُسی وقت ایک نوجوان مسجد میں داخل ہوا۔ اُس نے شاذویہ سے کہا: گھر آئیں تمھاری زوجہ فوت ہوگئی ہے۔ شاذویہ کا بیان ہے کہ میں فوراً گھر گیا، اُس پر نظر پڑی تو اُسے قریب المرگ پایا۔ تھوڑی دیر بعد اُس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا لیکن وہ بھی مُردہ تھا۔ ①

حضرت علامہ مجلسیؒ نے "ذکر اور ذکی" کی کچھ اس طرح تشریح کی ہے: شاید امام علیہ السلام نے جب فرمایا تھا: اللہ تجھے بیٹا عطا کرے گا۔ اب مزید تفصیل کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد بن سنان اور اُس کے ساتھیوں نے کہا: شاید امام علیہ السلام نے ذکیا کہا ہو، یعنی وہ قتل نہیں ہوگا طبعی موت سے دوچار ہوگا۔ ②

اے محترم قاری! ایک آدمی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ اُس کے لیے اللہ سے بیٹے کی دُعا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے امام علیہ السلام کی دُعا قبول کی۔ اُس کی زوجہ حاملہ تھی، بیٹا ہوا لیکن وہ مُردہ پیدا ہوا تھا۔ اگر وہ آدمی یہ کہتا کہ اُس کے ہاں بیٹا پیدا ہو اور طویل زندگی والا ہو تو امام علیہ السلام اس طرح دُعا کرتے اور اُس کی زندگی طویل ہوتی۔

نابینا کو بینائی مل گئی

محمد بن میمون سے روایت ہے، حضرت امام علی رضا علیہ السلام ابھی خراسان کی طرف روانہ

① رجال کشی، ص ۵۷۱

② بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۶۶

نہیں ہوئے تھے۔ آپ مکہ معظمہ میں تھے اور میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: میں مدینہ منورہ کی طرف جا رہا ہوں۔ میں آپؑ کا خط آپؑ کے فرزند حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام تک پہنچا دوں گا۔ یہ سن کر آپؑ نے تبسم فرمایا۔ خط لکھ کر میرے حوالے کیا اور میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ ان دنوں میری بصارت زائل ہو چکی تھی۔ جب میں مدینہ منورہ آیا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے گھر گیا۔ اُس وقت آپؑ کے خادم موفق حضرت امام جواد علیہ السلام کو باہر لے آئے۔ اُس وقت آپؑ کی عمر شریف چار یا پانچ سال تھی۔ میں نے خط آپؑ کے حوالے کیا۔ آپؑ نے اپنے خادم موفق سے کہا کہ مُہر توڑیں اور خط کو کھولیں۔ موفق نے خط کی مُہر توڑی اور خط کو کھولا۔ امام علیہ السلام نے خط پڑھا اور فرمایا: اے محمد! تمھاری آنکھوں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: اب میں بینا ہو چکا ہوں۔

امام جوادؑ کا عجیب ترین معجزہ

محمد بن ابراہیم جعفری سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی دُختر حضرت حکیمہ خاتونؑ سے سنا، اُنھوں نے فرمایا: جب میرے بھائی حضرت محمد تقی علیہ السلام کی شہادت ہوئی میں اُن کی بیوی اُمِ فضل کے پاس گئی تا کہ اُس سے احتجاج کروں۔

آپ کا کہنا ہے: ہم دونوں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی فضیلت پر باتیں کر رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو کس قدر علم عطا کر رکھا تھا۔ اس دوران اُمِ فضل نے مجھ سے کہا: اے حکیمہ! میں تمھیں امام ابوجعفرؑ کا وہ تجربہ بتاؤں۔ کسی نے بھی آج تک ایسی بات نہیں سنی ہو گی۔ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اُس نے کہا: جب میں یہ بات سنتی کہ ابوجعفرؑ نے ایک کنیز سے عقد کر لیا ہے تو مجھے یہ بات تڑپا کر رکھ دیتی۔ میں غضب ناک ہو کر رہ جاتی۔ میں فوراً اپنے بابا سے شکایت کرتی۔ وہ مجھے فرماتے تھے: اے میری بیٹی! برداشت کرو وہ فرزندِ رسولؐ ہیں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ رات کا وقت تھا۔ میں اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں ایک عورت آئی وہ قد و قامت میں ایسے تھی جیسے خیزران کی شاخ ہو۔ وہ پیکرِ حُسن و جمال تھی۔ میں نے اُس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اُس نے کہا: میں ابوجعفرؑ کی زوجہ ہوں۔ میں نے کہا: کون ہے

ابوجعفرؑ؟ اُس نے کہا: محمد بن الرضاؑ۔ اور میں حضرت عمار یاسرؓ کی اولاد میں سے ہوں۔

یہ سن کر میں تڑپ کر رہ گئی۔ میرے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی۔ میں فوراً اُٹھی اور مامون کے پاس پہنچی۔ وہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا۔ میں نے اُسے اپنا حال بیان کیا۔ میں نے کہا: وہ مجھے گالیاں دیتا ہے اور تجھے بھی بلکہ تمام عباسیوں کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے بہت کچھ کہہ دیا تھا، حالانکہ امام علیہ السلام نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی۔ میری باتوں نے مامون پر وہ اثر کیا کہ وہ آپے میں نہ رہا۔ وہ فوراً اُٹھا، تلوار ہاتھ میں لی اور قسم کھائی کہ وہ ہر صورت ابوجعفرؑ کو قتل کرے گا۔ وہ اُدھر آیا جہاں امامؑ اپنے کمرے میں آرام پذیر تھے۔

اُم فضل کا بیان ہے: جب میں نے اپنے باپ کو اس طیش میں دیکھا تو میں پریشان ہو کر رہ گئی کہ میں نے یہ کیا کر دیا ہے اور اب کیا ہوگا۔ میں نے اپنے آپ کو برباد کیا اور اُنھیں بھی؟ میں اپنے باپ کے پیچھے دوڑی کہ دیکھوں اب وہ کیا کرتا ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو ابوجعفرؑ نیند میں تھے۔ اُس نے اُن پر تلوار سے حملہ کر دیا اور اُنھیں میرے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر اُس نے اپنی تلوار امام علیہ السلام کے حلق پر رکھی اور اُنھیں ذبح کر دیا۔ میں اور خادم یاسر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ مامون واپس چلا۔ اُس وقت وہ سخت غصے میں تھا اور اُس کے منہ میں مست اُونٹ کی طرح جھاگ بہہ رہی تھی۔

اُم الفضل کہتی ہے: میں یہ منظر دیکھ کر وہاں سے بھاگی اور اپنے باپ کے گھر آگئی لیکن نیند میری آنکھوں سے غائب ہو کر رہ گئی۔ میں نے رات جاگ کر گزاری۔ صبح ہوئی تو میں اپنے باپ کے کمرہ میں گئی۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کا نشہ شراب اُتر چکا تھا۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے گذشتہ رات کیا کیا ہے؟

مامون نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کیا کیا ہے؟

اُم الفضل نے کہا: آپ ابنِ رضاؑ کے پاس گئے اور وہ اُس وقت سو رہے تھے اور آپ نے تلوار کی ضربات سے اُنھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر اپنی تلوار سے اُنھیں ذبح کر دیا۔

مامون نے کہا: تم کیا کہہ رہی ہو؟

اُم الفضل نے کہا: میں جو کہہ رہی ہوں ایسا آپ سے صادر ہوا ہے۔

مامون نے چیخ چیخ کر یاسر خادم کو بلایا۔ جب یاسر آیا تو اُس نے پوچھا: یہ ملعونہ کیا کہہ رہی ہے؟

یاسر نے کہا: سچ کہہ رہی ہے۔ مامون نے کلمۂ استرجاع پڑھا۔ ہائے ہم ہلاک ہوگئے، برباد ہوئے۔ یاسر بھاگ کر جا، مجھے حقیقتِ حال سے آگاہ کر۔ یاسر بھاگ کر امام علیہ السلام کے گھر آیا اور صورتِ حال دیکھ کر مامون کے پاس آیا اور کہا: خوش خبری ہے آپ کے لیے۔

مامون نے کہا: تم نے کیا دیکھا ہے؟

یاسر نے کہا: میں امام ابوجعفرؑ کے قریب گیا تو آپؑ مسواک کر رہے تھے اور آپؑ نے گون (عبا، قبا) پہن رکھا تھا۔ میں آپؑ کو اس حال میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ آپؑ کا بدنِ مبارک دیکھوں کہ وہ زخمی تو نہیں ہے؟ میں نے آپؑ سے کہا: یہ قمیص اپنے بدن سے اُتار کر دے دیجیے تاکہ برکت کے لیے میں اِسے اپنے پاس رکھوں۔ آپؑ نے تبسم کیا جیسے وہ یہ بتانا چاہتے ہوں کہ اُنھیں ہر بات کا علم ہے۔

آپؑ نے مجھے فرمایا: میں تمھیں فاخرہ لباس پہناؤں گا۔

میں نے عرض کیا: مجھے صرف یہی قمیص چاہیے۔ آپؑ نے قمیص اُتاری۔ میں نے آپؑ کے جسمِ مبارک کو دیکھا، واللہ! آپؑ کے بدن پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔

یہ سن کر مامون سجدے میں گر پڑا۔ مامون نے یاسر کو ایک ہزار دینار انعام دیا اور کہا: الحمدللہ! مجھے اللہ نے امامؑ کے خون سے محفوظ رکھا۔

مامون نے کہا: ہاں! اب مجھے یاد آرہا ہے کہ یہ ملعونہ میرے پاس آئی تھی۔ وہ میرے سامنے رو رہی تھی لیکن ابوجعفر تک جانا مجھے یاد نہیں ہے۔

یاسر نے کہا: واللہ! آپ ابوجعفرؑ سے تلوار سے حملے کر رہے تھے اور ہم دونوں دیکھ رہے تھے۔ آپؑ نے اُنھیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تھا۔ پھر اپنی تلوار سے اُنھیں ذبح کر دیا تھا۔ اُس وقت آپؑ غصے میں تھے۔

مامون نے کہا: الحمدللہ! میں اس جرم کا مرتکب نہ ہوا۔

اُم فضل کا بیان ہے: مجھے میرے بابا نے کہا: اگر تو دوبارہ اُن کی شکایت لے کر آئی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔

مامون نے یاسر سے کہا: یہ دس ہزار دینار ہیں۔ یہ ابوجعفرؑ کے پاس لے جا اور اُن سے کہو کہ وہ سوار ہو کر میرے پاس آئیں۔ علاوہ ازیں ہاشمیوں اور اشراف وقواد کو اطلاع دو کہ وہ بھی اُن کے ہمراہ آئیں۔ سب سے پہلے ابوجعفرؑ کو میرے پاس لے آنا پھر بعد میں دوسرے لوگ آئیں اور اُن کو سلام کریں۔

یاسر نے ایسا ہی کیا جیسے مامون نے کہا تھا۔ جب یاسر امام علیہ السلام کے پاس آیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے یاسر! یہ واقعہ تیرے اور اُس کے درمیان ایک عہد ہے کہ کیا اُس نے اپنی تلوار سے مجھ پر حملہ کیا تھا؟ اے یاسر! وہ جانتا ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کچھ ہستیوں کو میری نصرت پر مقرر کر دیا ہے۔ وہ میرے اور مامون کے درمیان رکاوٹ ہیں۔

یاسر نے کہا: اے فرزند رسولؐ! یہ وقت عتاب نہیں ہے۔ آپؑ کو اپنے جد نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے بابا علی علیہ السلام کا واسطہ! اسے کسی چیز کا علم نہیں تھا۔ آپؑ معاف کر دیں۔ پھر اشراف کو حکم دیا کہ وہ امام علیہ السلام کے پاس آئیں لیکن حسن کے بیٹے عبداللہ اور حمزہ نہ آئیں کیونکہ یہ مامون کے نزدیک جا کر امام علیہ السلام کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اس کے بعد آپؑ اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ یہ تمام لوگ بھی آپؑ کے ہمراہ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر چلے۔ جب امام علیہ السلام مامون کے پاس آئے تو اُس نے آپؑ کی آنکھوں کے درمیان بوسے دیئے اور صدرِ مجلس میں جگہ دی۔ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سب ایک طرف ہو کر بیٹھ جائیں۔ امام علیہ السلام کے ساتھ خلوت میں معذرت کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔

مامون نے کہا: فرمائیے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: شراب پینا چھوڑ دو۔

مامون نے کہا: سر تسلیم خم ہے۔ (1)

---

(1) کتاب بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۶۹

اے قاریٔ محترم! ابھی آپ نے مطالعہ کیا ہے کہ مامون الرشید نے حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام پر اپنی تلوار سے حملہ کیا اور آپؑ کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر اپنی تلوار سے آپؑ کو ذبح کر دیا۔ اس واقعہ کی صحت کے دو احتمال ہیں:

① مامون عباسی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو حقیقی صورت میں اپنی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ یہ عمل واقعی ہو گیا تھا۔ مامون عباسی سے یہ جرم واقعی ہوا تھا لیکن اللہ رب العزت نے اپنی قدرتِ کاملہ سے امام علیہ السلام کو دوبارہ زندگی دے دی اور آپؑ کے سارے زخم بھی مندمل ہو گئے تھے۔ جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

"جب ابراہیمؑ نے کہا تھا: اے میرے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ فرمایا: کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟ کہا: ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اطمینان مل جائے۔ فرمایا: پس چار پرندوں کو پکڑ لو۔ پھر اُن کے ٹکڑے کرو، پھر اُن کا ایک ایک حصہ پہاڑ پر رکھ دو، پھر اُنھیں بلاؤ۔ وہ تیزی سے آپؑ کے پاس چلے آئیں گے اور جان رکھو اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے"۔ (سورۂ بقرہ: ۲۶۰)

تفسیر میں آیا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ چار پرندے پکڑیں جن کی جنس مختلف ہو اور وہ چار پرندے یہ تھے: مور، مرغا، کبوتر اور کوا۔ اللہ نے حکم دیا کہ انھیں ذبح کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرو۔ پھر ان کے پروں کو اِن کے خون سے رنگین کر دو۔ ان سب کے گوشت کے ٹکڑوں کو آپس میں ملا دو اور دس حصے بنا کر دس پہاڑوں پر رکھ دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا۔ پھر کہا: اللہ تعالیٰ کے اذن سے زندہ ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو منظر دیکھا وہ عجیب تھا جیسا کہ دس پہاڑوں پر پرندوں کے اجزاء

پڑے تھے، وہاں سے ایک دوسرے کی طرف اُڑنے لگے۔ ہڈیاں، گوشت اور اُن کے پَر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر اُڑ کر اپنی جگہ پر جمع ہونے لگے۔ چند لمحوں کے اندر چاروں پرندے دوبارہ زندہ ہو کر زمین پر چلنے لگے۔

② دوسرا احتمال یہ ہے کہ مامون رشید کی تلوار کی ضربات سے امام علیہ السلام کا جسم ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو امامؑ کی شبیہ بنا دیا تھا۔ مامون نے اُسے امام جواد علیہ السلام سمجھ کر تلوار سے حملہ کر دیا تھا۔ اُس نے سمجھا کہ اس نے امامؑ کو قتل کر دیا ہے۔ اس طرح جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ (سورۂ نساء: آیت ۱۵۷)

"جب کہ فی الحقیقت اُنھوں نے نہ اُنھیں قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا بلکہ دوسرے کو اُن کے لیے شبیہ بنا دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے اُس میں اختلاف کیا وہ اس میں شک میں مبتلا ہیں کہ ظن کی پیروی کے علاوہ اُنھیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ اُنھوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا"۔

اللہ تعالیٰ نے اخریوطی یا طیطانوس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنا دیا تھا جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے یا کسی اور آدمی کو ابنِ مریمؑ کی شکل دے دی۔ یہودیوں نے اُسے حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر صلیب پر لٹکا دیا، حالانکہ وہ کہہ رہا تھا: میں عیسیٰ بن مریمؑ نہیں ہوں، میں وہ ہوں جس نے اُس کی تمھارے لیے نشاندہی کی ہے۔ لیکن اُنھوں نے اس کی ایک نہ سنی، کیونکہ اُنھوں نے اُسے عیسیٰ سمجھ رکھا تھا اور اُسے پھانسی پر چڑھا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں ایک اور فرد پیدا کر دیا۔ وہ قادر ہے ایسی لاکھوں شکلیں بنا سکتا ہے وہ ان اُمور میں عاجز نہیں ہے۔

اب آسانی کے ساتھ اس امر کو سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح یہودیوں کے سامنے

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شبیہہ پیدا کر دی گئی اور اُنھوں نے اُسے حضرت عیسٰیؑ سمجھ کر پھانسی دے دی۔ اس طرح مامون کے سامنے کسی فرد کو یا کسی چیز کو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شکل دے دی گئی۔ مامون نے اُسے امام سمجھ کر اُس پر اپنی تلوار چلا دی۔

جی ہاں! آنکھوں میں تصرف ممکن ہے۔ دیکھنے والے کو واقعی چیز کی جگہ ایک اور چیز دکھائی دیتی ہے۔ آیئے فرعون کا قصہ پڑھتے ہیں:

سَحَرُوٓا اَعۡيُنَ النَّاسِ (سورۂ اعراف: آیت ۱۱۶)

"اُنھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا"۔

فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ﴿۶۶﴾

"اتنے میں اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں اُن کے جادو کی وجہ سے موسیٰؑ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں"۔ (سورۂ طٰہٰ: آیت ۶۶)

تفسیر میں آیا ہے: يُخَيَّلُ۔ حضرت موسیٰؑ نے خیال کیا کہ وہ حقیقت میں نہیں چل رہی ہیں کیونکہ اُنھوں نے ان رسیوں کے اندر پارہ بھر دیا تھا۔ جب پارہ گرم ہوتا ہے تو وہ اُوپر کی طرف چڑھتا ہے۔ سورج کی گرمی کی وجہ سے جب رسیوں میں بھرا ہوا پارہ گرم ہوا تھا تو رسیوں میں حرکت شروع ہو گئی تھی۔

حاضرین نے سمجھا کہ وہ سانپ زمین پر چل رہے ہیں حالانکہ پارہ ہی کی مدد سے وہ رسیاں چل رہی تھیں۔

جی ہاں! جب انسان جو مخلوق ہے وہ لوگوں کی آنکھوں پر تصرف کی قدرت رکھتا ہے کہ اشیاء اپنی حقیقت کے خلاف دکھائی دینے لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی آنکھوں کے تصرف پر اَقویٰ اور اَقدر ہے۔ جادو کے ذریعے نہیں، اپنے ارادے کے ذریعے تمام اشیاء اُس کے سامنے خضوع وخشوع میں ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـئًا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۸۲﴾

"جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اُس کا امر یہ ہوتا ہے کہ اُسے یہ کہے

ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے"۔ (سورۂ یٰسین: آیت ۸۲)

یہی صورتِ حال یہاں تھی جس رات مامون امام محمد تقی علیہ السلام پر حملہ آور ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اُس کی اور اُس کے ساتھیوں کی آنکھوں کو اس صورت میں متاثر کر دیا کہ وہ وہی دیکھیں جو میں چاہوں۔ وہ اپنے خیال میں امام علیہ السلام پر اپنی تلوار چلا رہا تھا، حقیقت میں کسی دوسری چیز پر تلوار کی ضربات پڑ رہی تھیں۔

یہ سب احتمالی وجوہات ہیں۔ یہ مادی تحلیلات ہیں، تاکہ معنی کو ذہن تک پہنچا دیا جائے۔ معجزہ ایک اور چیز ہے وہ طبیعی اور مادی پیمانوں سے بلند و بالا ہے۔ اُسے مادی مثالوں سے نہیں سمجھایا جا سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت امام جواد علیہ السلام نے مامون کی سازش کو اُس معجزے سے رد کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اُنھیں عطا کر رکھا تھا، تاکہ جب چاہیں اُسے استعمال کریں اور اپنے دشمن کو ناکام کریں۔

عمامہ کی واپسی

قاسم بن محسن سے روایت ہے، میں مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا کہ مجھ سے ایک اعرابی کا گزر ہوا۔ وہ سخت بھوکا تھا۔ اُس نے مجھ سے سوال کیا۔ مجھے اس پر رحم آ گیا۔ میں نے اُسے روٹی دی۔ وہ جب مجھ سے دُور ہوا تو گردباد چلی۔ وہ میرا عمامہ اُڑا کر لے گئی۔ میرا عمامہ میری آنکھوں سے غائب ہو گیا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے۔ آخرکار میں مدینہ منورہ آیا اور حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ آپؑ نے فرمایا: اے قاسم! تیرا عمامہ راستے میں گم ہو گیا تھا؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے اپنے خادم سے کہا: ان کا عمامہ ان کے حوالے کر دیں۔ جب اُس نے عمامہ میرے حوالے کیا تو وہی تھا جو ہوا لے اُڑی تھی۔ میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میرا عمامہ آپؑ تک کیسے پہنچا؟ آپؑ نے فرمایا: تو نے اعرابی کو کھانا کھلایا، اللہ تیرے اس عمل پر خوش ہوا۔ تیرا عمامہ تیرے پاس واپس آ گیا۔ اللہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ①

---

① بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۴۷

عورت کو شفا مل گئی

ابوبکر بن اسماعیل سے روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میری ایک کنیز کے گھٹنوں میں درد رہتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اُسے میرے پاس لے آؤ۔ میں ایک دن اُسے امامؑ کے پاس لے آیا۔ آپؑ نے اُس سے فرمایا: کیا تکلیف ہے؟ اُس نے کہا: میرے گھٹنوں میں درد ہے۔

امام علیہ السلام نے اُس کے گھٹنوں کے اُوپر اُس کے لباس کے اُوپر ہاتھ لگایا۔ جب وہ کنیز وہاں سے اُٹھی تو اس کے گھٹنوں کا درد غائب ہو چکا تھا۔ وہ صحت مند ہو چکی تھی۔ پھر زندگی بھر اُس نے اس درد کی شکایت نہ کی۔ ①

بہرے کو شفا مل گئی

ابوسلمیٰ سے روایت ہے، میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں پہنچا۔ اُن دنوں میری قوتِ سماعت ختم ہو چکی تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو اُنھیں میری اس بیماری کے متعلق بتا دیا گیا تھا۔ آپؑ نے میرے کان اور سر پر ہاتھ لگایا اور فرمایا: سن اور محفوظ رکھ۔ واللہ اس سے پہلے میں بالکل کچھ بھی نہیں سن سکتا تھا۔ اس کے بعد چھوٹی سے چھوٹی بات بھی سن لیتا تھا۔ ②

معجزہ طی الارض

طی الارض ایک معجزہ ہے۔ یہ معجزہ اللہ اپنے خواص کو عطا کرتا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ اَرضی مسافت کو منٹوں سیکنڈوں میں طے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کو خصوصی طور پر یہ قدرت عطا کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا ہے:

أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيتٌ

---

① کتاب الخرائج والجرائح، ج ۱، ص ۳۷۶

② بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۵۷

مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ۝ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (سورۂ نمل: آیات ۳۸ تا ۴۰)

"سلیمانؑ نے کہا: اے اہلِ دربار! تم میں سے کون ہے جو ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے، قبل اس کے کہ وہ فرماں بردار ہوکر میرے پاس آئیں۔ جنوں میں سے ایک عیار نے کہا: میں اُسے آپ کے پاس حاضر کردیتا ہوں قبل اُس کے کہ آپؑ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور میں یہ کام انجام دینے کی طاقت رکھتا ہوں۔ امین بھی ہوں جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا وہ کہنے لگا: میں آپؑ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے آپؑ کے پاس حاضر کردیتا ہوں۔ جب سلیمانؑ نے تخت کو اپنے پاس نصب شدہ دیکھا تو کہا: یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے"۔

جی ہاں! جب جنوں میں سے ایک عفریت کے پاس اتنی قدرت ہوسکتی ہے کہ وہ ملکۂ بلقیس کا تخت چند ساعات میں سے اُردن سے لاسکتا ہے تو کیا وصی نبیؐ حضرت آصف بن برخیا اگر پلک جھپکنے سے پہلے لے آئیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ جی ہاں حضرت امام جواد علیہ السلام جو سیّد الانبیاءؐ کے وصی ہیں تو آپ طی الارض بطور اولیٰ کرسکتے ہیں۔

مندرجہ ذیل واقعہ اس امر کی شہادت ہے۔ محمد بن حسن سے مروی ہے اُس نے علی بن خالد سے سنا۔ میں بغداد میں مقام عسکر میں تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہاں ایک آدمی کو شام کی طرف سے لایا گیا ہے جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا یہاں اُسے زندان میں بند کردیا گیا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے: اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں زندان کے صدر گیٹ پر آیا اور وہاں کے زندان کے مسئول کو کچھ رقم دی۔ اُس کی اجازت سے اُس شامی قیدی کے پاس پہنچا۔ وہ آدمی سلجھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا: تیرا قصہ کیا ہے؟ یہاں تمھیں کیوں زندان میں بند کیا گیا ہے؟

اُس نے کہا: میں شام کے علاقے کا فرد ہوں۔ ہمارے علاقہ میں ایک مقام "راُس الحسین" کے نام سے معروف ہے، مَیں وہاں اکثر عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ میں وہاں عبادت میں مصروف تھا کہ وہاں ایک شخص آیا اور اُس نے مجھ سے کہا: اُٹھیں اور ہمارے ساتھ چلیں۔ میں وہاں سے اُٹھ کر اُن کے ساتھ چل پڑا۔ تو میں نے اُن کے ساتھ اپنے آپ کو مسجد کوفہ میں پایا۔ اُس نے مجھ سے کہا: اس مسجد کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! یہ مسجد کوفہ ہے۔ اُس شخص نے نماز پڑھی اور میں نے اُس کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اُن کے ساتھ مسجد نبویؐ میں پایا۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، میں نے بھی سلام کیا اور اُن کے ساتھ نماز پڑھی۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا، پھر میں نے اپنے آپ کو اُن کے ساتھ مکہ معظمہ میں پایا۔ اُنھوں نے مناسک ادا کیے۔ میں نے بھی اُن کے ساتھ مناسک ادا کیے۔ پھر میں نے اپنے آپ کو وہاں راس الحسین میں پایا جہاں میں عبادت کر رہا تھا۔ اس کے بعد وہ شخص چلے گئے۔ پھر اس سال میرے ساتھ وہی ہوا جو پچھلے سال ہوا تھا۔ جب ہم مناسک حج سے فارغ ہوئے اور اُنھوں نے مجھے واپس اپنی جگہ پر پہنچایا۔ وہ ابھی میرے پاس موجود تھے۔ میں نے کہا: میں آپ کو اُس ذات کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جس نے آپ کو یہ قدرت عطا کی ہے۔ آپ کون ہیں؟ اُنھوں نے کہا: میں محمد بن علی بن موسیٰؑ ہوں۔

اُس آدمی نے کہا: جب میں نے یہ بات کسی سے بیان کی تو پھر یہ ہر طرف پھیل گئی۔ آخر یہ بات محمد بن عبدالملک زیارت تک جا پہنچی۔ اُس نے میری طرف اپنے سپاہی بھیجے اور اُنھوں نے مجھے زنجیروں میں جکڑا اور یہاں لے آئے۔ یہ میرا واقعہ ہے۔

علی بن خالد نے اس آدمی سے کہا: کیا تم نے اپنا یہ واقعہ محمد بن عبدالملک کو سنایا تھا۔ اُس نے کہا: ہاں، میں نے اُسے سنایا تھا۔ یہ قصہ سن کر محمد بن عبدالملک نے مجھ سے کہا: تُو اُس شخص سے کہہ جس نے تجھے ایک رات میں شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے شام پہنچا دیا۔ وہ تجھے میری قید سے نکالے تو پھر مَیں مانوں گا کہ وہ صاحب اعجاز و کرامت ہے۔

علی بن خالد نے کہا: اس کا یہ دردناک قصہ سن کر میں پریشان ہوا۔ اُسے تسلیاں دیں۔ صبر کرو اللہ ضرور تیرا مسئلہ حل کرے گا۔

صبح ہوئی میں دوبارہ وہاں گیا تو وہاں لوگوں کا اژدہام دیکھا۔ جیل کا داروغہ اور اُس کے ساتھی کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ لوگوں کا ہجوم کیسا ہے؟

اُنھوں نے کہا: وہ قیدی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا وہ گذشتہ رات زندان سے نکل گیا ہے۔ نہیں معلوم کہ اُسے زمین نگل گئی ہے یا کوئی پرندہ اُسے اُٹھا کر لے گیا ہے۔

اے قاریٔ محترم! یہی واقعہ محدث کبیر حضرت آیت اللہ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الارشاد میں تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ہم نے یہ واقعہ الکافی سے نقل کیا ہے۔ کتاب الارشاد والے واقعہ کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دونوں روایات کے درمیان تھوڑا سا فرق ہے۔ باقی بات ایک ہی ہے۔ (الکافی، ج ۱، ص ۴۹۲، ۴۹۳)

دُعا کریں مَیں مٹی نہ کھاؤں

ابوہاشم جعفری سے روایت ہے، میں ایک دن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس گیا۔ آپؑ اُس وقت ایک باغ میں تھے۔ میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: مَیں مٹی کھانے پر مجبور ہو چکا ہوں۔ دُعا فرمائیں میری یہ عادت ختم ہو جائے۔

میری بات سن کر آپ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ چند دنوں کے بعد آپؑ نے فرمایا: اے ابوہاشم! اللہ تعالیٰ نے تجھ سے مٹی کھانے کی عادت ختم کر دی ہے۔

میں نے عرض کیا: یہ میرے لیے ایک بدترین مصیبت تھی جس سے مَیں دوچار تھا۔ [1]

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور استجابت دُعا

یہ حقیقت ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام نے جب بھی اپنی زندگی میں کوئی دُعا مانگی تو وہ فوراً قبول ہوئی۔ بعض اوقات اُن کی کوئی دُعا کچھ دیر بعد قبول ہوئی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آئمہ خود

---

[1] الکافی، ج ۱، ص ۴۹۵

اس کی قبولیت میں تعجیل نہیں چاہتے تھے۔ یہاں اس باب میں چند روایات نقل کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام مستجاب الدعوات تھے۔

بُہر کے مریض کو بُہر سے نجات

محمد بن عُمیر بن واقد رازی سے مروی ہے، میرا بھائی مرض بُہر میں مبتلا تھا۔ میں اُسے لے کر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: میرا بھائی اس موذی مرض میں گرفتار ہے۔ آپؑ دُعا فرمائیں اسے شفا مل جائے۔

امام علیہ السلام نے میرے بھائی سے فرمایا: اللہ نے تجھے شفا دے دی ہے۔ جب ہم امامؑ کی بارگاہ سے نکلے تو میرے بھائی کا مرض ختم ہو چکا تھا۔ زندگی میں پھر وہ اُس مرض کا مریض نہیں ہوا تھا۔

محمد بن عُمیر کا کہنا ہے کہ ہر ہفتے میرے دونوں پہلوؤں میں شدید درد پیدا ہو جاتا تھا۔ پھر کئی دن تک باقی رہتا تھا۔ میں نے حضرت امام جواد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میرے لیے دُعا کریں، تا کہ میں اِس مرض سے نجات حاصل کروں۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ تجھے عافیت عطا کرے۔ محمد بن عُمیر بیان کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام کی دُعا کا وہ اثر ہوا کہ میری بیماری فوراً ختم ہوئی۔ میں اب تک عافیت و خیریت سے ہوں۔

آنکھوں کے درد سے نجات

محمد بن سنان سے مروی ہے، میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حضور حاضر ہوا اور آنکھوں کے درد کی شکایت کی۔ آپؑ نے ایک کاغذ لیا اور حضرت ابوجعفرؑ کی طرف خط لکھا۔ ابھی ابوجعفرؑ طفلِ صغیر تھے۔ اُس وقت حضرت امام علی رضا علیہ السلام مکہ معظمہ میں تھے اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مدینہ منورہ میں تھے۔ امام علیہ السلام نے وہ خط اپنے خادم کے حوالے کیا اور مجھے تاکید کی کہ مَیں اُس کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف جاؤں۔ آپؑ نے فرمایا تھا کہ یہ بات راز رہے۔

محمد بن سنان نے کہا: ہم مدینہ منورہ حضرت امام جواد علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ خادم نے خط پیش کیا۔ امام ابوجعفر علیہ السلام نے خط کھولا، اُسے پڑھا اور اپنا سر آسمان کی طرف کیا اور فرمایا:

"تاج"۔ اس طرح آپؑ نے متعدد مرتبہ کیا۔ اُس وقت میری آنکھوں کا درد جاتا رہا۔ میری بینائی اس قدر تیز ہوگئی جو پہلے اس قدر نہ تھی۔

محمد بن سنان نے کہا: میں نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے کہا: اللہ رب العزت آپؑ کو اس اُمت کی وہی امامت و قیادت عطا کرے جو اللہ نے حضرت عیسٰی بن مریمؑ کو بنی اسرائیل پر عطا کی تھی۔ اس کے بعد میں نے کہا: یاشبیه صاحبِ فُطرس، "اے صاحبِ فطرس کی شبیہ"۔

محمد بن سنان کہتے ہیں: میں امام علیہ السلام سے رخصت لے کر چلا گیا۔ آپؑ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ میں اپنے معاملہ کو لوگوں سے چھپائے رکھوں جب تک میں نے امام علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا، تندرست رہا۔ ایک دفعہ میں نے کسی کو اپنا واقعہ سنایا۔ پس اس کے بعد وہ درد واپس آ گیا۔

محمد بن مرزبان نے کہا: میں نے محمد بن سنان سے پوچھا: جب تم نے امام علیہ السلام سے کہا تھا: اے شبیہ صاحبِ فطرس! اس سے تمھاری کیا مراد تھی۔

محمد بن سنان نے کہا: اللہ رب العزت فطرس فرشتے پر ناراض ہوا، اور اُس کے بدن سے پَر گر پڑے۔ سمندر کے کسی جزیرے میں اُسے پھینک دیا گیا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ رب العزت نے حضرت جبرئیلؑ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مبارک دینے کے لیے بھیجا۔

جنابِ جبرئیلؑ اور فطرس ایک دوسرے کے دوست تھے۔ جب حضرت جبرئیلؑ کا اُس جزیرہ سے گزر ہوا تو اُسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی خبر دی اور اُسے کہا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مبارک باد دینے کے لیے جا رہے ہیں۔ اگر تم جانا چاہتے ہو تو آؤ تمھیں لے جاؤں۔ وہاں آقائے نامدار تیری سفارش کریں گے اور تجھے شفا مل جائے گی۔

فطرس نے کہا: مجھے بھی لے چلیں۔ جنابِ جبرئیلؑ نے اُسے اپنے پَروں پر اُٹھایا اور بارگاہِ نبوت میں لے آئے اور اللہ رب العزت کی طرف سے مبارک باد دی۔ پھر فطرس کا قصہ سنایا۔ رسولؐ اللہ نے فطرس سے کہا: اپنے جسم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے جھولے سے مَس کرو۔

جب فطرس نے اپنا جسم مَس کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا اور اُس کے پَر برآمد ہو گئے اور ملائکہ کے ہمراہ واپس آسمان کی طرف چلا گیا۔ (کتاب بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۶۶)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور علمِ غیب

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ انسان باخبر ہونے کے لیے مختلف ذرائع رکھتا ہے۔ وہ اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے یا پھر لوگوں سے اُن کے بارے میں سنتا ہے۔ یا پھر تیسرا طریق الہام یا تبادرِ ذہنی ہے۔ اللہ رب العزت نے آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کو اطلاعات کے جو وسائل عطا کیے ہیں وہ مذکورہ وسائل سے مختلف ہیں۔ وہ اِن وسائل سے حوادثِ غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔ حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اُس کے نمائندے کرۂ ارضیہ کے حالات و واقعات سے مطلع ہوں۔ ہم اس موضوع کی تفصیلات اپنی کتاب "الامام المہدی من المہد الی الظہور" میں پیش کریں گے۔ یہاں وہ واقعات نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کا تعلق و علاقہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو غیبی واقعات کی اطلاع دے رکھی تھی، جس دن خراسان میں آپؑ کے والدِ بزرگوار اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے اُس دن آپؑ مدینہ منورہ میں تھے۔ آپؑ نے اپنے گھر والوں اور دوستوں کو اطلاع دی تھی کہ میرے بابا شہید کر دیے گئے ہیں۔

دو عورتوں کا مال

محمد بن ارومہ سے روایت ہے: ایک عورت نے مجھے زیورات، درہم اور کپڑے دیے کہ میں یہ امام سجاد علیہ السلام تک پہنچا دوں۔ اس دوران مجھے توہم ہوا کہ یہ تمام مال اس عورت کا ہے یا کسی اور کا۔ میں یہ سامان اور باقی اپنے اصحاب کا مال لے کر مدینہ منورہ پہنچا اور امام علیہ السلام کی طرف خط لکھ کر یہ تمام سامان اُن تک پہنچا دیا۔ میں نے اس خط میں تفصیل لکھی کہ فلاں مال فلاں کا ہے اور فلاں فلاں کا ہے۔ توقیع میں جو مراسلہ مجھے ملا اُس کی عبارت تھی:

"تم نے جو کچھ فلاں فلاں کی طرف سے میری طرف بھیجا ہے وہ مل گیا ہے اور وہ مال جو دو خواتین کی طرف سے تھا وہ بھی مل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ

تمھاری یہ سعی قبول کرنے اور تجھ پر راضی ہو اور اللہ تجھے دنیا اور آخرت میں ہمارے ساتھ رکھے"۔

جب میں نے دو خواتین کا ذکر سنا تو مجھے شک گزرا کہ جب ایک خاتون نے مال بھیجا ہے دوسری خاتون کہاں سے آگئی؟ مجھے صرف ایک عورت نے ہی مال دیا تھا۔ مجھے اُس آدمی پر شک گزرا جس نے مجھ سے مال وصول کیا تھا۔ آخر میں واپس اپنے وطن آیا۔ وہ خاتون میرے پاس آئی اور مجھ سے پوچھا: کیا میں نے وہ مال امامؑ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں پہنچا دیا ہے۔ میں نے کہا: کیا اس مال میں کسی دوسری عورت کا مال بھی تھا؟ اُس نے کہا: ہاں میری فلاں بہن کا مال بھی تھا۔ میں نے کہا: ہاں میں نے مال پہنچا دیا ہے۔ اس وقت میرا شک دُور ہوگیا۔

کل صبح سفر کرنا

اُمیہ بن علی سے روایت ہے: میں اور حماد بن عیسٰی مدینہ منورہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس گئے تاکہ آپؑ کو وداع کرکے اپنے وطن کی طرف جائیں۔ آپؑ نے فرمایا: اب سفر نہ کرو کل صبح سفر کے لیے نکلنا۔ جب ہم امام علیہ السلام کو سلام کرکے باہر آئے تو حماد نے کہا: میں تو ضرور سفر پر روانہ ہوں گا کیونکہ میرا مال روانہ ہوچکا ہے لیکن میں نے سفر کا ارادہ ترک کردیا۔ حماد سفر پر روانہ ہوگیا۔ رات کو وادی میں سیلاب آیا اور وہ اس وادی میں غرق ہوگیا۔ (1)

مفقودہ بکری کا واقعہ

علی بن جریر سے مروی ہے میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا۔ کسی کی بکری گم ہوگئی تھی۔ اُنھوں نے شک کی بنا پر امامؑ کے کچھ ہمسایہ لوگوں کو پکڑا اور اُنھیں کھینچ کر امامؑ کے پاس لے آئے کہ ان لوگوں نے اُن کی بکری چوری کی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم پر افسوس ہے ہمارے ان پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ انھوں نے

(1) کتاب بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۴۳

تمھاری بکری چوری نہیں کی ہے۔ تمھاری بکری فلاں کے گھر میں ہے، وہاں جاؤ اور اُسے لے آؤ۔ وہ لوگ مطلوبہ گھر میں گئے تو اُنھیں بکری مل گئی۔ اُنھوں نے اس آدمی کو مارا پیٹا، اُس کے کپڑے پھاڑے۔ وہ قسم کھا رہا تھا کہ اُس نے بکری چوری نہیں کی ہے۔ بکری اس کے گھر آ گئی تھی۔ وہ لوگ اُسے پکڑ کر امام علیہ السلام کے پاس لے آئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: افسوس تم نے اس آدمی پر ظلم کیا ہے۔ بکری اس کے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اسے اُس کا علم بھی نہیں تھا۔ اس نے بکری چوری نہیں کی ہے۔ آپؑ نے اُسے اپنے پاس بلایا اور اُسے جو مار پڑی تھی اور اُس کے کپڑے پھاڑے گئے تھے اُس کا کچھ عوض دے کر اُسے روانہ کیا۔ (1)

عورت کی موت کی خبر

عمران بن محمد اشعری سے روایت ہے: میں حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام کے پاس گیا اور اپنی حوائج پیش کیں۔ آخر میں عرض کیا: اُم الحسن (2) آپؑ کو سلام کہہ رہی تھی اور وہ آپؑ سے آپؑ کا لباس مانگ رہی تھی تاکہ وہ اُس کا کفن بنا لے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اب کپڑوں سے بے نیاز ہو چکی ہے۔ مجھے اِس بات کی اُس وقت سمجھ آئی جب مَیں واپس وطن پہنچا، معلوم ہوا کہ وہ ۱۳ یا ۱۴ دن پہلے فوت ہو گئی تھی۔ (3)

زیدی امامؑ کی گفتگو سے امامی بن گیا

قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے جو زیدی فرقے کا فرد تھا۔ اُس نے کہا: میں بغداد آیا وہاں میں نے لوگوں کو ایک مکان کی طرف تیزی سے جاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں؟ اُنھوں نے کہا: یہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس جا رہے ہیں۔ میں نے دل میں کہا: میں بھی ضرور جاؤں گا اور اس سے ملاقات کروں گا۔ میں نے اُنھیں سواری پر

---

(1) بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۴۷

(2) اُم الحسن: راوی عمران کی ماں ہے۔

(3) بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۴۳

سوار دیکھا۔ وہ ہماری طرف آ رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا: اللہ اصحابِ امامت پر لعنت کرے (نعوذ باللہ)۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کی اطاعت واجب کی ہے۔

امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے قاسم بن عبدالرحمٰن!

اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۲۴﴾

"اور کہنے لگے: کیا ہم اپنوں میں سے ایک بشر کی پیروی کریں؟ تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے"۔ (سورۂ قمر: آیت ۲۴)

میں نے دل میں کہا: واللہ یہ جادوگر ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾

"کیا ہمارے درمیان یہی ایک رہ گیا ہے جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے۔ نہیں، یہ بڑا جھوٹا خود پسند ہے"۔ (سورۂ قمر: آیت ۲۵)

قاسم کا بیان ہے کہ میں امامت کا عقیدہ رکھ کر واپس ہوا۔ میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں۔ آپؑ اللہ کی مخلوق پر حجت ہیں۔ ①

حدیث کی توضیح

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ان دو آیات کی تلاوت کی جو حضرت صالح علیہ السلام اور اُن کی قوم سے تعلق رکھتی ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ②

"جنابِ صالح کی قوم نے اپنے نبیؑ کی تکذیب کی (کہ یہ اکیلا فرد ہے یہ نبی نہیں بن سکتا؟ کہنے لگے کیا ہم اپنوں میں سے ایک بشر کی پیروی کریں؟

---

① کشف الغمہ اربلی، ج ۳، ص ۱۵۳

② سورۂ قمر، آیت ۲۳-۲۴

جب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ کیا ہمارے درمیان یہی ایک
رہ گیا ہے جس پر یہ ذکر نازل کیا گیا؟ نہیں یہ بڑا جھوٹا خود پسند ہے"۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس پر وحی کیوں کی گئی ہے۔ اس کے لیے نبوت کیوں خاص کی گئی ہے۔ وہ ہم میں سے ایک ہے۔ امام علیہ السلام نے ان دونوں آیات سے اس لیے استشہاد کیا تھا کیونکہ وہ آدمی زیدی تھا۔ اُس نے امامؑ کی صغرسنی پر اعتراض کیا تھا۔ امام علیہ السلام نے اُسے قوم ثمود سے تشبیہ دی تھی۔ اُنھوں نے اپنے نبیؑ پر اعتراض کیا تھا۔

زیدی حیران ہو کر رہ گیا کہ امام علیہ السلام نے اُس کے دل کی کیفیت بھانپ لی ہے کہ میں نے اُنھیں ساحر سے نسبت دی ہے اور امام علیہ السلام نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے جو دل کی بات سمجھ لیتا ہے اور اُس کا منطقی جواب دیتا ہے وہ امامؑ ہوتا ہے۔ زیدی پھر امامی بن گیا۔

تم پیاسے ہو

علی بن محمد ہاشمی سے روایت ہے، میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس اُس صبح کو گیا جس رات مامون کی بیٹی آپؑ کے گھر میں آئی تھی۔ میں وہ پہلا فرد تھا جس نے امام علیہ السلام کے ہاں اس وقت حاضری دی تھی۔ میں آپؑ کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے اُس رات دوائی کھائی تھی۔ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی لیکن آپؑ کی ہیبت کی وجہ سے پانی کا مطالبہ نہیں کر سکتا تھا۔ امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: تم مجھے پیاسے لگتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں، میں پیاسا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے گذشتہ شب دوائی پی ہے اور صبح کھانا کھایا ہے اس لیے تمھیں پیاس لگی ہے۔ تمھیں حیا دامن گیر ہے اس لیے پانی طلب نہیں کر رہے ہو۔

میں نے کہا: اے میرے آقا! واللہ، یہی بات ہے۔ آپؑ نے سچ فرمایا، میری کیفیت یہی ہے۔

امام علیہ السلام نے خادم سے کہا: ہمیں پانی پلاؤ۔ اس دوران میرے دل میں بات آئی کہ کہیں پانی مسموم نہ ہو۔ اس دوران خادم پانی لے کر آ گیا۔ امام علیہ السلام نے میرے دل کی کیفیت

جان لی تھی۔ آپؑ نے تبسم فرمایا اور غلام سے فرمایا: پانی مجھے پلاؤ۔ آپؑ نے پانی نوش فرمایا۔ پھر میں نے پانی پیا۔ دوبارہ مجھے پیاس لگی۔ حیا دامن گیر تھی کہ کیسے پانی مانگوں۔

امام علیہ السلام نے پہلے والی گفتگو کی۔ غلام آیا اور اُس کے ہاتھ میں پانی کا جام تھا۔ میں نے وہی خیال کیا جو پہلے کیا تھا۔ آپؑ نے غلام سے پانی لیا، نوش کیا اور تبسم فرمایا۔ پھر میں نے پانی پیا۔ میں نے دل میں کہا: لا الٰہ الا اللہ! یہی امامت کی دلیل ہے کہ جو بات میرے دل میں تھی آپؑ نے جان لی۔ اُس سے مجھے آگاہ کر دیا ہے جو کچھ تیرے دل میں ہے وہ میرے دل میں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے علی! واللہ! ہم وہ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ؀ (سورۂ زخرف: آیت ۸۰)

"کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم راز کی باتیں اور سرگوشیاں نہیں سنتے؟ ہاں اور ہمارے فرستادہ اُن کے پاس ہی لکھ رہے ہیں"۔

میں اور میرے ساتھی وہاں سے اُٹھے۔ یہ وہ تین دلائل تھے جو مَیں نے اس مجلس میں دیکھے جو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے صادر ہوئے تھے کہ آپؑ لوگوں کے دل کی باتیں جانتے ہیں جس طرح کہ اُن کے پیروکار کہتے ہیں۔

اے قارئ محترم! اس حدیث سے اس بات کا استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ جو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہیں کرتے تھے جب اُنھوں نے آپؑ کو قریب سے دیکھا اور آپ کی کرامات کا مطالعہ کیا تو اُنھیں آپؑ کی امامت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔

امام علیہ السلام کا زرہ کا مطالبہ اور غیبی خبر

عمران بن محمد سے روایت ہے میرے بھائی نے میری طرف زرہ بھیجی تا کہ میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے پاس لے جاؤں۔ اس کے ساتھ اور دوسری اشیاء بھی تھیں۔ میں نے امامؑ کے حضور باقی تمام اشیاء پیش کر دیں لیکن مجھے زرہ کی بات بھول گئی۔ جب میں نے آپؑ کو الوداع

کہا تو آپؑ نے فرمایا: وہ زرہ کہاں ہے جو تم لائے تھے؟

عمران نے کہا: مجھے میری والدہ نے کہا تھا کہ میں امام علیہ السلام سے اُن کی استعمال شدہ قمیص لیتا آؤں۔ جب میں نے امام علیہ السلام سے قمیص کا سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اب تمھاری ماں کو قمیص کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ راستے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ تین دن پہلے وفات پا گئی تھی۔ (کتاب الخرائج، ج ۲، ص ۶۷۰)

مالِ خمس میرے پاس لے آؤ

محمد بن فرج سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے میری طرف خط لکھا: مالِ خمس میرے پاس لے آؤ۔ اس سال کے علاوہ میں تم سے خمس وصول نہیں کرسکوں گا۔ اسی سال ہی آپؑ اعلیٰ علیین کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ (کتاب کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۷۰)

امامؑ کا اپنے اصحاب کے خطوط کی خبر دینا

ابوہاشم جعفری سے روایت ہے، ایک دفعہ میں حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام کے پاس گیا۔ میرے پاس تین خط تھے جن کے اُوپر خط بھیجنے والوں کے نام درج نہیں تھے۔ یہ معاملہ مجھ پر مشتبہ تھا۔ جب میں نے وہ خطوط امامؑ کی خدمت میں پیش کیے تو آپؑ نے فرمایا: یہ خط ایان بن شعیب کا ہے۔ آپؑ نے دوسرا خط لیا اور فرمایا: یہ محمد بن ابی حمزہ کا خط ہے۔ پھر تیسرا خط لیا اور فرمایا: یہ فلاں کا خط ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں حیران ہوا اور آپؑ نے میری طرف دیکھا اور تبسم کیا۔ (کتاب بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۴۱)

توضیح وتشریح

ابوہاشم نے اِن خطوط پر خطوط بھیجنے والوں کے نام نہیں لکھے تھے۔ اس لیے اُسے اشتباہ ہوا تھا لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ خطوط کن لوگوں کے ہیں۔ ان خطوط کو کھولنے سے پہلے آپؑ نے ان کے بھیجنے والوں کے نام لکھ دیے تھے، تاکہ خط بھیجنے والے کا خط یا اُس کے دستخط سامنے آئیں۔

مستقبل میں کیا ہونے والا ہے؟

ابوہاشم سے مروی ہے، حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے تین سو دینار دیئے اور فرمایا: یہ رقم تم میرے فلاں چچازاد بھائی کے حوالے کرنا۔ جب تم یہ رقم اُس کے حوالے کرو گے تو وہ تم سے پوچھیں گے کہ تم پراپرٹی ڈیلر کی نشان دہی کرو تاکہ وہ اس رقم کے ساتھ میرے لیے پراپرٹی خریدے۔

راوی کہتا ہے کہ مَیں وہ رقم اُٹھا کر آپؑ کے چچازاد بھائی کے پاس لے آیا۔ جب مَیں نے وہ رقم پیش کی تو اُسے وہی بات کہی جو امام علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ وہ اُسے پراپرٹی ڈیلر کی نشان دہی کرے تاکہ وہ اُس کے لیے جائیداد خریدے۔ مَیں نے اُنھیں جواب دیا۔ جی ہاں، میں اُس آدمی کو تلاش کرتا ہوں جو آپ کو جائیداد خرید کردے۔ ①

یہ کنیز خریدو!

صالح بن عطیہ اصحب نے روایت کی ہے: جب مَیں نے حج کرلیا تو میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپؑ کے ہاں اپنے تجرد کی شکایت کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب حرم سے باہر جانا تو ایک کنیز خریدنا۔ اللہ رب العزت اُس کے بطن سے تجھے بیٹا عطا کرے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے کہا: آپؑ میرے ساتھ چلیں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ آپؑ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور بردہ فروش کے پاس پہنچے۔ وہاں آپؑ نے ایک کنیز کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اسے خرید لو۔ میں نے اُس کنیز کو خریدا تو اُس کے بطن سے اللہ نے مجھے بیٹا عطا کیا۔ میں نے اس کا نام محمد رکھا (کہا گیا ہے کہ اس حدیث کی دوسری صورت میں روایت کی گئی ہے لیکن دونوں کا نتیجہ ایک ہے)۔ ②

---

① کتاب الکافی، ج ۱، ص ۴۹۵

② بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۳۳

آج رات اللہ سے ملاقات

ابو مسافر سے روایت ہے، اُس نے حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: آج میری رحلت کی رات ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: ہم وہ لوگ ہیں جب اللہ ہمارا اُس دُنیا میں رہنا پسند نہیں کرتا تو ہمیں اپنی طرف بلا لیتا ہے۔[1]

امام تقی علیہ السلام اور سوال سے پہلے جواب

محمد بن ابوالعلاء سے روایت ہے، اُس نے کہا: میں نے سامرہ کے قاضی یحییٰ بن اکثم سے سنا، اُس نے کہا: میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے مناظرے اور مکالمے کر چکا تھا اور اُن سے علومِ آلِ محمدؐ کے بارے میں سوالات کر چکا تھا۔ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ میں قبرِ رسولؐ پر گیا تاکہ آپؐ کی قبر کا طواف کروں۔ اُس وقت میری نظر حضرت محمدؑ بن علیؑ پر پڑی۔ آپؑ اُس وقت قبرِ نبیؐ پر تھے۔ اُس وقت میرے دل میں سوالات پیدا ہوئے کہ امامؑ سے اِن کے جوابات پوچھوں۔

امام علیہ السلام نے فوراً فرمایا: کیا تم مجھ سے یہ سوال پوچھنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: واللہ! میرا یہی سوال تھا جو آپؑ نے بیان کیا ہے۔ مجھے شرم آ رہی تھی کہ آپؑ سے یہ سوال کیسے پوچھوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تیرے اُس سوال کا جواب دے سکتا ہوں جو ابھی تم نے مجھے بیان بھی نہیں کیا۔ تیرا سوال خود میرے بارے میں ہے کہ کیا مَیں امامؑ ہوں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں، میرا یہی سوال تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مَیں ہی امام ہوں۔

یحییٰ کہتا ہے کہ میں نے علامت پوچھی: اُس وقت آپؑ کے ہاتھ میں عصا تھا تو وہ عصا بول پڑا: یہ واقعی میرے اور زمانے کے امامؑ ہیں اور یہی حجتِ خدا ہیں۔

---

[1] بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۳

توضیح و تشریح

حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کے ہاتھوں میں جو عصا تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا جس سے خارق العادت اُمور ظاہر ہوئے تھے۔ اُسے جب حضرت موسیٰؑ نے زمین پر پھینکا تھا تو وہ سانپ بن گیا تھا۔ علاوہ ازیں وہ اژدھا بن کر ساحروں کی رسیوں کو نگل گیا تھا۔ یہ انبیاءؑ کے مواریث میں تھا۔ جو رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تھا۔ پھر آپؐ کے بعد باری باری ہر امام تک پہنچا تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ عصا حضرت آدم علیہ السلام کا تھا جو حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ پھر حضرت موسیٰؑ بن عمران کے پاس پہنچا تھا۔ اب وہ ہمارے پاس ہے جسے مَیں نے کچھ عرصہ پہلے اُسے دیکھا ہے۔ جب ہم اُس سے نطق کرنا چاہتے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ نطق کرتا ہے......الخ۔

رحمِ مادر کی خبر

ایک روایت ہے کہ اسحاق بن اسماعیل نے اُس سال حج کیا جس سال ایک وفد نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کی تھی۔ اُس کا کہنا ہے: میں نے ایک کاغذ پر دس سوال لکھے کہ یہ سوالات مَیں امامؑ سے پوچھوں گا۔ اُن دِنوں میری بیوی حاملہ تھی میں نے اپنے دل میں کہا: جب امامؑ میرے سوالات کے جوابات دیں گے تو اُن سے کہوں گا کہ آپؑ اللہ سے دُعا کریں کہ بیٹا پیدا ہو۔

جب لوگوں نے اپنے اپنے مسائل پوچھ لیے تو میں کھڑا ہوا تا کہ آپؑ میرے سوالات کے جوابات دیں۔

آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

اے ابو یعقوب! اپنے بیٹے کا نام احمد رکھنا۔ جب میرے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو وہ بیٹا تھا اور مَیں نے اُس کا نام احمد رکھا۔

یہ امام ابوالحسنؑ کی قمیص ہے

حسن بن علی وشاء سے مروی ہے: میں مدینہ منورہ کے قریب صریا[1] نامی بستی میں تھا۔ وہاں میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ پانی کے ذخیرہ کے پاس تھا۔ آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میرے ساتھ رہو۔

میں نے اُس وقت اپنے دل میں کہا: میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی قمیص کا سوال کرنا ہے جو ابھی تک میں ایسا نہیں کر سکا۔ ہاں! جب حضرت محمد تقی علیہ السلام واپس آئیں گے تو میں آپؑ سے سوال کروں گا۔ ابھی میں اِس سوچ بچار میں تھا کہ آپؑ کا غلام آیا اور اُس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی قمیص میرے حوالے کی، حالانکہ میں نے آپؑ سے سوال تک بھی نہیں کیا تھا۔ اُس وقت میں پانی کے خزانے کے پاس تھا۔ قاصد نے مجھ سے کہا: امامؑ نے تمھاری طرف یہ قمیص بھیجی ہے۔ یہ قمیص حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ہے جس میں امامؑ نے نمازیں پڑھی تھیں۔ (بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۵۲)

امام جوادؑ کا ہدیہ

احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کی ہے کہ اُس نے محمد بن سہل بن یسع سے سنا، اُس نے کہا: میں مکہ معظمہ میں سکونت پذیر تھا۔ میں اِس دوران مدینہ منورہ آیا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے امامؑ سے اس چادر کا مطالبہ کروں گا جو آپؑ پہنتے ہیں، لیکن اتفاق نہ ہوا۔ میں نے آپؑ سے وداع کیا اور واپسی کا ارادہ کیا۔ میں نے دل میں کہا: میں بعد میں امام علیہ السلام کی طرف خط لکھ کر چادر منگوا لوں گا۔ میں نے ایک خط لکھا اور مسجد نبوی میں چلا آیا۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی اور سو مرتبہ طلب خیر کی تسبیح پڑھی۔ اس دوران دل میں آیا کہ وہ خط بھیجوں، لیکن میں نے خط بھیجنے کا ارادہ ترک کر دیا اور خط کو پھاڑ دیا اور مدینہ منورہ سے نکل پڑا۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک قاصد آ رہا تھا جس کے ہاتھ میں رومال تھا؛ جس میں چادر تھی۔ اُس نے محمد بن سہل قمی سے میرے بارے میں پوچھا۔ آخر

---

[1] صریا: مدینہ منورہ کے نزدیک وہ بستی جسے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے آباد کیا تھا۔

وہ مجھ تک پہنچ گیا اور مجھ سے کہا: تمہارے امامؑ نے تمہارے لیے یہ کپڑے بھیجے ہیں۔ جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ دو چادریں تھیں۔

احمد بن محمد نے کہا: جب محمد بن سہیل بن یسع فوت ہوئے تو میں نے اُسے غسل دیا اور اُنھی چادروں کا اُسے کفن دیا۔ (کتاب الخرائج راوندی، ج ۲، ص ۶۶۸)

ابو ہاشم جعفری کی روایت

ابو ہاشم جعفری سے مروی ہے کہ اُس نے کہا: میرے پاس اُونٹوں کو کرایہ پر دینے والا آدمی آیا اور اُس نے کہا: امامؑ سے اُس کے بارے میں بات کرنا کہ امامؑ بار برداری کا کام اُس کے ذمے لگا دیں۔ میں امامؑ کے پاس حاضر ہوا تاکہ اُس کی بات کروں لیکن امام علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھانے میں مصروف تھے۔

آپؑ نے مجھ سے کہا: اے ابو ہاشم! کھانا کھاؤ۔

کھانا میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ اس دوران آپؑ نے اپنے غلام سے کہا: جمال کی طرف دیکھو، اسے ابو ہاشم ہمارے پاس لائے ہیں، اِن کے ذمہ کام لگا دو"۔ (الکافی، ج ۱، ص ۴۹۰)

امام محمد تقی علیہ السلام اور دریائے دجلہ کے پانی کا وزن

عمر بن فرج رخجی سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے پر کھڑا تھا۔ میں نے سوال کیا: آپؑ کے پیروکار دعوٰی کرتے ہیں کہ آپؑ دریائے دجلہ کے پانی کے وزن کا علم رکھتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا اللہ رب العزت اِس بات پر قادر ہے کہ تمام مخلوق میں سے یہ علم مچھر کو عطا کر دے۔ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں، وہ قادر ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ رب العزت کے نزدیک مچھر سے کہیں زیادہ افضل اور مکرم ہوں۔ جب وہ مچھر کو عطا کر سکتا ہے مجھے عطا نہیں کر سکتا؟ (بحار الانوار، ج ۵، ص ۱۰۰)

امام محمد تقی علیہ السلام کی عبادت

ماہِ رجب میں امام علیہ السلام کی عبادت کا حال کچھ اس طرح مذکور ہے:

سید ابنِ طاؤس نے الاقبال میں لکھا ہے کہ ایان بن صلت سے روایت ہے، حضرت امام جواد علیہ السلام بغداد میں تھے۔ آپؑ نے وہاں ۱۵ رجب کا روزہ رکھا، پھر ۲۷ رجب کا روزہ رکھا۔ آپؑ کے ساتھ آپؑ کے ساتھیوں نے بھی روزے رکھے۔ آپؑ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم بارہ رکعت نماز پڑھیں کہ جس کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورہ پڑھا جائے۔ جب آپؑ نے نماز سے فراغت حاصل کی تو آپؑ نے چار دفعہ الحمد، چار دفعہ سورۂ توحید اور چار دفعہ معوذتین کی تلاوت کی۔

اس کے بعد لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ، ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہ۔ لا الہ الا اللہ واللہُ اکبر، سبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم بھی چار دفعہ پڑھا۔ اس کے بعد چار دفعہ اللہُ رَبّی لَا أشرک بہ شیئًا اور چار دفعہ لَا أشرک بربّی احدًا پڑھا۔ [1]

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا حج

حسین بن اسلم سے روایت ہے، جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے عمرہ کے لیے بال کٹوانے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے حجام سے کہا: وہ آپؑ کے سر مبارک کے بال صاف کرے۔ جب اُس نے بال صاف کرنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے فرمایا: بالوں کی صفائی کا آغاز پیشانی کے بالوں سے کیا جائے۔ حجام نے اسی طرح کیا جس طرح آپؑ نے فرمایا تھا۔ (کتاب الکافی، ج ۴، ص ۴۳۹، کتاب الحج) [2]

---

[1] کتاب الاقبال، ص ۶۷۶، فصل ۹۹، باب ۸۸،، جدید طبع، ج ۳، ص ۲۷۳

[2] عمرہ کی تقصیر: ناخن کٹوانا یا سر یا داڑھی کے تھوڑے سے بال کٹوانا۔ جب حجام نے امام علیہ السلام کے سر کے بال مونڈنے کا ارادہ کیا تو امام علیہ السلام نے اُسے فرمایا: وہ بالوں کے مونڈنے کا آغاز پیشانی کے اُوپر والے بالوں سے کرے۔ (محقق)

امامؑ اور رمی جمرات

علی بن مہزیار سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو منیٰ کے دن کے بعد جمرات کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ نے رمی کی پھر واپس آئے۔ جب آپؑ واپس آئے تو آپؑ سواری پر سوار تھے۔ جب رمی کے لیے گئے تھے تو پیدل تھے۔ (الکافی، ج ۴، ص ۴۸۶) ①

بعض اعمالِ حج

علی بن مہزیار سے روایت ہے، ۲۲۵ھ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے حج کیا۔ جب سورج بلند ہوا تو آپؑ نے بیت اللہ کو وداع کیا۔ آپؑ نے طواف کیا۔ ہر چکر میں رکن یمانی کا اِستلام کیا۔ جب آپؑ چوتھے شوط میں تھے تو آپؑ نے چوتھے شوط میں حجرِ اسود کا اِستلام کیا اور اُسے اپنے ہاتھ سے مَس کیا۔ پھر وہی ہاتھ اپنے چہرے پر لگایا۔ اس کے بعد مقامِ ابراہیمؑ پر آئے اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپؑ کعبہ کے پیچھے آئے اور ملتزم ② پر ٹھہرے۔ یہاں آپؑ نے اپنے شکم سے کپڑا ہٹا دیا اور بیت اللہ سے اپنا شکم لگالیا۔ یہاں آپؑ ایک طویل عرصہ کھڑے رہے اور دعاؤں میں مصروف رہے۔ اُس کے بعد وہاں سے باہر آئے۔

راوی نے کہا: میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو ۲۱۷ھ میں حج کرتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ نے بیت اللہ کا وداع کیا اور ہر شوط میں رُکنِ یمانی اور حجرِ اسود کا اِستلام کیا۔ ساتویں شوط کے بعد رُکن یمانی سے قریب اور حجرِ اسود کے فوق میں ملتزم میں آئے، اپنے شکمِ مبارک سے کپڑے کو ہٹا کر شکمِ مبارک کو کعبہ کے ساتھ لگا دیا۔ اس کے بعد آپؑ حجرِ اسود کے پاس آئے

---

① امام علیہ السلام نے رمی جمرات کے لیے طویل راستہ پیدل طے کیا کیونکہ آپؑ عبادتِ خداوندی میں مصروف تھے۔ جب رمی جمرات سے فارغ ہوئے تو اپنا واپسی کا سفر سواری پر سوار ہو کر طے کیا۔ کیونکہ آپؑ اس وقت عبادت سے فارغ ہو چکے تھے۔ (محقق)

② ملتزم: کعبہ کی پشت کو کہتے ہیں، اس کا نام ملتزم، اس لیے ہے کیونکہ لوگ یہاں آتے ہیں اور اپنے سینوں کو کعبہ کی دیوار سے مَس کرتے ہیں، استغفار کرتے ہیں اور دُعائیں مانگتے ہیں۔ (محقق)

اور اُسے بوسہ دیا اور اُسے مَس کیا۔ مقامِ ابراہیمؑ پر آئے اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے چلے گئے۔ پھر بیت اللہ کی طرف واپس نہ آئے۔ آپؑ ملتزم پر اتنی مقدار میں رہے جتنی مقدار میں ہمارے اصحاب سات یا آٹھ چکر لگاتے ہیں۔ ①

امام علیہ السلام کی مقامِ ابراہیمؑ پر نماز

علی بن مہزیار سے روایت ہے، میں نے حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ نے ترویہ ② کے دن زوالِ شمس کے بعد مقامِ ابراہیمؑ پر چھے رکعات نماز پڑھی۔ اُس وقت آپؑ نے جوتے ③ پہن رکھے تھے۔ ④

زُہدِ امامؑ

آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام میں سے جن ہستیوں کے پاس مادی اسباب وافر مقدار میں تھے اُن میں سے ایک حضرت امام جواد علیہ السلام ہیں۔ محمد بن اُرومہ سے روایت ہے، اُس نے حسین المکاری سے سنا، اُس نے کہا: میں بغداد گیا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس پہنچا اور آپؑ کے پاس دنیا کے تمام اسباب وافر مقدار میں موجود تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ آدمی اب واپس اپنے وطن کی طرف نہیں جائے گا کیونکہ میں اُن کے اَحوال سے واقف تھا۔ امام علیہ السلام نے تھوڑی دیر کے لیے اپنا سر جھکا لیا اور پھر اُسے بلند کیا۔ اُس وقت آپؑ کے چہرے کا رنگ زرد ہو چکا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے حسین! مجھے حرمِ رسولؐ میں جَو کی روٹی اور نمک یہاں کے لوازمات سے بہت زیادہ محبوب ہیں۔ (بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۴۸)

---

① الکافی، ج ۴، صفحہ ۵۳۲

② یوم ترویہ: ۸ ذی الحجہ کا دن۔

③ اس جوتے سے مقصود عربوں کی خاص جوتی ہے جس سے پاؤں کا اُوپر والا حصّہ ظاہر رہتا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ ایسی جوتی نماز میں پہنی جاسکتی ہے۔ (محقق)

④ تہذیب الاحکام، ج ۲، ص ۲۳۳، حدیث ۱۲۶

حدیث کی توضیح

مندرجہ بالا حدیث میں یہ ہے کہ جب راوی امام علیہ السلام کے پاس آیا تو امام علیہ السلام اُس وقت بغداد میں تھے۔ اُس نے وہاں امام کا بے پناہ پروٹوکول، لوازمات مادی دیکھے، اعلیٰ اور لذیذ ترین ماکولات و مشروبات دیکھے تو اُس کے ذہن میں آیا کہ امامؑ مدینہ منورہ کی طرف جلدی واپس نہیں جائیں گے، کیونکہ وہاں یہ اسبابِ دنیا میسر نہیں ہیں۔ امامؑ بغداد میں ہی رہ جائیں گے۔ امام علیہ السلام نے فوراً راوی کو بتا دیا کہ اُس کے دل میں کیا ہے اس لیے آپؑ نے فرمایا: اے حسین! مجھے اپنے گھر میں جَو کی روٹی اور نمک، ان لوازمات سے زیادہ محبوب ہیں۔

امام علیہ السلام کے مکتوبات

حدیث کی کتابوں میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے خطوط کا کثرت کے ساتھ ذکر ہے۔ امام علیہ السلام نے یہ خطوط اپنے بعض اصحاب کی طرف لکھے تھے جن کے عنوان مختلف ہیں اور یہ مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے انسان کو فردی، خانوادی اور معاشرتی حالات کا علم ہوتا ہے۔

اس فصل میں ہم امام علیہ السلام کے بعض رسائل کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن خطوط کا ذکر کریں گے جن خطوط میں آپ نے فقہی سوالات کے جوابات دیے تھے۔ اس سے پہلے کہ ہم امام علیہ السلام کے خطوط کا ذکر کریں یہ کہنا ضروری ہے کہ امام علیہ السلام کے یہ خطوط معنوی فوائد پر مشتمل ہیں۔ اِن میں سے کچھ خطوط علمِ اَخلاق پر مشتمل ہیں۔ اُن احباب کے لیے بہت زیادہ مفید ہیں جو معنویات کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ ان خطوط سے حقائق کے ابواب کھلتے ہیں۔ انسان اِن کے ذریعے ایمان اور تقویٰ کی منازل پر پہنچتا ہے جس سے اُس کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام بلند ہوتا ہے اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے قلوب میں اُسے وسیع ترین جگہ ملتی ہے۔

امامؑ کے خطوط بنام علی بن مہزیار

جناب علی بن مہزیار اَہوازی (رضوان اللہ علیہ) ایک عالم اور فقیہہ انسان تھے اور

آپ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے خاص صحابی تھے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے نزدیک اُنھیں ایک بڑا مقام حاصل تھا۔ امام علیہ السلام اُن کے عواطف و جذبات کو خوب جانتے تھے اور اُن کے لیے بارگاہِ خداوندی میں دُعا فرماتے تھے۔

اب ہم اس فصل میں ان کلمات کا مطالعہ کرتے ہیں جو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت علی بن مہزیارؓ کے درمیان جاری ہوئے تھے۔ ان سے ہمیں مفید دروس و عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک انسان کے لیے یہ وہ لوازمات ہیں کہ جن کے ذریعے وہ مدارج کمال کی طرف سفر کرتا ہے۔ جب امام معصومؑ کسی انسان سے ان کلمات کے ذریعے خطاب کرتے ہیں تو اُس انسان کے معنوی درجات کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اُس کی طرف لکھا:

''مجھے تمھارا خط موصول ہوا۔ اُس خط میں تم نے جو کچھ لکھا ہے وہ میں نے پڑھا ہے۔ اُس سے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ ذات تمھارا دفاع کرے گی اور تیری کفایت کرے گی اور ہر فریب دہندہ کے فریب سے وہ تجھے بچائے گا''۔ ان شاء اللہ!

امام علیہ السلام نے ایک دوسرے خط میں یہ لکھا:

''تم نے میری طرف اہلِ قم کے حالات لکھ کر بھیجے ہیں۔ میں نے اِس خط کو پڑھا ہے۔ اللہ رب العزت نے اُنھیں نجات دی ہے۔ اس خط سے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ تم ہمیشہ اِس طرح کرتے رہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں جنت میں جگہ عطا کرے۔ ہماری خوشنودی سے وہ تم پر راضی ہو۔ مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ تمھاری بہترین معاونت کرے گا۔ میں کہتا ہوں: اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے''۔

امام علیہ السلام نے تیسرے خط میں لکھا:

''اپنے گھر کو لازم رکھو، اللہ تمھاری دنیاوی اور اُخروی منازل کو کامیاب کرے گا''۔

چوتھے رسالہ میں لکھا:

''میرا اللہ سے سوال ہے کہ تمھاری ہر طرف سے حفاظت کرے اور تمام حالات میں تمھاری محافظت ہو۔ تمھیں خوش خبری دی جاتی ہے۔ مجھے اللہ سے اُمید ہے اللہ تمھارا دفاع کرے گا۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ تمھیں خیریت سے رکھے گا۔ تمھارے عزم میں وہ تمھیں کامیاب کرے گا۔ یہ کام سوموار کے دن نہ کرنا بلکہ اُس سے اگلے دن کرنا۔ وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا۔ تمھارے سفر میں تمھارا اللہ تمھارے ساتھ رہے گا۔ تیرے گھر والوں کی حفاظت کرے گا اور تم سلامتی کے ساتھ گھر واپس آؤ گے اور تم اُس کی قدرت کے ساتھ سلامت رہو گے''۔

علی بن مہزیارؒ کا خط

علیؒ بن مہزیار نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ آپؑ اس کی فراخیٔ رزق کی وسعت کی دُعا کریں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے جواب میں لکھا:

''اللہ رب العزت تمھیں بے پناہ رزق عطا کرے گا اور تمھارے عزیزوں میں سے جس نے تجھ سے رزق کی فراخی کی بات کی ہے اُسے بھی وہ بے پناہ رزق عطا کرے گا۔ اے علی! میرے پاس بہت زیادہ رزق ہے۔ اللہ سے دُعا ہے کہ وہ تمھیں عافیت سے رکھے گا۔ وہ ہر طرف تمھارے لیے عافیت کا سامان کرے گا۔ وہ دُعاؤں کا سننے والا ہے''۔

جب علیؒ بن مہزیار نے آپؑ سے دُعا کا سوال کیا تو آپؑ نے اُس کی طرف لکھا:

''تم نے دُعا کا سوال کیا ہے۔ اِس بات کو تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نزدیک تمھارا کیا مقام بنایا ہے؟ بسا اوقات میں تمھارے نام اور نسب سے پکارتا ہوں۔ میری عنایات تم پر بہت زیادہ ہیں اور میں تم سے

محبت کرتا ہوں۔ اور میں تمھارے دل کی کیفیات کو جانتا ہوں۔

اللہ رب العزت تمھیں اس سے زیادہ رزق عطا کرے اور تجھ پر راضی رہے، تمھارے افضل ارادوں میں تمھیں کامیاب کرے اور اپنی رحمت سے تمھیں فردوسِ اعلیٰ عطا کرے۔ وہ بے شک دعاؤں کا سننے والا ہے۔

اللہ تمھاری حفاظت کرے اور تجھ سے محبت کرے اور وہ اپنی رحمت سے تجھ سے ہر برائی کو دُور کرے (میں نے یہ خط خود لکھا ہے)''۔ (1)

ایک اور خط میں امام علیہ السلام نے علیؓ بن مہزیار کی طرف لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے علیؓ! اللہ تجھے بہترین جزا دے اور تجھے جنت عطا کرے، دنیا اور آخرت کی رُسوائی سے نجات دے اور ہمارے ساتھ تجھے محشور کرے۔

اے علیؓ! میں نے تمھارا بارہا امتحان کیا ہے۔ تم ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ جو خدمت اور اطاعت تم پر واجب تھی تم نے اُس کا حق ادا کیا ہے۔ میں نے تم جیسا کسی اور کو نہیں پایا۔ میں اپنی بات میں سچا ہوں۔

اللہ تجھے جنت الفردوس میں جگہ دے۔ مجھ پر تمھارا مقام پوشیدہ نہیں ہے۔ تم نے سردی گرمی شبانہ روز ہماری خدمت کی۔ میری اللہ سے دُعا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع کرے گا تو وہ اپنی رحمت سے تم سے اس قدر محبت کرے گا کہ تمام لوگ تم پر رشک کریں گے۔ وہ دُعاؤں کا سننے والا ہے''۔

اے قاریٔ محترم! ہم نے یہاں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے اُن خطوط کا ذکر کیا ہے جو آپؑ نے اپنے صحابی علیؓ بن مہزیار کی طرف لکھے تھے تاکہ معلوم ہو کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے محبوں سے اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح امام علیہ السلام نے جناب علیؓ بن مہزیار سے

---

(1) امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے خط کاتب سے نہیں لکھوایا اپنے ہاتھ سے لکھا ہے کیونکہ میرے نزدیک تمھارا بہت بڑا مقام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب علیؓ بن مہزیار کا امامؑ کی بارگاہ میں بڑا مقام تھا۔ (محقق)

اپنی محبت کا مظاہرہ کیا۔اُس کی طرف خطوط لکھے، اُس کے خطوط کا مہربانی اور شفقت سے جواب دیا۔آئمہ طاہرین علیہم السلام کی یہ وہ عنایات جواُن کے چاہنے والوں کے لیے جاری ہوتی ہیں دُنیاومافیہا کے خزانوں سے افضل ہیں۔

علیؓ بن مہزیار نے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بہت سی احادیث اور اُن کے مکتوبات کی روایت کی ہے۔ہم نے مقام کی مناسبت سے ان کا ذکر کیا ہے۔

زلزلوں سے نجات

علیؓ بن مہزیار سے روایت ہے، میں نے حضرت امام ابوجعفر ثانی علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ آج کل اُہواز میں زلزلے کثرت کے ساتھ آرہے ہیں کیا میں اُہواز سے ہجرت کر جاؤں؟

امام علیہ السلام نے میری طرف خط لکھا:

> ''اُہواز سے ہجرت نہ کرو۔ بدھ، جمعرات اور جمعہ کے دن روزے رکھو، جمعہ کے دن غسل کرو، پاک لباس پہنو۔ پھر اسی دن باہر نکل کر دُعا کرو۔ اللہ تعالیٰ زلزلوں کو تمھارے علاقے سے دُور کردے گا''۔

علیؓ کہتے ہیں میں نے امام علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا تو پھر ہم زلزلوں سے محفوظ ہو گئے۔(بحارالانوار، ج ۵۰،ص ۱۰۱، حدیث ۱۴)

امام علیہ السلام کے دوسرے لوگوں کی طرف خطوط

قرض کی ادائیگی

اسماعیلؓ بن سہل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ میں بہت بڑے قرض سے دوچار ہو چکا ہوں۔

امام علیہ السلام نے میری طرف لکھا کہ میں کثرت کے ساتھ استغفار کروں اور ہروقت سورۂ قدر سے اپنی زبان کو معطر رکھوں۔[1]

---

[1] کتاب کافی، ج ۵، ص ۳۱۶، ۳۱۷، حدیث ۵۱

مدارات مکاشفہ سے بہتر ہے

بکرؒ بن صالح سے روایت ہے کہ میرے داماد نے مجھے خط لکھا کہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف خط لکھوں۔ اُس نے جو خط لکھا وہ یہ تھا:

"میرا باپ ناصبی ہے، خبیث عقیدے کا مالک ہے۔ میں اس مسئلہ میں کیا کروں؟ دُعا بھی فرمائیں ساتھ یہ بھی فرمادیں کہ میں اُس پر اپنا عقیدہ ظاہر کروں یا نہ کروں؟"

امام علیہ السلام نے میری طرف خط لکھا:

"میں نے تمھارا خط پڑھا جو تم نے اپنے باپ کے بارے میں لکھا ہے۔ میں ہمیشہ دُعاؤں میں تمھیں یاد کرتا رہوں گا، ان شاء اللہ۔ مدارات مکاشفہ سے بہتر ہے۔ تنگی کے بعد آسانی ہے۔ صبر سے کام لو، نیک انجام متقین کے لیے ہے، اللہ تمھیں آلِ محمدؐ کی ولایت پر ثابت قدم رکھے۔ ہم اور تم اللہ کی امان میں ہیں وہ اس ودیعت کو ضائع نہیں کرتا"۔

بکرؒ کا کہنا ہے: اللہ تعالیٰ نے میرے والد کے دل پر رحم کیا۔ اُس نے پھر میری مخالفت نہ کی۔ [1]

امامؑ کا اُس آدمی کے نام خط جس کا بیٹا فوت ہوگیا تھا

ابنِ مہرانؒ سے مروی ہے، حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام نے ایک آدمی کی طرف خط بھیجا جس کا جوان بیٹا فوت ہوگیا تھا۔ آپؑ نے اُس کی طرف لکھا کہ تم نے اپنے بیٹے کی وفات کی مصیبت کا ذکر کیا اور تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ تمھاری محبتوں کا مرکز تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو آزماتا ہے۔ وہ اُس کے عزیزان میں سے اُس فرد کو اپنے پاس بلاتا ہے جو سب سے زیادہ پیارا اور عزیز ہو، تاکہ وہ اس بڑی مصیبت پر اجرِ عظیم عطا کرے۔ اللہ تجھے عظیم اجر عطا کرے اور تجھے صبر دے اور اس مصیبت کو برداشت کرنے کی

---

[1] بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۵۵

طاقت عطا کرے، کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اللہ بہت جلد تمھیں اس کا نعم البدل عطا کرے۔ مجھے اپنے اللہ سے اُمید ہے کہ وہ ضرور تجھے بیٹا عطا کرے گا، ان شاء اللہ!

امامؑ کا ایک مومن گورنر کی طرف خط

احمدؒ بن زکریا صیدلانی سے روایت ہے، اُس نے بنی حنیفہ کے ایک فرد سے سنا: ایک آدمی سیستان کے علاقے کا رہنے والا تھا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب معتصم کی حکومت کے ابتدائی ایام تھے۔ اس سال امام جواد علیہ السلام حج کے لیے نکلے تھے۔ میں بھی آپؑ کے ساتھ تھا۔ دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ امامؑ حکومتی لوگوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اُن لوگوں میں سے ایک آدمی نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔ ہمارے علاقے کا گورنر آپؑ کے پیروکاروں میں سے ہے۔ میں نے خراج دینا ہے۔ اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو اُس کی طرف خط لکھ دیں، تاکہ وہ مجھ پر خراج معاف کر دے۔ یہ آپؑ کا مجھ پر احسان ہوگا۔ وہ آپؑ کے اہلِ بیتؑ کا محب ہے۔ جب آپؑ کا خط اُس کے پاس پہنچے گا تو میرا فائدہ ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے کاغذ لیا اور خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"جب میرا یہ خط تمھارے پاس آئے، مجھے تمھارے بارے میں بتایا گیا ہے کہ تم ایک حسین و جمیل عقیدہ کے مالک ہو۔ اس عقیدہ پر عمل کر کے تم اس مقام پر پہنچے ہو۔ اپنے برادرانِ ایمانی سے اچھا سلوک کرو۔ یقین کرو اللہ تعالیٰ نے ذرہ برابر عمل کا تجھ سے حساب لینا ہے، کیونکہ اللہ نے تمھیں حکمرانی دی ہے"۔

راوی کہتا ہے: جب میں سیستان پہنچا تو حسینؒ بن عبداللہ نیشاپوری والیٔ سیستان تک امامؑ کے خط کی خبر پہنچ چکی تھی تو اُس نے فوراً اپنی جگہ چھوڑ دی اور میرے استقبال کے لیے دس کلومیٹر کا سفر کیا۔ جب میں نے اُسے امامؑ کا خط پیش کیا تو اُس نے خط کو بوسے دیے اور اُسے

آنکھوں پر رکھا۔ پھر مجھے کہا: تمھارا مسئلہ کیا ہے؟ میں نے کہا: تمھارے دیوان میں میرے نام پر خراج لکھا ہوا ہے، وہ ختم کر دیں۔ اُس نے حکم دیا کہ دیوان سے تمھارا نام نکال دیا جاتا ہے۔ جب تک میری حکومت ہے تم خراج ادا نہ کرنا۔ اس کے بعد اُس نے مجھ سے میرے عیال کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اُن کے اخراجات کی تفصیل پیش کی۔ اُس نے مقررہ رقم کے علاوہ رقم بھی مجھے عطا کی۔ اس کے بعد میں نے زندگی بھر خراج ادا نہ کیا۔ گورنر نے بھی زندگی بھر مجھ پر اپنی عنایات جاری رکھیں۔ ①

اللہ کے غضب کی علامت

محمدؒ بن فرج سے روایت ہے، حضرت امام جواد علیہ السلام نے میری طرف خط لکھا:

"جب اللہ رب العزت اپنے بندوں پر ناراض ہوتا ہے تو وہ ہمیں اُن کے جوار سے دُور کر دیتا ہے"۔ ②

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور مواریثِ انبیاءؑ

مواریثِ الانبیاءؑ: یہ وہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی متروکہ ہوتی ہیں اور وہ نفیس اور قیمتی اشیاء ہوتی ہیں۔ اُن کے وارث انبیاءؑ کے اوصیاءؑ ہوتے ہیں۔ یہ اشیاء انبیاءؑ سے اُن کے اوصیاءؑ کی طرف منتقل ہوتی رہی ہیں۔ آخر یہ تمام اشیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں۔ آپؐ کی رحلت کے بعد یہ مواریث آپؐ کے خلیفہ شرعی حضرت امام علی علیہ السلام تک پہنچیں۔ آپؑ کی شہادت کے بعد یہ میراثِ انبیاءؑ حضرت امام حسن علیہ السلام تک پہنچے۔ اس طرح یہ سلسلہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تک پہنچا۔

میراثِ انبیاءؑ کی تفصیل درج ذیل ہے:

① حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ قمیص جو آپؑ نے اُس وقت پہن رکھی تھی جب آپؑ کو آگ میں ڈالا گیا اور وہ آگ آپؑ پر گلزار ہوگئی تھی۔

---

① کتاب الکافی، ج ۵، ص ۱۱۱-۱۱۲، حدیث ۶

② کتاب الکافی، ج ۱، ص ۳۴۳، حدیث ۳

② حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، جس سے آپؑ خارق العادت اُمور انجام دیتے تھے۔

③ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی، جب آپؑ اُسے پہنتے تھے تو فرشتے، جن، پرندے اور ہوا آپؑ کے تابع ہو جاتے تھے۔

آئیں اب یہ دو احادیث پڑھتے ہیں:

① حسینؓ بن موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے، میں نے حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی رضا علیہ السلام کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی جو نہایت ہی نفیس، کثرتِ استعمال کی وجہ سے دقیق اور باریک ہو گئی تھی۔ میں نے کہا: آپؑ ایسی شخصیت کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی؟ (کیونکہ آپؑ فرزندِ رسولؐ امامِ اُمت اور عباسی حکمران کے داماد تھے)۔

آپؑ نے فرمایا: یہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی ہے۔[①]

② محمدؒ بن ابی العلاء سے روایت ہے، میں نے سامرہ کے قاضی یحییٰ بن اکثم سے سنا، اُس نے کہا: میں ایک دن روضۂ رسولؐ پر گیا تو وہاں پر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ میں نے آپؑ سے مسائل پوچھے۔ آپؑ نے جوابات دیئے۔ اُس وقت میں نے امامؑ سے عرض کیا: مجھے حیا آتی ہے کہ میں آپؑ سے ایک اور مسئلہ پوچھوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے سوال سے پہلے اپنے سوال کا جواب سنو۔

میں نے کہا: واللہ! ایسا ممکن ہے کہ آپؑ ہی امامِ زمان ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! امامِ زمانؑ مَیں ہی ہوں۔

میں نے عرض کیا: اس کی علامت کیا ہے؟

اُس وقت آپؑ کے ہاتھ میں عصا تھا، اُس نے بولنا شروع کر دیا۔ یہی میرے امامؑ ہیں اور زمانے کے امامؑ ہیں اور یہ ہی حجتِ خدا ہیں۔[②]

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا جس سے خارق العادت اُمور صادر ہوئے تھے۔ یہ عصا سانپ بن کر دوڑنے لگا تھا۔ اژدھا بن کر جادوگروں کی رسیوں کو نگل گیا تھا۔ یہ عصا انبیاءؑ کی

---

① کتاب سعد السعود، سید ابن طاؤس، ص ۲۳۶

② الکافی، ج ۱، ص ۳۵۳، حدیث ۹

مواریث میں سے تھا۔ یہ عصا آخرکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ پھر یہ اماموںؑ سے ہوتا ہوا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس آیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: یہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصا تھا۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ اب وہ ہمارے پاس ہے۔ میں نے کچھ دنوں پہلے اُسے دیکھا ہے۔ جب ہم اس سے بات کرتے ہیں یہ ہمارے ساتھ بات کرتا ہے۔ ①

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور علمِ توحید

جسمانیت کے قائل کے بارے میں امامؑ کا فتویٰ

حسنؒ بن عباس بُجریش رازی سے روایت ہے، اُس نے ہمارے بعض اصحاب سے سنا، اُس نے حضرت امام علی بن محمد علیہ السلام (الہادی) سے، اُنھوں نے اپنے والد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا۔ ان دونوں آئمہؑ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ بِالْجِسْمِ فَلَا تُعْطُوْهُ مِنَ الزَّكٰوةِ شَيْئًا وَلَا تُصَلُّوْا وَرَاءَهٗ

"جو آدمی اللہ کی جسمانیت کا قائل ہے اُسے زکوٰۃ نہ دو اور اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھو"۔

قلوب اللہ کا اِدراک نہیں کرسکتے

ابوہاشم جعفریؒ سے روایت ہے، میں حضرت امام ابوجعفر ثانی علیہ السلام کے پاس تھا۔ ایک آدمی نے آپؑ سے مسئلہ پوچھا: آپؑ رب العالمین کے بارے میں بتائیں، اُس کے اسماء ہیں، صفات ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں۔ اُس کے اسماء اور صفات وہ اُس کی ذات ہیں؟

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: اس کلام کی دو صورتیں ہیں۔ اگر اِن سے تمھارا یہ مقصد ہے کہ وہ اسماء و صفات کے ساتھ صاحبِ عدد ہے اور کثرت ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے

---

① کتاب اکمال الدین، ج ۲، ص ۵۸

بلندو بالا ہے۔ اگر تیرا یہ مقصد ہے کہ یہ صفات اور اسماء اُس کے ساتھ ہمیشہ ہیں۔ یعنی لفظ "لم یزل" کے دو معنی و مفہوم ہیں۔

اگر تو یہ کہے کہ یہ اسماء اور صفات اُس کے علم میں سے تھے تو وہ اِن کا مستحق ہے کہ مخلوق اُن کے ذریعے سے خدا کو یاد کرے گی تو یہ ٹھیک ہے۔ اور اگر تیری مراد یہ ہے کہ اسماء کی تصویریں اور اُن کے ہجے اور اُن کے ٹکڑے بھی ہمیشہ سے اللہ کے ساتھ ہیں تو خدا کی پناہ کوئی چیز جو اُس کا غیر ہے اُس کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ خدا تھا اور مخلوق نہ تھی اس لیے اسماء کو پیدا کیا تا کہ وہ اُس کے اور اُس کے اسماء کے درمیان وسیلہ بن جائیں۔ لوگ اُن کے ذریعے سے خدا کے سامنے فریاد کریں اور اُن کی عبادت کریں۔ عبادت کیا ہے اُس کا ذکر ہے۔ خدا تھا جب کہ اُس کا ذکر نہ تھا۔ اور نہ وہ اپنے ذکر سے ذکر کیا ہوا تھا کیونکہ وہ قدیم ہے اور ہمیشہ سے ہے اور اسماء صفات اُس کی مخلوق ہیں اور اُن سے مراد ہے وہ اللہ جس کے لیے نہ مختلف ہونا لائق ہے نہ موتلف ہونا، کیونکہ الگ ہونا یا ملنا اُس چیز کے لیے ہوتا ہے جو صاحب تجزیہ ہو۔ پس یہ نہیں کہا جائے گا کہ خدا مرکب ہے اور نہ یہ کہا جائے گا کہ وہ قلیل یا کثیر ہے۔ بلکہ وہ اپنی ذات میں قدیم ہے۔ اللہ کے سوا جو ہے وہ صاحب اجزاء ہے اور اللہ واحد ہے صاحب اجزاء نہیں ہے اور نہ قلت وکثرت کا اُس سے تعلق ہے۔

اور وہ مخلوق ہے اور اُس کی دلیل ہے کہ اُس کا کوئی خالق ہے۔ پس تمھارا یہ کہنا کہ خدا قدیر ہے یہ اُس امر کی خبر دیتا ہے کہ اُسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی۔ پس تم نے قدیر کہہ کر عاجزی کی اور اُس سے نفی کی اور عجز کو اُس سے الگ قرار دیا۔ ایسے ہی جب تم نے عالم کہا: تو اُس سے جہل کی نفی کی یعنی جہل سے اُسے الگ قرار دیا۔ جب وہ اشیاء کو فنا برپا کرے گا تو اپنے اسماء کی صورت، ہجار تقطیع کو بھی فنا کرے گا وہ ہمیشہ سے عالم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سوائے اُس کی ذاتِ قدیم کے تمام چیزیں حادث وفانی ہیں، خواہ اُس کے اسماء ہوں یا اُن کی صورتیں ہوں۔

ایک شخص نے آپؑ سے عرض کیا: ہم اپنے رب کا نام سمیع کیسے رکھیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایسا سننے والا ہے کہ جو باتیں کانوں سے سنی جاتی ہیں وہ اُس پر مخفی نہیں لیکن ہم اُس

کا وصف اُن کانوں سے نہیں کریں گے جو سر میں ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ہم اس کا نام بصیر رکھیں گے اس لیے جو بینائیاں جن اشیاء کا ادراک کرتی ہیں رنگ یا وجود وغیرہ اس کی ذات پر مخفی نہیں لیکن ہم اُس کا وصف نہ بیان کریں گے اُن آنکھوں کے ساتھ جو سر میں ہوتی ہیں۔ ایسے ہی ہم اُسے لطیف کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کا علم رکھتا ہے جیسے مچھر یا اُس سے بھی مخفی تر کوئی چیز۔ اور اُس کی نشوونما اور عقل کو اور اُس کی جفتی کو، کھانے کی خواہش کو اپنی نسل پر مہربان ہونے کو اور بعض کا بعض کے ساتھ رہنا سہنا اور کھانے پینے کی چیزوں کو پہاڑوں، جنگلوں، وادیوں اور چٹیل میدانوں میں اس لیے لے جانا تا کہ وہ اُن کی اولاد کے کام آئے۔

ہم نے جان لیا کہ ہمارا خالق لطیف ہے، اُس کے لیے کوئی کیفیت نہیں ہے کیونکہ کیفیت تو مخلوق کے لیے ہوتی ہے۔ پس اس طرح ہم نے اپنے رب کا نام قوی رکھا لیکن نہ ایسا زور وقوت والا جیسا مخلوق میں مشہور ہے۔ اگر اس کی قوت مخلوق کی سی قوت ہوتی، زیادتی کے احتمال کی بناء پر مخلوق اُس کے مشابہ ہوجاتی اور جہاں زیادتی کا احتمال ہوتا ہے وہاں کمی کا بھی احتمال ہوتا ہے اور جو ناقص ہوتا ہے وہ غیر قدیم ہوتا ہے اور غیر قدیم عاجز ہوتا ہے۔ ہمارا رب اس سے بلند تر ہے کوئی اس کی شبیہ نہیں ہے، اس کی ضد نہیں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور نہ اُس کے لیے کوئی کیفیت ہے اور نہ نہایت اور نہ وہ آنکھ سے دیکھتا ہے۔ قلوب پر اس کی تمثیل کا بنانا حرام ہے۔ عقلوں پر اُس کی حد قائم کرنا اور انسانی دلوں یا ضمیروں میں اُس کی صورت گری کرنا حرام ہے۔ خدا کی ذات بزرگ و برتر ہے کہ اُس میں مخلوق کے سے آلات و اسباب ہوں اور مخلوق کے سے آثار ہوں۔ خدا کی شان اُس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ①

الواحد کا معنی

ابوہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام سے "الواحد" کا معنی پوچھا۔

---

① کتاب الکافی، ج ۱، ص ۱۱۶، ۱۱۷

امام علیہ السلام نے فرمایا: زبانوں کا اس کی وحدانیت پر اس صورت میں جمع ہونا جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ (سورۂ زخرف، آیت ۸۷) [1]

اور ابوہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے "الواحد" کا معنی پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: واحد کا معنی اس طرح ہے جس طرح اللہ نے فرمایا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ (سورۂ عنکبوت، آیت ۶۱) [2]

ابوہاشم جعفری سے ایک اور روایت بھی ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے "الواحد" کا معنی پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمام زبانوں کا اُس کی وحدانیت پر جمع ہونے کا نام الواحد ہے۔

محترم قارئین! احتمال ہے کہ یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث ایک ہی ہے۔ صرف کلمات کا اختلاف ہے۔ تمام راویوں نے ابوہاشم سے روایت کی ہے۔

الصمد کا معنی

ابوہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے الصمد کا معنی پوچھا۔ میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں الصمد کا مفہوم کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: صمد وہ ذات ہے جس کی طرف کم یا زیادہ لوگوں کا رجوع اور حاجت ہو۔ [3]

نیز ہاشم جعفری سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی تقی علیہ السلام سے "الصمد" کے معنی کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: صمد کا معنی ہے کہ جس کا ثمرہ (اندرون)

---

① کتاب الکافی، ج ۱، ص ۱۱۸

② کتاب توحید شیخ صدوق، ص ۸۳

③ بحار الانوار، ج ۳، ص ۲۰۸، حدیث ۲

نہ ہو۔

میں نے عرض کیا: کچھ لوگ کہتے ہیں اللہ کا جوف نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس کا جوف ہے اس کا اندرونی خفیہ حصہ ہے۔ ①

حضرت علامہ مجلسیؒ نے صمد کا معنی یہ بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بشر اور باقی تمام حیوانات کی صفات سے بلند و بالا ہے۔ صمد کے معانی میں سے ایک معنی یہی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایسا جسم رکھتا ہے جس کا جوف نہیں ہے۔

توحید کا معنی

حسینؓ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام سے پوچھا گیا: کیا یہ اللہ کے لیے جائز ہے کہ اُس کے بارے میں کہا جائے کہ وہ شے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! اس صورت میں تو اُسے دو حدوں سے خارج مانے گا۔ ایک حد تعطیل اور دوسری حد تشبیہ ہے۔ ②

اے قارئ محترم! کلمہ "الشی" تمام موجودات اور کائنات پر بولا جاتا ہے اور یہ کلمہ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے لیکن دو چیزوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

① تو اُسے حد تعطیل سے خارج کرے گا: العطلہ. ظلمة کے وزن پر ہے۔ باقی رہنا بغیر کسی عمل کے اسے معطل کیا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف تعطیل کی نسبت دی جاتی ہے تو اس کا معنی یہ ہے۔ اس کی صفات سے انکار، اُس کے علم، قدرت، خلق اور باقی صفات سے انکار کرنا یہی حد تعطیل ہے اور اُس کی تعریف ہے۔ اللہ اپنی صفات سے معطل نہیں ہے۔

ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات نہیں ہیں۔

② دوسری حد تشبیہ ہے کہ تو اُسے حد تشبیہ سے خارج کرے گا، یعنی وہ مخلوق کی صفات سے پاک ہے۔ وہ کسی کے مشابہ نہیں ہے۔ تو یہ کہے گا کہ اس کا جسم نہیں ہے اور اُس کی مثال

---

① کتاب بحارالانوار، ج ۳، ص ۲۲۹

② کتاب الکافی، ج ۱، ص ۸۲

نہیں ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے:

اللہ کو اُس وقت شے کہا جاتا ہے جب یہ تسلیم کریں کہ وہ ہر اُس چیز سے پاک ہے جو اُس کے لائق نہیں۔ وہ شے ہے لیکن اشیاء کی طرح نہیں ہے۔ اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔(واللہ اعلم!)

حضرت علامہ مجلسیؒ نے اس حدیث کی توضیح میں کہا ہے: حدِ تعطیل: وجود یا صفاتِ کمالیہ، عقلیہ، اضافیہ کی محدودیت۔ ①

حدِ تشبیہ کا معنی یہ ہے: حقیقتِ صفات اور عوارض ممکنات ② کا حکم لگانا کہ مخلوق اُس کے مشابہ ہے یا وہ مخلوق کے مشابہ ہے۔

توحید کیا ہے؟

عبدالرحمٰنؒ بن ابی نجران سے روایت ہے، اُس نے کہا: میں نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ توحید کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھیں اس میں کوئی شک و وہم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ذات غیر معقول اور لامحدود ہے۔ وہ تیرے وہم و عقل کی رسائی سے باہر ہے۔ کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں ہے۔ اُسے اوہام درک نہیں کر سکتے۔

اُسے اوہام کیسے درک کر سکتے ہیں وہ عقل کا خالق ہے، عقل اُسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اوہام اُس کا تصور نہیں کر سکتے۔ اُسے عقل سمجھ سکتی ہے اور نہ وہ محدود ہے۔ ③

---

① ممکنات: ممکن کی جمع ہے لیکن علماء کے درمیان جو اصطلاح ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء کی اس طرح تقسیم کرتے ہیں: اس کی تین اقسام ہیں: ① واجب الوجود: وہ اللہ رب العزت ہے۔ ② ممکن الوجود جیسے بشر وغیرہ۔ ③ ممتنع الوجود: شریکِ باری تعالیٰ۔ (المحقق)

② عوارض الممکنات: وہ مخلوق جو تغیرات و تبدلات پر مشتمل ہے: جیسے قدرت، عجز، موت وفنا وغیرہ۔ (المحقق)

③ کتاب الکافی، ج ۱، ص ۸۲

مسئلہ دقیق

عبدالرحمٰنؒ بن ابی نجران سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف خط لکھا: میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں، ہم رحمٰن و رحیم ذات جو واحد ہے کی عبادت کرتے ہیں وہ احد اور صمد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس نے مسمّٰی کے بغیر اسم کی عبادت کی تو اُس نے شرک اور کفر کیا اور کسی چیز کی عبادت نہیں کی۔ تم اُس ذات کی عبادت کرو جو واحد، احد اور صمد ہے۔ وہ ان اسماء کا مسمّٰی ہے۔ ان اسماء کے علاوہ کسی دوسرے کا مسمّٰی نہیں ہے۔ یہ اسماء اور صفات خود اُس کی ذات ہیں۔ ①

---

① کتاب الکافی، ج ۱، ص ۸۷

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور تفسیر القرآن

نبیؐ کو اُمّی کیوں کہا جاتا ہے؟

جعفر بن محمد صوفی سے روایت ہے، میں نے حضرت امام ابوجعفر ثانی علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا: فرزند رسولؐ! ہمارے نبیؐ کو النبی الامی کیوں کہا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس بارے میں لوگوں کا نظریہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔ لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ لکھ نہیں سکتے تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ جھوٹے ہیں، اللہ ان پر لعنت کرے کہ آپؐ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنی محکم کتاب میں فرماتا ہے:

هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۂ جمعہ: آیت ۲)

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں اُنھی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو اُنھیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُنھیں پاکیزہ کرتا ہے اور اُنھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔

یہ بتاؤ جو خود لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ دوسروں کو کیسے تعلیم دے سکتا ہے؟ رسولؐ اللہ ۷۲/۷۳ زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے۔ آپؐ کو اُمّی اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپؐ مکہ منورہ کے رہنے والے تھے اور مکہ کو اُمّ القریٰ کہا جاتا ہے اس لیے آپؐ اُمّی مشہور ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (سورۂ شوریٰ: آیت ۷)

"تا کہ آپ مکہ اور اُس کے گردو پیش میں رہنے والوں کو تنبیہ کریں"۔ ①

گناہانِ کبیرہ: مجھ سے میرے والد

حضرت عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے بتایا، اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا: اُنھوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے فرمایا:

عمرو بن عُبید ② حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا، سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اُس وقت اُس نے یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ (سورۂ شوریٰ: آیت ۳۷)

"اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں"۔

پھر وہ خاموش ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں خاموش ہو گئے ہو؟

اُس نے کہا: اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں گناہانِ کبیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اُن کی تفصیل بیان کریں، تا کہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے عمرو! گناہانِ کبیرہ میں سے سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (سورۂ مائدہ: آیت ۷۲)

"بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اُس پر جنت کو حرام قرار دیا ہے"۔

اِس کے بعد کبیرہ گناہ اللہ کی رحمت سے مایوسی ہے

ارشادِ پروردگار ہے:

---

① بصائر الدرجات، شیخ محدث محمد بن حسن صفار قمی، جز ۵، باب ۴، حدیث ۱

② معتزلی تھا۔

إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (سورۂ یوسف: آیت ۸۷)

"اور اللہ تعالیٰ کے فیض سے مایوس نہ ہونا، کیونکہ اللہ کے فیض سے تو صرف کافر لوگ مایوس ہوتے ہیں"۔

اِس کے بعد اللہ کے مکر سے مامونیت گناہِ کبیرہ ہے

ارشادِ خداوندی ہے:

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۂ اعراف: آیت ۹۹)

"اللہ کی تدبیر سے تو فقط خسارے میں پڑنے والے لوگ بے خوف ہوتے ہیں"۔

اِن گناہانِ کبیرہ میں سے عقوق والدین گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے فرد کو جبار اور شقی قرار دیا ہے۔

نفسِ محترمہ کا قتل گناہِ کبیرہ ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا (سورۂ نساء: آیت ۹۳)

"اس کی سزا جہنم ہے وہ ہمیشہ اُس میں رہے گا"۔

پاک دامن عورت پر زنا کا الزام لگانا

فرمانِ خداوندی ہے:

لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

"ان لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور اُن کے لیے عذابِ عظیم ہے"۔ (سورۂ نور: آیت ۲۳)

مالِ یتیم کھانا

ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ (سورۂ نساء: آیت ۱۰)

"اور جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی جہنم کی بھڑکتی آگ میں تپائے جائیں گے"۔

جنگ میں پیش قدمی نہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾

"اور جس نے اُس روز اپنی پیٹھ پھیری مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر ہو یا کسی فوجی دستے سے جا ملنے کے لیے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ورنہ وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بُری جگہ ہے"۔ (سورۂ انفال: آیت ۱۶) ①

سود کھانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۷۵)

"اور وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ بس اُس شخص کی طرح اُٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر حواس باختہ کر دیا ہو"۔

---

① المتحرف: وہ جنگجو جو میدانِ جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے بھاگے اور پھر نئے انداز سے اُس پر حملہ آور ہو۔ (محقق)

جادو

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۰۲)

"اور بہ تحقیق اُنھیں علم ہے کہ جس نے یہ سودا کیا اُس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے"۔

زنا

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ (سورۂ فرقان: آیت ۶۸،۶۹)

"اور جو ایسا کام کرے گا وہ اپنے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اُس کا عذاب دُگنا ہو جائے گا اور اُسے اِس عذاب میں ذلّت کے ساتھ ہمیشہ رہنا ہوگا"۔

مالِ غنیمت میں خیانت

ارشادِ پروردگار ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۶۱)

"وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کی ہوئی چیز کو اللہ کے سامنے حاضر کرے گا"۔

واجب زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا

ارشادِ پروردگار ہے:

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ (سورۂ توبہ: آیت ۳۵)

"جس روز وہ مال آتشِ جہنم میں تپایا جائے گا اور اُس سے اُن کی پیشانیاں اور پہلو اور پشتیں داغی جائیں گی"۔

جھوٹی گواہی دینا اور سچی گواہی کا چھپانا

ارشادِ پروردگار ہے:

وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (سورۂ بقرہ: ۲۸۳)

"اور جو شہادت چھپاتا ہے اُس کا دل گناہگار رہتا ہے"۔

شراب پینا

اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے اس طرح منع کیا ہے جس طرح اس نے بتوں کی پرستش سے منع کیا ہے۔ ترکِ نماز یا اُس فریضہ کا ترک کرنا جس کے عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَ مِنْ ذِمَّةِ اللّٰهِ وَ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی تو ایسا شخص اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ذمہ سے بری ہے"۔

عہد توڑنا، قطع رحمی بھی گناہانِ کبیرہ میں سے ہیں

قرآنِ مجید میں آیا ہے:

أُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (سورۂ رعد: آیت ۲۵)

"ان لوگوں کے لیے اللہ کی لعنت ہے اور ان کا ٹھکانا برا ہے"۔

راوی کا بیان ہے کہ عمرو وہاں سے اُٹھا اور وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "جس نے اپنی رائے سے کوئی بات کی وہ ہلاک ہوا۔ علم و فضل میں امامؑ کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا"۔ (الکافی، ج ۲، ص ۲۸۵، ۲۸۷، حدیث ۲۴)

مَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ کی تفسیر

حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے روایت ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضا علیہ السلام سے مَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

وہ جو حلال چوپایہ، صنم، بت، درخت کے لیے ذبح کیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ذبیحہ کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ اس طرح حرام ہے جس طرح مردار، خون، خنزیر کا گوشت حرام ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۷۳)

"جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ بغاوت کرنے اور ضرورت سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اُس پر کچھ گناہ نہیں ہے"۔

کیا مُضطر کھا سکتا ہے؟

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! مُضطر کے لیے مردار کب حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے میرے والد نے اُنھوں نے اپنے والد سے اور اُنھوں نے اپنے آباء سے سنا: کچھ افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا: بعض اوقات ہم ایسی سرزمین میں ہوتے ہیں کہ وہاں ہمارے لیے کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تو کیا ہم مردار کھا سکتے ہیں، تاکہ بھوک کی وجہ سے ہلاکت سے بچ جائیں؟

آپؑ نے فرمایا: تم اُس وقت مردار کھا سکتے ہو جب تمھارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔ یا تمھارے پاس کھانے کی معمولی چیز بھی نہ ہو جس سے بھوک کا علاج کیا جائے۔ ہاں اُس وقت مردار کھا سکتے ہو جب اُس زمین پر کھمبیاں اور کھانے کے قابل گھاس اور جڑی بوٹیاں بھی نہ ہوں۔ یہ وہ تمام صورتیں ہیں جن میں مردار کھانا حلال ہے۔

جناب عبدالعظیمؒ نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! اللہ تعالیٰ کے اِس قول فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: العادی کا معنی چور ہے اور باغی کا معنی ہے ایسا آدمی جو لہو ولعب کے لیے شکار کرے۔ وہ اپنی یا اپنی اولاد کی خوراک کے لیے شکار نہ کرے۔ ایسے دو آدمی

اضطراری صورت میں مردار نہیں کھا سکتے جس طرح اختیاری حالت میں مردار حرام ہے اس طرح اضطراری حالت میں بھی ان پر مردار حرام ہے۔ نماز اور روزہ ان پر قصر نہیں ہے۔ میں نے آپؑ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی:

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (سورۂ مائدہ: آیت ۳)

"اور جو گلا گھٹ کر اور چوٹ کھا کر اور بلندی سے گر کر اور سینگ لگ کر مر گیا ہو سوائے اُس کے جسے تم مرنے سے پہلے ذبح کرلو"۔

آپؑ نے فرمایا: اَلْمُنْخَنِقَةُ: جانور کا دم گھٹنے سے مر جانا۔

اَلْمَوْقُوْذَةُ: جانور کا بیمار ہونا، اس حد تک بیمار ہونا کہ اُس میں حرکت نہ رہے اور وہ مر جائے۔

اَلْمُتَرَدِّيَةُ: ایسا جانور جو بلندی سے گرے اور مر جائے یا کنوئیں میں گرے اور مر جائے۔

اَلنَّطِيْحَةُ: چوپایہ کو دوسرا جانور اس قدر مارے کہ وہ مر جائے۔

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ کا معنی یہ ہے کہ درندہ چوپایہ کو زخمی کر کے اس کا کچھ حصہ کھا جائے اور وہ اس دوران مر جائے تو اس کا کھانا حرام ہے۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (سورۂ مائدہ: آیت ۳)

"جوئے کے تیروں سے تمہارا تقسیم کرنا بھی حرام ہے، یہ سب فسق ہیں"۔

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى کا معنی

حضرت عبدالعظیمؒ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا: آپؑ نے اَوْلٰى فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ (سورۂ قیامہ: آیت ۳۴-۳۵) کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا: "نہ دنیا میں اچھائی اور نہ آخرت میں اچھائی و بھلائی ہے"۔ (کتاب بحارالانوار،

ج ۹۳، ص ۱۴۲)[1]

عقوقِ والدین گناہِ کبیرہ ہے

حضرت عبدالعظیمؒ بن حضرت عبداللہ حسنیؒ سے روایت ہے، اُنھوں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے اپنے آباء سے اور اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ والدین کی نافرمانی گناہِ کبیرہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عاق کو گناہ گار اور شقی قرار دیا ہے۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۶۳۶)

محصنات پر زنا کا الزام لگانا گناہِ کبیرہ ہے

جنابِ عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؒ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: مجھے میرے والد نے، اُنھوں نے اپنے والد سے سنا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۟

''ان پر اس دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور اُن کے لیے عذابِ عظیم ہے''۔ (سورۂ نور: آیت ۲۳)[2]

مفسد محارب کی سزا

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (سورۂ مائدہ: آیت ۳۳

---

[1] ان دونوں آیات کا مخاطب ابوجہل ہے۔ (محقق)

[2] پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام لگانا گناہِ کبیرہ ہے۔ قرآن میں جس فعل کے انجام دینے پر لعنت نازل کی ہے ممکن ہے وہ گناہِ کبیرہ ہو۔ (محقق)

"اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں اُن کی سزائیں یہ ہیں کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا اُن کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا ملک بدر کیے جائیں"۔

علی بن حسان سے روایت ہے اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، جس نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کی، مال لیا اور قتل کیا تو اُسے قتل کر دیا جائے اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ ہاں جس نے جنگ کی اور قتل کیا اور مال نہیں لیا تو اُسے قتل کیا جائے گا، سولی پر نہیں چڑھایا جائے گا اور جس نے جنگ کی قتل نہ کیا مال لیا تو اُس کا ہاتھ قطع کیا جائے گا اور وہ پاؤں قطع کیا جائے گا جو اُس ہاتھ کی ضد ہے۔

جس آدمی نے جنگ کی قتل نہ کیا اور مال بھی نہیں لوٹا تو اُسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے استثنیٰ نازل کیا:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ (سورۂ مائدہ: آیت ۳۴)

"سوائے اُن لوگوں کے جو تمھارے قابو میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں"۔

یعنی ابھی امامؑ نے اُسے گرفتار نہ کیا اور اُس نے توبہ کر لی تو اُسے مذکورہ سزاؤں سے استثناء حاصل ہے۔ (تفسیر ابراہیم قمی، سورۂ مائدہ، آیت ۳۴)

چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟

معتصم عباسی کے دورِ حکومت میں ایک آدمی نے چوری کی اور پھر اُس نے چوری کا اعتراف بھی کر لیا۔ معاملہ اس حد تک جا پہنچا کہ اب اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ جب معتصم نے حد جاری کرنا چاہی تو اُسے چوری کی حد کا علم نہ تھا کہ اُس کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟ درباری علماء جمع ہوئے لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر پائے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو بلایا جائے تا کہ وہ اس مسئلے کو حل کریں۔ جب امام علیہ السلام تشریف لائے تو معتصم نے امام علیہ السلام سے سوال کیا: چور کے ہاتھ کہاں سے کاٹے جائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چور کی صرف انگلیاں کاٹی جائیں گی اُس کی ہتھیلی نہیں کاٹی جائے گی، کیونکہ ہتھیلیوں کا تعلق اُن سات اعضاء سے ہے، حالتِ سجدہ میں جن کو زمین پر رکھنا واجب ہے۔ امام علیہ السلام نے قرآنِ مجید کی اس آیت سے استدلال کیا:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ (سورۂ جن: آیت ۱۸)

"اور یہ کہ مساجد اللہ کے لیے ہیں لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو"۔ ①

قارئ محترم! اگلے صفحات میں اس حدیث کا تفصیلی ذکر ہوگا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے قتل کا ایک سبب آپؑ کا یہ فیصلہ بھی ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کی تفسیر

ابوہاشم جعفریؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے اس مذکورہ آیت کا معنی پوچھا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (سورۂ انعام: آیت ۱۰۳)

""آنکھیں اُسے درک نہیں کر سکتیں وہ آنکھوں کا ادراک رکھتا ہے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوہاشم! اوہامِ قلوب آنکھوں کی بصارت سے زیادہ دقیق ہیں۔ تم کبھی سندھ اور ہند کا ادراک کرتے ہو، علاوہ ازیں ایسے ممالک کا تصور کرتے ہو جو تم نے کبھی دیکھے نہیں ہیں۔ جب یہ قلوب کے اوہام اللہ کا ادراک نہیں کر سکتے تو پھر آنکھوں کی کیا بساط کہ وہ اُس کا ادراک کریں۔ ②

اَحد کا معنی

ابوہاشمؒ جعفری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے "اَحد" کا معنی پوچھا جس کا ذکر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اَحد کا معنی ہے کہ اُس کی وحدانیت پر کائنات کا اجماع ہے۔ کیا تم

---

① بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۵، حدیث ۷

② الکافی، ج ۱، ص ۹۹، حدیث ۱۱

نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (سورۂ عنکبوت: آیت ۶۱)

"اور اگر آپؐ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے"۔

یہ آیت سن کر پھر بھی کچھ لوگ کہتے ہیں اُس کا شریک ہے اور اُس کی بیوی ہے؟ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ①

امیر المومنین کا معنی

کلمہ امیر المومنین کی ایک تاریخی بحث ہے۔ ایک دفعہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے معتصم عباسی کو "امیر المومنین" کہہ کر خطاب کیا تھا۔ یہاں اذہان میں کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں اُن کی تفصیل یہ ہے:

امام معصومؑ نے ایک ظالم بادشاہ کو اس لقب سے کیونکر ملقب کیا تھا، اس کی کیا وجہ تھی کہ جس کی بنا پر امامؑ نے اُسے امیر المومنین کہا تھا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے: اگر ہم تسلیم کریں کہ یہ واقعہ صحیح ہے تو پھر اس سوال کے جواب کے لیے ایک تمہید کی ضرورت ہے۔

جی ہاں! کلمہ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے لیے مختص ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو اس لقب سے پکارا تھا۔ اس لقب میں آئمہ اہل بیتؑ کا کوئی اور فرد بھی شریک نہیں ہے۔ جب حال یہ ہے تو پھر دوسرا کون ہوسکتا ہے کہ جسے اس کلمہ سے پکارا جائے؟

جب سقیفہ کے دن تمام اُمور منقلب ہوکر رہ گئے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام جو سلطنت الٰہیہ کے وارث تھے اُن سے حکومت چھین لی گئی تھی۔ مسند حکومت اور قیادتِ اسلامیہ دوسرے ہاتھوں میں منتقل ہوگئے تھے۔ تو یہ لقب بھی آپؑ سے سلب کرلیا گیا تھا۔ اس کلمہ کو دوسرے

---

① الاحتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۲۶۵، حدیث ۳۱۹

لوگوں نے اپنے نام کے ساتھ لگا لیا تھا۔

یہ لقب حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا لیکن پھر یہ لقب عام حکمرانوں پر بولا جانے لگا حتیٰ کہ فرزندِ جگر خوار اور پھر اُس کے فرزند یزید پر بھی استعمال ہوا یعنی بنی اُمیہ کے بدترین حکمرانوں کو اس لقب سے یاد کیا گیا جو منبع فساد اور رذائل کے جراثیم تھے۔ جب اُموی حکومت کا خاتمہ ہوا اور اُن کی جگہ بنی عباس آئے جو بنی اُمیہ سے اَرجس، اَنجس اور اَخبث تھے وہ بھی بھی اپنی جگہ امیر المومنین بن بیٹھے اور اُنھیں بھی اس لقب کے ساتھ خطاب کیا جاتا تھا۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ یہ لقب خلافت کی علامت بن گیا اور یہ ہر خلیفہ کی نشانی بن گیا اگرچہ وہ حقیقی خلیفہ نہیں تھا۔ اس فعل سے اس لقب کا تقدس جاتا رہا اور اُس کی شرافت اور کرامت ختم ہوگئی۔ آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کے نزدیک اس لقب کی جو اہمیت ہے وہ واضح ہے۔ اُن کے اِن فرمودات سے حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور اس کے دقیق معانی و اَسرار سامنے آتے ہیں۔ اس لقب کے متعلق بحارالانوار کی ۳۷ویں جلد میں صفحہ ۲۹۰ سے صفحہ ۳۴۰ تک احادیث موجود ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے ہم دو احادیث کا یہاں ذکر کرتے ہیں:

① ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہا: اے امیر المومنین! میرا سلام ہو۔

امام علیہ السلام فوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے شخص! رُک جا۔ یہ لقب صرف حضرت امام علی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ آپؑ کے علاوہ اس لقب کے ساتھ کسی اور کو یاد نہیں کیا جاسکتا۔ اگر حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسرے نے اس لقب کو اپنے ساتھ خاص کیا تو وہ عورت ہے۔ اگر وہ اس طرح نہیں تو پھر وہ اسی ابتلاء میں مبتلا ہے۔ ارشادِ پروردگار ہے:

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا ۚ وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿١١٧﴾ (سورۂ نساء: آیت ۱۱۷)

"اور وہ اللہ کے سوا صرف مونث صفت چیزوں کو پکارتے ہیں اور وہ تو بس باغی شیطان ہی کو پکارتے ہیں"۔ ①

① اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا حاصل یہ ہے کہ ایسے آدمی میں مرد منکوحہ اور عورت منکوحہ کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

اُس نے کہا: آپؑ کے قائمؑ کو کس نام کے ساتھ پکارا جائے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے قائمؑ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَقِیَّةَ اللہِ کہہ کر پکارا جائے گا۔ یا کہا جائے گا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَابنَ رَسُوْلِ اللہِ!

کتاب مناقب آلِ ابی طالبؑ میں یہ الفاظ موجود ہیں:

"امیر المومنین کا لقب صرف حضرت علی علیہ السلام پر بولا جاسکتا ہے۔ آپؑ کے علاوہ آئمہ اہلِ بیتؑ میں کسی اور امامؑ کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا"۔ ①

② ایک آدمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے امیر المومنین! آپؑ نے فرمایا: اے شخص! رُک جا۔ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ جس نے اس لقب کو اپنے ساتھ خاص کیا تو وہ اُس مرض میں مبتلا ہے جس مرض میں ابوجہل مبتلا تھا۔ وہ مرض الابنہ کا مریض تھا۔

اے قاریٔ محترم! ان مذکورہ دو احادیث کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ یہ لقب حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ کسی دوسرے کو اس لقب کے ساتھ نہیں پکارا جاسکتا۔ ② اس کی تفصیل یہ ہے:

① متعدد احادیث ہمارے پاس موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ بعض آئمہ اہلِ بیتؑ نے اپنے وقت کے حکمرانوں کو امیر المومنین کے لقب کے ساتھ پکارا ہے۔ یہ امر تقیہ پر دلالت کرتا ہے، تاکہ خود اُن کی اور اُن کے پیروکاروں کی جانیں محفوظ رہیں۔

② ہمارے اُوپر یہ بات ہر طرح سے واضح اور روشن ہے کہ مذکورہ حکام اپنے لیے یہ لقب پسند کرتے تھے اگر کوئی اِس لقب سے اُنھیں نہ پکارتا تو اُسے سزا دیتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان آپ نے پڑھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ جس آدمی نے اِس لقب کو اختیار کیا وہ منکوح ہوگا یا اس مرض میں مبتلا ہوگا۔

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ جب آئمہ اطہار علیہم السلام کو کبھی کسی نے اِس لقب کے ساتھ پکارا

---

① مناقب آلِ ابی طالب؛ ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۵۵؛ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۳۳۴، حدیث ۷۳

② تاریخ طبری، ج ۹، ص ۱۸، حوادث ۲۲۰ھ

تو وہ اُن کی چال اور پالیسی کو سمجھ لیتے تھے کہ ان کا مقصد کیا ہے۔ وہ لوگ حکومتی جاسوس ہوتے تھے۔ وہ آئمہ کو اس لقب سے ملقب کر کے یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا یہ حکمرانی کا شوق و اشتیاق رکھتے ہیں۔

آئمہ اطہار علیہم السلام ان تمام رُموز اور اُن کی سیاست سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ وہ فوراً روک دیتے تھے کہ یہ لقب حضرت علی علیہ السلام کا ہے۔ حکمران اُموی تھے یا عباسی، وہ اس لقب سے خوش ہوتے تھے۔ اگر کوئی اُنھیں اس لقب سے نہ پکارتا تو وہ غصے میں آجاتے تھے۔ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو یزید کے دربار میں لایا گیا تو آپؑ نے فرمایا تھا: اے یزید! کیا مجھے گفتگو کرنے کی اجازت ہے؟

یزید نے کہا: بات کرو، لیکن احترام کے ساتھ۔

یزید کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ کوئی اُسے اُس کا نام لے کر پکارے۔ اس لیے اُس نے کہا: بات کرو لیکن میرا نام لے کر مجھ سے بات نہ کرو بلکہ مجھے امیر المومنین کہو۔

مورخ طبری نے معتصم عباسی کے حالات میں لکھا ہے، ایک دفعہ معتصم اپنی سواری پر سوار تھا کہ ایک آدمی نے اُسے "یا ابا اسحاق" کہہ کر آواز دی۔ معتصم ناراض ہوگیا۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اسے سزا دی جائے کیونکہ اس نے امیر المومنین کہہ کر اُسے نہیں پکارا ہے۔

۴ بعض آئمہ طاہرین علیہم السلام نے جب بھی کسی حکمران کو امیر المومنین کہہ کر پکارا تھا تو اُس وقت وہ مضطر تھے۔ اضطراری حالت میں تھے، اختیاری حالت میں نہیں تھے۔ درحقیقت آئمہ معصومینؑ تاریخ کے اَوراق میں یہ ثابت کرانا چاہتے تھے کہ یہ غاصب حکمران امیر المومنین کے مقدس لقب سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی اُن کے لیے یہ لقب استعمال نہ کرتا تو غضب ناک ہوجاتے تھے۔

اہلِ بیتؑ کی یہ ملکوتی ہستیاں آنے والی نسل کو یہ بتانا چاہتی تھیں کہ یہ فاجر و سفاک حکمران اپنے آپ کو مومنین کا امیر کہلانا پسند کرتے تھے حالانکہ اُن کا ایمان و اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اُمویوں اور عباسیوں کے گھر فساد کا مرکز رہے۔ ان کے مردوں اور عورتوں کے لیے تمام ناپسندیدہ اُمور پسندیدہ اور مباح تھے۔

قاریٔ محترم! ہم نے اپنی اس کتاب میں مذکورہ لقب پر بحث کی ہے کہ بعض آئمہؑ نے بعض حکمرانوں کو اس لقب سے پکارا تھا۔ ہم نے پچھلے صفحات میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا وہ واقعہ درج کیا ہے جس میں آپؑ نے معتصم کو امیرالمومنین کے لقب سے پکارا تھا۔ اِن آئمہ کا ان حکمرانوں کو یہ لقب دینا شرعی طور پر نہیں تھا کہ اُن کی خلافت ایک شرعی خلافت ہے۔ وہ مضطر تھے اس لیے ان لوگوں کو اس لقب کے ساتھ پکارتے تھے۔

maablib.org

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور علمِ فقہ

آئمہ اہلِ بیتؑ کے پہلوؤں سے علم کے سوتے پھوٹتے تھے۔ تمام علوم پر اُنھیں کامل عبور تھا۔ جہاں تک علمِ فقہ کی بات ہے اِن کا ہر فرد موجزن سمندر تھا، چاہے ان کا بچپن ہو یا لڑکپن، جوانی ہو یا بڑھاپا، یہ اپنی زندگی کے ہر زمانے میں عالم تھا۔ اِن ہستیوں میں ایک ہستی کا نام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ہے۔

ہم نے سطورِ بالا میں کچھ وہ احادیث بیان کی ہیں جن کا ربط علمِ فقہ کے ساتھ ہے، خصوصاً وہ حدیث جو یحییٰ بن اکثم کے سوالات پر مشتمل ہے جو اُس نے مامون عباسی کے دربار میں امام علیہ السلام کے سامنے رکھے تھے۔ اب ہم یہاں کچھ اور احادیث بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو علمِ فقہ پر مشتمل ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور عنوان کے تحت آیندہ صفحات میں وہ احادیث بیان کریں گے جس میں امامؑ پر کیے جانے والے اُن سوالات کا ذکر ہے جو فقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

علی بن ابراہیم بن ہاشم سے مروی ہے کہ مجھے یہ حدیث میرے والد نے بتائی تھی کہ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام اس دنیا سے رحلت کر کے اعلیٰ علیین پہنچ چکے تھے۔ آپ حج کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے خانۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ وہاں اہلِ بیتؑ کے طرف داروں کا ہجوم لگا ہوا تھا۔ وہ سب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زیارت لیے آئے تھے۔ ہم اُن کے انتظار میں تھے کہ آپؑ کے چچا حضرت عبداللہ بن موسیٰ کاظمؑ داخل ہوئے۔ وہ کبیر السن تھے، اُنھوں نے موٹا لباس پہن رکھا تھا۔ اُن کی پیشانی پر سجدوں کا نشان دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بھی وہاں ہمارے ساتھ آ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے کمرے سے باہر تشریف لائے۔ اُنھوں نے کتان کا لباس پہن رکھا تھا۔ آپؑ کے پاؤں میں سفید رنگ کا نیا جوتا تھا۔

جناب عبداللہ بن موسیٰ کاظمؑ اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے آگے بڑھ کر امامؑ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ باقی تمام لوگ بھی کھڑے ہوئے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کرسی پر بیٹھے۔ اُس وقت آپؑ بچے تھے۔ لوگ حیرانی کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس دوران ایک آدمی کھڑا ہوا اور اُس نے امام علیہ السلام کے چچا جناب عبداللہ سے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے ایک آدمی نے حیوان کے ساتھ جماع کیا ہے اُس کی سزا کیا ہے؟

جناب عبداللہ نے کہا: اُس آدمی کا دایاں ہاتھ قطع کیا جائے اور اُس پر حد قائم کی جائے۔

یہ سن کر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے چچا پر غصے ہوئے اور کہا: اے چچا جان! اللہ کا خوف کیجیے۔ کل آپ نے قیامت کے دن اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اللہ تمھیں کہے گا جب تمھیں ایک چیز کا علم نہیں تھا تو پھر تم نے کیوں غلط فتویٰ جاری کیا تھا۔

آپؑ کے چچا نے کہا: استغفراللہ کیا آپؑ کے والد نے یہ فتویٰ نہیں دیا تھا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد سے یہ پوچھا گیا تھا کہ ایک آدمی نے قبر کھودی اور مُردہ عورت سے جماع کیا تو اُس کی سزا کیا ہے؟ میرے والد بزرگوارؑ نے فرمایا تھا: قبر کھودنے کی وجہ سے اُس کا دایاں ہاتھ قطع کردیا جائے۔ پھر اُس پر زنا کی حد جاری کی جائے کیونکہ اُس نے مُردہ عورت کی بے حرمتی کی ہے۔ مُردہ کی بے حرمتی زندہ کی بے حرمتی کی طرح ہے۔ (کتاب الاختصاص، شیخ مفید، ص ۱۰۲)

آپؑ کے چچا نے عرض کیا: اے میرے آقا! آپؑ نے سچ فرمایا ہے۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور اُس سے مغفرت مانگتا ہوں۔ یہ سن کر حاضرین متعجب ہوکر رہ گئے اور کہنے لگے: اے ہمارے آقا! اگر اجازت ہو تو ہم آپؑ سے سوال کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔

لوگوں نے آپؑ پر سوالات کیے اور آپؑ نے اُن کے جواب دیئے۔

چور کی حد

حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک آدمی معتصم عباسی کے دربار میں آیا۔

اُس نے چوری کا اعتراف کیا اور مطالبہ کیا کہ اُس پر حد جاری کی جائے۔ معتصم نے اپنے دربار میں اپنے درباری علماء کو بلایا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو بھی بلایا۔ معتصم نے اپنے علماء سے چور کی حد پوچھی تا کہ چور پر حد جاری کی جائے۔ قاضی ابنِ ابی داؤد نے کہا: چور کی حد ہے کہ کلائی سے اُس کا ہاتھ قطع کر دیا جائے۔ وہاں تمام حاضر علماء نے اُس کی تائید کی۔

معتصم نے کہا: تمھارے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟

اُس نے کہا: ہاتھ ہتھیلی اور انگلیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ کلائی تک جا پہنچتا ہے۔ تیمم کے حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ (سورۂ نساء: آیت ۴۳)

''تم مسح کرو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا''۔

وہاں کچھ ایسے علماء بھی تھے جنھوں نے کہا کہ چور کا ہاتھ کہنی تک کاٹا جائے۔

معتصم نے اُن سے دلیل طلب کی۔ انھوں نے کہا:

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ (سورۂ مائدہ: آیت ۶)

''وضو میں ہاتھ کو کہنی تک دھونا واجب ہے''۔ ہاتھ کہنی تک ہے۔

اس دوران معتصم نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف رُخ کیا اور کہا: اے ابوجعفر! اس مسئلہ میں آپ کا موقف کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: قوم مسئلہ کو حل کر رہی ہے، انھیں حل کرنے دیں۔

معتصم نے کہا: وہ کلام کرتے ہیں آپ کی رائے کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مجھے معاف رکھیں۔

معتصم نے کہا: میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اب جب تم نے مجھے اللہ کی قسم دی ہے تو اب میں یہ کہوں گا ان علمائے کرام سے خطا ہوئی ہے۔ چور کے ہاتھ قطع کرنے کا مسئلہ یہ ہے کہ اُس کی صرف انگلیاں کاٹی جائیں، اُس کی ہتھیلی نہ کاٹی جائے۔

معتصم نے کہا: آپ کی دلیل کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:
سجدہ میں سات اعضاء کو زمین پر رکھا جاتا ہے۔ اس میں پیشانی، دونوں ہاتھ، گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ اگر چور کا ہاتھ اُس کی کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا جائے تو پھر اُس کا ہاتھ باقی نہیں رہے گا کہ وہ اُسے دورانِ سجدہ زمین پر رکھے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (سورۂ جن: آیت ۱۸)

"مساجد اللہ کے لیے ہیں"۔

یعنی سات اعضاء اللہ کے ساتھ خاص ہیں:

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورۂ جن: آیت ۱۸)

"اللہ کے ساتھ کسی کو نہ بلاؤ"۔

جو اعضاء اللہ کے لیے ہیں اُنھیں قطع نہ کرو۔

جب معتصم نے امام علیہ السلام کا فیصلہ سنا تو حیران ہو کر رہ گیا۔ اس نے حکم دیا کہ چور کی صرف انگلیاں کاٹی جائیں اس کی ہتھیلی نہ کاٹی جائے۔①

---

① بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۵، حدیث ۷۔ ہم نے یہاں حدیث کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور علمِ طب

لقوہ کا علاج

صباح بن محارب سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جواد علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھا تھا، وہاں شبیب بن جابر کی بیماری کی بات کی گئی کہ اُسے لقوہ[1] ہوگیا ہے۔ اُس کے چہرے اور آنکھوں میں فساد پیدا ہوگیا ہے، یعنی وہ دائیں طرف کھنچ گئے ہیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اُس کا یہ علاج تجویز کیا۔ آپؑ نے فرمایا: پانچ مثقال لونگ لے لو اور پھر اُسے ایک خشک شیشی میں ڈال دو۔ اُس کا منہ اچھی طرح سے بند کردو پھر اُسے گلِ حکمت کرو اگر گرمی کا موسم ہے تو ایک دن اور سردی کا موسم ہے تو دو دن دھوپ میں رکھ دو۔ پھر لونگوں کو شیشی سے نکال کر اُسے اتنا رگڑو کہ وہ باریک پاؤڈر بن جائیں۔ اس کے بعد بارش کے پانی کے ساتھ اِسے اس طرح گوندھو کہ معجون بن جائے۔ مریض کو اُس کے سینے پر لٹا دو اور مریض کے چہرہ کے متاثرہ مقام پر اس تیار شدہ معجون کی مالش کرو اور اس معجون کو اس کے چہرہ پر رہنے دو کہ وہ خشک ہوجائے۔ جب یہ معجون خشک ہوگا تو اللہ کے اذن سے مریض تندرست ہوجائے گا۔

راوی نے کہا: ہمارے دوست فوراً شبیب کے پاس گئے اور اُسے خوش خبری دی اور اُس کا علاج کیا تو اللہ کی مدد سے اُسے شفا مل گئی۔[2]

معدہ کی برودت اور خفقانِ قلب کا علاج

محمد بن علی بن ریحویہ سے مروی ہے کہ اُس نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عثمان نے یہ

---

[1] دماغ کے ساتویں عصب میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے تو اسے لقوہ کہا جاتا ہے۔ (محقق)

[2] مستدرک الوسائل، مرزا حسین نوری، ج ۱۶، ص ۴۳۶، حدیث ۲۰۵۰۵

حدیث بیان کی۔ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کی خدمت میں برودت معدہ اور خفقانِ قلب ① کی شکایت کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ میرے والد کی دوا سے کیوں غافل ہو؟ وہ ایک جامع دوا ہے۔

میں نے کہا: وہ دوا کون سی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہمارے ہاں ایک معروف دوا ہے۔

میں نے عرض کیا: میں بھی آپ کا مُحب ہوں اے میرے آقا! اُس کے اجزاء بیان فرمائیں تا کہ میں اپنا علاج کروں اور دوسرے مریضوں کو بھی بتاؤں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: زعفران، عقرقرحا، سنبل، قاقلہ و بنج، خربق ابیض، فلفل ابیض یہ تمام ہم وزن ہوں اور اُبرفیون دو حصّہ ہو۔ ان تمام اجزاؤں کو باریک پیس لیں۔ پھر چھان لیں اور اس میں دو چند شہد ملائیں۔ برودت معدہ اور خفقانِ قلب کا مریض اس معجون کو صبح و شام عرقِ سونف کے ساتھ استعمال کرے، ان شاء اللہ شفا ملے گی۔ ②

کثرتِ حیض کا علاج

علی بن مہزیارؒ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک کنیز تھی جسے متواتر حیض آنے لگا جو کسی صورت بند نہیں ہوتا تھا۔ آخرکار وہ قریب المرگ ہوگئی۔ حضرت امام ابوجعفر ثانی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسے عدس کا ستو پلایا جائے۔ جب اُسے عدس کا ستو پلایا گیا تو وہ تندرست ہوگئی۔ ③

یرقان کا علاج

علی بن مہزیارؒ سے روایت ہے کہ اُس نے کہا: میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا کہ اس دوران قطاط پرندہ کا بھونا ہوا گوشت لایا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ

---

① خفقانِ قلب: دل کی دھڑکن اور اُس میں بدنظمی۔ یہ اُس وقت ہوتا ہے جب آدمی مریض ہو یا وہ غصے میں ہو یا پھر اُس نے بھاری کام کیا ہو۔ (محقق)

② مستدرک الوسائل، ج۱۶، ص ۴۵۳، حدیث ۲۰۵۵۴

③ الکافی، ج۶، ص ۳۰۷

بابرکت گوشت ہے۔ اگر یرقان کے مریض کو اس پرندے کا بھونا ہوا گوشت کھلایا جائے تو وہ مرض یرقان سے نجات پا کر صحت مند ہو جاتا ہے۔ [1]

جوڑوں کے درد کی دوا

فضل بن میمون ازدیؒ سے روایت ہے، کسی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اُس کے پہلو میں شدید درد ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس مرض کے لیے ایک نسخہ تجویز فرمایا تھا وہ استعمال کرو۔ میں نے عرض کیا وہ دوا کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ جامع دوا ہے اور فلاں فلاں کے درمیان معروف ہے۔

راوی کا کہنا ہے کہ میں اُن دونوں میں سے ایک آدمی کے پاس گیا اور اُس سے حب واحدہ لیا، اُس میں زعفران کا پانی ملایا اور پہلو پر اُس کی مالش کی تو درد سے نجات حاصل کی۔ [2]

گردہ اور مثانہ کی پتھری کا علاج

محمد بن حسکامؒ سے روایت ہے، اُس نے کہا: ہمیں محمد بن نصر نے بتایا جو حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن موسیٰ علیہ السلام کے بیٹے کے استاد تھے کہ ایک دفعہ مَیں نے آپؑ کے حضور پتھری کی شکایت کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہے کہ تمھارے پاس میرے والد کا وہ نسخہ نہیں ہے جو پتھری کا علاج ہے؟

میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و مولاؑ! فرمائیں وہ دوا کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے کنیز وہ برتن اُٹھا لائیں۔

کنیز ایک مٹی کا برتن باہر لے آئی۔ آپؑ نے حب کی ایک مقدار نکالی۔ راوی کا کہنا ہے کہ امام علیہ السلام نے مجھے کہا: اسے سداب اور پکی ہوئی مولی کے پانی کے ساتھ استعمال کرو اللہ

---

1. الکافی، ج ۶، ص ۳۱۲
2. مستدرک الوسائل، ج ۱۶، ص ۴۶۳، حدیث ۲۰۵۵۴

تمھیں شفا دے گا۔

راوی کا کہنا ہے میں نے اُسے سداب اور مولی کے پانی کے ساتھ استعمال کیا۔ واللہ! اُس دن سے لے کر آج تک میں پتھری کے درد سے محفوظ رہا۔ ①

امام محمد تقی علیہ السلام اور روح کا علاج

وسوسہ کا علاج

علی بن مہزیارؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں خط بھیجا کہ وہ وسوسوں کا شکار ہے۔ آپؑ اس کا علاج بتائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تمھارے دل کو ثبات عطا کرے اور ابلیس کے تسلط سے محفوظ رکھے۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور شکایت کی۔ وہ وسوسوں کا شکار ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس مرض میں گرفتار ہو؟ اُنھوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ صریح ایمان ہے۔ جب تم یہ کیفیت محسوس کرتے ہو تو کہو:

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ②

توضیح حدیث

اللمم: اُس کیفیت کا نام ہے جو وسوسہ اور غلط خیال لاتی ہے۔ بعض اوقات انسان کے دل میں شیطانی خیالات پیدا ہوتے ہیں کہ وہ اپنے آپ سے پوچھتا ہے: اللہ رب العزت کب سے موجود ہے؟ اُسے کس نے پیدا کیا ہے؟ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسی گفتگو کرتا ہے جو ذکر کرنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپؐ کے کچھ ایسے اصحاب تھے جنھوں نے آپؐ سے اپنے اس مرض کی شکایت کی تھی۔ آپؐ نے

---

① المستدرک الوسائل، ج۱۶، ص ۳۶۵، حدیث ۲۰۵۵۸

② کتاب الکافی، ج۲، ص ۴۲۵

فرمایا تھا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ صریح ایمان ہے۔ تم مومن ہو۔ جب تم یہ کیفیت محسوس کرو تو کہو:

آمَنَّا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

"ہم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں۔ قوت و توانائی کا مرکز اللہ ہے"۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور علمِ تاریخ

ابوالبشر حضرت آدمؑ کی زندگانی ①

حسن بن محبوبؒ سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک ۹۳۰ سال تھی۔ آپ مکہ معظمہ میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کے بعد جمعہ کے دن بعد از زوال اُن میں روح پھونکی۔ پھر آپؑ کی زوجہ کی تخلیق ہوئی۔ پھر اُنھیں جنت میں داخل کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی زوجہ جنت میں دن کے چھ گھنٹے رہ گئے تھے جب اُن سے ترکِ اولیٰ ہوا۔ ② تو اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو غروبِ شمس کے بعد جنت سے نکال دیا۔ اِن دونوں نے جنت میں رات ③ بسر نہیں کی تھی۔ ④

حضرت آدمؑ کے سر کی تخلیق

علی بن محمد علویؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا: جب

---

① یہاں اس موضوع پر مشتمل احادیث بہت زیادہ ہیں۔ اس حدیث میں لفظ "یوم" موجود ہے۔ یہ یوم اس دنیا کا یوم نہیں ہے، یہ اُس عالم کا یوم ہے جس عالم میں حضرت آدمؑ کی تخلیق ہوئی تھی۔ قرآن مجید میں آیا ہے: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (سورۂ حج: آیت ۴۷) "اور تمھارے پروردگار کے ہاں کا ایک دن تمھارے شمار کے مطابق یقیناً ہزار برس کی طرح ہے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس عالم کا نظام اور ہے اور اس دنیا کا نظام اور ہے۔ یہاں کے پیمانے اور ہیں وہاں کے اور ہیں۔ قطب منجمد شمالی جو اس زمین کا حصہ ہے اُس دن پر دن کی روشنی چھ ماہ تک رہتی ہے۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہاں کا ایک دن ہمارے ۳۶۰ دنوں کے برابر ہے۔ (محقق)

② اصولِ دین اور فلسفۂ اسلامی سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ نہیں ہوتا۔ اگر اُن سے کوئی خطا سرزد ہو تو اُسے ترکِ اولیٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ (محقق)

③ اس حدیث میں لفظ "بات" ہے جس کا معنی رات گزارنا ہے۔ (محقق)

④ تفسیر قمی، سورۂ بقرہ، آیت ۳۷

حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تو اُن کا سر کس نے مونڈا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت جبرئیلؑ جنت سے یاقوت لے کر اُن کے پاس آئے تھے اور وہ یاقوت اُن کے سر پر پھیرا تھا تو اُن کے سر کے بال جھڑ گئے تھے۔ ①

ذوالکفلؑ کون ہے؟

عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف لکھا کہ ذوالکفلؑ کون ہے اور اُن کا نام کیا ہے؟ کیا وہ نبی تھے؟

آپؑ نے میرے خط کے جواب میں لکھا تھا: اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ بھیجے۔ اُن میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔ حضرت ذوالکفلؑ اُن انبیاءؑ میں سے ہیں۔ یہ حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کے بعد آئے تھے۔ انھوں نے لوگوں کے درمیان جس طرح فیصلے کیے، جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلے کیے تھے۔ ② جب بھی لوگوں پر ناراض ہوئے تو اللہ ہی کے لیے ناراض ہوئے۔

ان کا اسمِ مبارک عویدیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے:

وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾

"اور اے رسولؐ! اسماعیلؑ اور یسعؑ اور ذوالکفلؑ کو یاد کیجیے یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے"۔ (سورۂ ص: آیت ۴۸) ③

یحییٰ بن اکثم

یحییٰ بن اکثم مامون عباسی کے دورِ حکومت میں چیف جسٹس تھا۔ وہ مامون کے ہاں

---

① الکافی، ج ۳، ص ۱۹۵، حدیث ۶

② حضرت داؤد علیہ السلام کا اندازِ قضاوت باقی تمام انبیاءؑ سے مختلف تھا۔ آپؑ اُس علم کی بنیاد پر فیصلے کرتے تھے جو اللہ نے آپؑ کو عطا کیا تھا۔ حضرت داؤدؑ گواہوں کی شہادت کی بنیاد پر فیصلے نہیں کرتے تھے۔ آپؑ اپنے علم کی بنیاد پر فیصلے کرتے تھے۔

③ بحارالانوار، ج ۱۳، ص ۴۰۵، حدیث ۲

ایک بڑا مقام رکھتا تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ حق اہلِ بیتؑ کے ساتھ ہے۔ حکومت کے حقیقی وارث آئمہ اطہارؑ ہیں، اُس نے جو مقام حاصل کر رکھا تھا اُس کی بنیاد حق کی مخالفت تھی۔ اُسے جو منصب حاصل تھا اُس منصب نے اُسے صراطِ مستقیم سے منحرف کر رکھا تھا۔ وہ قومِ لوطؑ کے فعل کی شہرت رکھتا تھا۔ اُس نے متعہ کی حرمت کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ جس عمل کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال کیا تھا اُسے حرام قرار دیا۔ وہ لواطت کو مباح خیال کرتا تھا جسے اللہ اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا تھا۔

ابنِ خلکان نے اپنی کتاب "وفیات الاعیان" میں یہ واقعہ نقل کیا ہے: ایک دن مامون عباسی نے یحییٰ بن اکثم سے کہا: وہ کون ہے جو یہ کہتا ہے کہ قاضی زنا کرنے پر حد جاری کرتا ہے لیکن اُس شخص پر حد جاری نہیں کرتا جو لواطت کرتا ہے؟

یحییٰ نے کہا: امیر المومنین خوب جانتا ہے کہ اِس امر کا کون قائل ہے؟

مامون نے کہا: نہیں، میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟

یحییٰ نے کہا: احمد بن نعیم فاجر نے کہا ہے:

لَا اَحْسَبُ الْجَوْرَ یَنْقَضِیْ وَعَلَی
اٰلِ اُمَیَّۃٍ وَ اٰلِ مِنْ عَبَّاسٍ

"عباسیوں نے لوگوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں، اُنھیں شمار نہیں کیا جاسکتا"۔

یحییٰ بن اکثم نے مامون کو لاجواب اور شرمسار کر دیا۔ ①

مذکورہ شعر درج ذیل اشعار میں موجود ہے جس میں عباسیوں کی مذمت کی گئی ہے:

لَا اَفْلَحَتْ اُمَّۃٌ وَحَقَّ لَهَا — بِطُوْلِ نُکْسٍ وَطُوْلِ اِنْعَاسٍ
تَرْضٰی بِهٖ یَحْیٰی یَکُوْنُ سَائِسَهَا — وَلَیْسَ یَحْیٰی لَهَا بِسَوَّاسٍ
قَاضٍ یَرَی الْحَدَّ فِی الزِّنَاءِ وَلَا — یَرٰی عَلٰی مَنْ یَلُوْطِ مِنْ بَاسٍ
یَحْکُمُ لِلْاَمْرَدِ الْغَرِیْرِ عَلٰی — مِثْلِ جَرِیْرٍ وَمِثْلِ عَبَّاسٍ
فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔ کَیْفَ قَدْ ذَهَبَ — الْعَدْلُ وَقَلَّ الْوَفَاءُ فِی النَّاسِ

---

① کتاب وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج ۶، ص ۱۵۳

أمِيرُنَا يَرتَشِي . وَحَاكِمُنَا يَلُوط . وَالرَّاسُ شَرٌّ مِن رَاسِ
لَوْ صَلُحَ الدِّينُ فَاستَقَامَ لَقَدْ قَامَ عَلَى النَّاسِ كُلُّ مِقيَاسِ
لَا أَحسَبُ الجَورَ يَنقَضِي وَعَلَى أُمَّةٍ وَالٍ مِنْ آلِ عَبَّاسِ

"ایسی اُمت فلاح نہیں پاسکتی اُس کے لیے جائز ہے وہ اوندھے منہ پڑی رہے اور طولانی مدت تک نیند میں رہے۔ اُس کا حکمران یحییٰ بن اکثم جیسے آدمی سے خوش ہے، اُس کے لیے یحییٰ جیسا کوئی اور منتظم نہیں ہے۔ یحییٰ ایسا قاضی ہے وہ زنا کرنے پر حد جاری کرتا ہے، جو لواطت کرے اُس پر حد جاری نہیں کرتا۔ وہ بے ریش خوب صورت لڑکے پر وہی حکم لگاتا ہے جو جریر اور عباس جیسوں کا حکم ہے۔ الحمدللہ! کس طرح عدل کا خاتمہ ہوگیا ہے اور لوگوں میں وقا نام کی کوئی چیز نہیں رہی۔ ہمارا امیر راشی ہے اور ہمارا قاضی لواطت کرتا ہے۔ ہر طرف شر ہی شر ہے۔ اگر دین اسلام کا نظام قائم ہوتا تو لوگوں پر تمام اُوامر نافذ ہوتے۔ عباسیوں نے جو اُمت پر ظلم ڈھائے ہیں میں اُنھیں شمار نہیں کرسکتا"۔

یحییٰ کے جواب میں مامون عباسی نے دو شعر پڑھے:

وَكُنَّا نُرَجِّي أَن نَرَى العَدلَ ظَاهِرًا
فَاعقَبَنَا بَعدَ الرَّجَا قُنُوطُ
مَتَى تُصلِحِ الدُّنيَا وَيُصلِحُ اهلُهَا
وَقَاضِي القُضَاتِ المُسلِمِينَ يَلُوطُ؟

"ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہم عدل کی حکومت دیکھیں گے۔ اُمید کے بعد مایوسی نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ دنیا اور دنیا والے کب اچھائی پاسکتے ہیں کہ جب مسلمانوں کا قاضی القضات لوطی ہو"۔

معلوم ہوتا ہے کہ مامون عباسی یحییٰ بن اکثم کے کردار سے واقف تھا کہ وہ لواطت سے دوچار ہے۔ باوجود اس کے اُس نے اُسے مسلمانوں کا چیف جسٹس بنا رکھا تھا۔ کیا اُس کے

زمانے میں اچھے کردار کا کوئی فقیہہ موجود نہیں تھا کہ وہ جسے قاضی بناتا۔

ابنِ خلکان نے یحییٰ بن اکثم کے بہت زیادہ شرم ناک پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے کہ وہ کس طرح بچوں سے کھیلتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے ایک خوبصورت لڑکے کے رخسارے کو اپنے دانتوں سے کاٹ ڈالا تھا۔ اس کی بے حیائی کی داستان اتنی طویل ہے کہ لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔(وفیات الاعیان ابنِ خلکان)

یحییٰ کا معمول تھا کہ جب اُس کے پاس کوئی فقیہہ آتا تھا تو وہ اُس پر حدیث کا سوال کردیتا تھا۔ جب کسی محدث کو دیکھتا تو اُس پر نحو اور قواعد لغت کا سوال کردیتا تھا۔ اگر کسی کو نحو کا عالم پاتا تو اُس پر کوئی دوسرا سوال کردیتا تھا تاکہ اُسے شرمسار کرے۔

ایک دفعہ خراسان سے ایک عالم اُس کے پاس آیا۔ وہ توانا عالم تھا۔ یحییٰ نے اُس سے مناظرہ کیا تو اُس نے اُسے متعدد فنون کا عارف پایا۔ یحییٰ نے اُس سے کہا: علمِ حدیث پر عبور حاصل ہے؟ اُس نے کہا: ہاں وہ علمِ حدیث کا ادراک رکھتا ہے۔ یحییٰ نے کہا: تم نے اُصول کس سے پڑھا ہے؟ اُس نے کہا: میں نے شریک، ابواسحاق اور حارث سے علمِ اُصول پڑھا ہے کہ امام علی علیہ السلام نے لوطی پر حد جاری کی تھی۔ یہ سن کر یحییٰ خاموش ہوگیا۔

قارئ محترم! حیرانی کی بات ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ان لوگوں میں موجود تھے۔ آپؑ طیب و طاہر اور معصوم رہبر تھے۔ اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔ یحییٰ جیسے بدترین لوگ امام علیہ السلام سے مناظرہ کرتے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ وہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نُور کو بجھا دیں لیکن اللہ نے انکار کردیا تھا کہ وہ اپنے نُور کو تمامیت عطا کرے گا۔

یحییٰ بن اکثم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے اُن احادیث کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا جو وضعی موضوع و مقدوح احادیث تھیں۔ اُموی درباری لوگوں نے جنھیں وضع کیا تھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ان احادیث کا ذبہ سے اچھی طرح واقف تھے۔ آیندہ صفحات میں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور فنِ مناظرہ

آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام علم و معرفت کے موجزن اور بیکراں سمندر تھے۔ انھیں تمام علوم پر دسترس حاصل تھی۔ انھی علوم میں سے ایک علم مناظرہ اور مکالمہ ہے۔ اس علم کے لیے وافر معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اہم ترین فن ہے۔ اس کے ذریعے کسی کے علمی قد کا اظہار ہوتا ہے اور مدمقابل پر رُعب و ہیبت بیٹھتی ہے۔ جہاں اور جس مجلس میں طرفین کے درمیان مناظرہ ہوتا ہے وہاں ہر قسم کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ موافق بھی ہوتے ہیں مخالف بھی منصف بھی ہوتے ہیں اور معاند بھی۔ ابھی ہم نے آپ کے سامنے ایک مختصر سا مقدمہ رکھا ہے اس کے بعد ہم یہاں وہ مناظرہ پیش کرتے ہیں جو عباسی حکومت کے بہت بڑے عالم اور عالم ربانی حضرت امام جواد علیہ السلام کے درمیان ہوا تھا۔

حضرت علامہ الشیخ طبرسیؒ نے اپنی کتاب "الاحتجاج طبرسی" میں نقل کیا ہے۔ مامون عباسی کا دربار تھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ یحییٰ بن اکثم نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کا اِس حدیث کے بارے میں کیا خیال ہے کہ ایک دفعہ جبرئیل امینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! اللہ آپ پر سلام و درود بھیجتا ہے اور اُس نے کہا ہے: حضرت ابوبکرؓ سے پوچھیں کہ کیا وہ مجھ پر راضی ہے میں اُس پر راضی ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس حدیث کے صاحب پر واجب ہے کہ وہ اُس خبر کی مثال لائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: میرے بعد میری طرف بہت زیادہ احادیث کاذبہ منسوب کی جائیں گی جس کسی نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی حدیث منسوب کی تو اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب تمھارے سامنے کوئی حدیث لائی جائے تو اُسے قرآن کی روشنی میں دیکھو۔ اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہے تو اُسے قبول کرو۔ اگر وہ کتاب اللہ

کے مخالف ہو تو اُسے قبول نہ کرو۔ یہ حدیث قرآنِ مجید کے موافق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ (سورۂ قٓ:۱۶)

"اور بہ تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن کے وسوسوں کو جانتے ہیں جو اُس کے نفس کے اندر اُٹھتے ہیں کہ ہم رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں"۔

کیا اللہ رب العزت نہیں جانتا کہ حضرت ابوبکرؓ اس پر راضی ہے یا ناراض؟ جو اللہ کو پوچھنا پڑا کہ اُس کے دل میں کیا ہے؟

عقل کے لیے محال ہے کہ اس حدیث کو وہ قبول کرے۔

یحییٰ بن اکثم نے ایک اور سوال کیا: زمین میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کی مثال اس طرح ہے جس طرح آسمان میں جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ضروری ہے کہ اس میں غور وفکر کیا جائے۔ جبرئیلؑ و میکائیلؑ اللہ کے مقرب فرشتے ہیں۔ اُنھوں نے کبھی معصیت نہیں کی اور لمحہ بھر کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اعراض نہیں کیا۔ اِدھر یہ دونوں حضرات ایک زمانہ تک شرک کرتے رہے۔ اس حدیث کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا: روایت ہے کہ یہ دونوں اہلِ جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ آپؑ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ حدیث بھی ناقابلِ تسلیم ہے۔ تمام جنتی جنت میں جوان ہوں گے۔ وہاں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ یہ حدیث بنی اُمیہ کے لوگوں نے اُس حدیث کے مقابلے میں گھڑی ہے کہ جس کا مضمون ہے:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

"حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں"۔

یحییٰ نے کہا: حدیث کہ عمر بن خطابؓ اہلِ جنت کے سراج ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ حدیث عقلاً محال ہے کیونکہ جنت میں ملائکہ مقربین ہوں گے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سارے نبی ہوں گے۔ کیا جنت اُن کے انوار سے روشن نہیں ہوگی صرف اِن کے نُور سے روشن ہوگی۔

یحییٰ نے کہا: حدیث ہے کہ سکینہ حضرت عمرؓ کی زبان میں بات کرتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے افضل ہیں۔ ایک دفعہ اُس نے منبر پر کہا تھا:

اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یعتریني، فَاِذَا حلت فسددوني

"میرے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جو مجھے فریب دیتا ہے۔ جب میں اُس کی طرف مائل ہو جاؤں تو مجھے صحیح راستے پر لے آنا"۔ ①

یحییٰ نے کہا: روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ مجھے نبی نہ بناتا تو عمر کو نبی بناتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی کتاب اس حدیث سے زیادہ صادق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ

"اور یہ یاد کرو کہ جب ہم نے انبیاءؑ سے عہد لیا اور آپؐ سے بھی اور نوحؑ سے بھی"۔ (سورۂ احزاب: آیت ۷)

اس آیت کا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ سے پہلے میثاق لے لیا تھا۔ اب اللہ کا

---

① تمام مورخین نے حضرت ابوبکرؓ کا یہ مقالہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے، ملاحظہ فرمائیں: تاریخ ابن جریر، ج ۲، ص ۴۴۰؛ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۲۹؛ الامامت والسیاست، حافظ ابن قتیبہ، ص ۳۶؛ کتاب مجمع الزوائد ہیثمی، ج ۵، ص ۱۸۳۔

امام علیہ السلام کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے افضل تھے اور اُنھوں نے یہ اعتراف کیا کہ اُن کے ساتھ ایک شیطان ہے..... حضرت عمرؓ مفضول ہیں تو پھر اُن کی زبان میں سکینہ کیسے بات کرتا

میثاق کیسے بدل سکتا ہے؟ تمام انبیاءؑ نے آنکھ جھپکنے کی مقدار میں شرک نہیں کیا ہے۔ اللہ اُس آدمی کو نبوت کیسے دے سکتا ہے جس نے شرک کیا ہو؟ ان کی پہلی زندگی شرک میں گزرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے اُس وقت نبوت عطا کی تھی جب آدمؑ روح اور جسم کے درمیان میں تھے۔

یحیٰی بن اکثم نے امام علیہ السلام پر ایک اور سوال کیا کہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب کبھی مجھ پر وحی کا سلسلہ بند ہوا تو میں نے خیال کیا کہ اب وحی آلِ خطاب پر نازل ہو رہی ہے۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا: اس حدیث کا صحیح ماننا محال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جائز نہیں ہے کہ آپؐ اپنی نبوت میں شک کریں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (سورۂ حج: ۷۵)

"اللہ فرشتوں اور انسانوں میں پیغام پہنچانے والے کو منتخب کرتا ہے"۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک دفعہ اللہ کسی ہستی کو چُن لے اور پھر وہی کام اُس کے حوالے کر دے جس نے اپنی زندگی میں شرک کیا ہو؟

یحیٰی بن اکثم نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اگر اللہ کا عذاب نازل ہو جائے تو کوئی اُس سے نجات نہیں پا سکتا سوائے عمرؓ کے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (سورۂ انفال: آیت ۳۳)

"اور اللہ اُن پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپ اُن کے درمیان موجود ہیں اور نہ ہی اللہ انھیں عذاب دینے والا ہے جب وہ استغفار کر رہے ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ جب تک آپؐ ان لوگوں میں ہیں وہ اُنھیں عذاب نہیں دے گا۔ ہاں جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے عذاب میں مبتلا نہ ہوں گے۔ (کتاب الاحتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۴۴۶ تا ۴۴۹)

قاریٔ محترم! حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا یہ صرف ایک مناظرہ ہے جو آپؑ اور یحییٰ بن اکثم کے درمیان ہوا۔ گذشتہ صفحات میں آپ نے وہ مناظرہ پڑھا ہے جب مامون نے اپنی دختر کا عقد امام علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ اس مناظرہ میں یحییٰ نے بری طرح سے امامؑ سے شکست کھائی تھی اور عظمتِ امامت متجلّی ہوئی تھی۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور عوامی حقوق

حضرت امام رضا علیہ السلام کے قرض کی ادائیگی

مُطرفی سے روایت ہے کہ جب امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو اُس وقت میرے چار ہزار درہم امام رضا علیہ السلام کے ذمے تھے۔ میں نے دل میں کہا: امامؑ چلے گئے ہیں اب میری رقم کا کیا ہوگا؟

اگلی صبح حضرت ابوجعفر ثانی امام محمد تقی علیہ السلام نے میری طرف اپنا قاصد بھیجا۔ میں امامؑ کے پاس گیا تو آپؑ نے فرمایا: امام ابوالحسنؑ کی رحلت ہوگئی ہے۔ تمھارے چار ہزار درہم اُن کے ذمہ ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے اُس وقت مصلّیٰ اُٹھایا۔ مصلّے کے نیچے سے چار ہزار درہم تھے۔ آپؑ نے وہ میرے حوالے کر دیے۔ (1)

مومن خیانت نہیں کرتا

عبدالکریم (2) سے روایت ہے کہ ہمیں ایک آدمی نے بتایا جس کا نام ابوثمامہ تھا۔ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں مکہ اور مدینہ معظمہ کی طرف جاؤں، لیکن میں مقروض ہوں۔ آپؑ اس بارے میں کیا فرمائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں تم یہاں رہ جاؤ۔ یہ دیکھ کر کہ تم اس صورت میں اللہ سے ملاقات کرو کہ تم کسی کے مقروض نہ ہو۔ مومن خیانت نہیں کرتا۔ (3)

---

(1) الکافی، جلد ۱، ص ۴۹۷، حدیث ۱۱

(2) یہ اہلِ ہمدان سے تعلق رکھتا تھا۔

(3) کتاب تہذیب الاحکام، جلد ۶، صفحہ ۱۸۴، ۱۸۵، حدیث ۲۔ یہ مقروض آدمی مکہ کی طرف ہجرت کرنا چاہتا تھا کہ وہ قرض خواہ کے تقاضوں سے بچ جائے اور قرض ادا نہ کرے۔ امامؑ نے فرمایا: نہیں تم یہاں رہ جاؤ اور اُس کے قرض اُتارنے کی کوشش کرو۔ مومن کے لیے خیانت جائز نہیں ہے۔ (محقق)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور شیعہ شعراء

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام شیعہ شعراء سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور اُن کا اَزحد اکرام و احترام کرتے تھے۔ امام معصوم کا یہ احترام ان شعراء کے لیے معنوی و روحانی غذا کا درجہ رکھتی تھی۔ ان شعراء اور ادبا کے قلوب حُبِ اہلِ بیتؑ سے معمور تھے۔ وہ خطرات کے باوجود اپنی خالص محبت کا اظہار اشعار کی صورت میں کرتے تھے۔ حُبِ اہلِ بیتؑ کا اعجاز و معجزہ ہوتا تھا کہ اُن پر آمد کے دروازے کھل جاتے تھے۔ ان کی قوت انشاء اور جمال تعبیر کے مدارج بلند ہو جاتے تھے۔

اب ہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے چند وہ نمونے پیش کرتے ہیں کہ آپؑ شعراء اور ادبا کا کس طرح احترام کرتے تھے۔

جنابِ ابوطالب عبداللہ بن صلت قمی سے روایت ہے، میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ذات والاصفات پر اشعار لکھے اور خط کی صورت میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف بھیج دیے۔ میں نے اِس خط میں آپؑ کی طرف یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے اجازت دی جائے تاکہ مزید یہ کوشش کروں۔

جب میرا خط آپؑ کے پاس پہنچا۔ آپؑ نے پڑھا تو کاغذ پر جو اشعار لکھے تھے وہ آپؑ نے کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیے اور باقی کاغذ پر لکھا:

قَدْ اَحْسَنْتَ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا [1]

"تم نے ایک خوب صورت کام کیا ہے اللہ تمھیں جزائے خیر عطا کرے"۔

جناب عبداللہ بن صلت سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنے اشعار میں آپؑ کے والد حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مصائب بیان کروں۔

آپؑ نے میری طرف لکھا:

---

[1] کتاب رجال کشی، ص ۵۶۸، ج ۲، حدیث ۱۰۷۵

أَنْدُبِيْنِي وَانْدُبْ أَبِي

"مجھ پر اور میرے والد پر ندبہ کرو"۔ ①

تاریخ اور احادیث کی کتابوں میں موجود ہے شاعر عبداللہ بن ایوب نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام پر مرثیہ لکھا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے سامنے پڑھا:

يَابْنَ الذَّبِيحِ وَيَابْنَ أَعْرَاقِ الثَّرَى ۞ طَابَتْ أُرُومَتُهُ وَطَابَ عُرُوقًا

يَابْنَ الْوَصِيِّ وَصِيِّ أَفْضَلِ مُرْسَلٍ ۞ أَعْنِي النَّبِيَّ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَا

مَالُفَّ فِي خِرَقِ الْقَوَابِلِ مِثْلُهُ ۞ أَسَدٌ يُلَفُّ مَعَ الْخَرِيقِ خَرِيقًا

يَا أَيُّهَا الْحَبْلُ الْمَتِينُ مَتَى أَعُذْ ۞ يَوْمًا بِعُقْوَتِهِ أَجِدْهُ وَثِيقًا

أَنَا عَائِذٌ بِكَ فِي الْقِيَامَةِ لَائِذٌ ۞ أَبْغِي لَدَيْكَ مِنَ النَّجَاةِ طَرِيقًا

لَا يَسْبِقَنِّي فِي شَفَاعَتِكُمْ غَدًا ۞ أَحَدٌ فَلَسْتُ بِحُبِّكُمْ مَسْبُوقًا

يَابْنَ الثَّمَانِيَةِ الْأَئِمَّةِ غَرَّبُوا ۞ وَأَبَا الثَّلَاثَةِ شَرَّقُوا تَشْرِيقًا

إِنَّ الْمَشَارِقَ وَالْمَغَارِبَ أَنْتُمْ ۞ جَاءَ الْكِتَابُ بِذٰلِكُمْ تَصْدِيقًا

"اے فرزند شہید! اے زمانے کے امامؑ کے ملکوتی سپوت! اُن کی شہادت سے اور اُن کی زمین میں تدفین کی وجہ سے زمین طیب و طاہر ہوئی۔ اے اُس وصی کے فرزند جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کے فرزند ہیں جو سیّد الانبیاءؐ ہیں اور صادق و مصدوق و مصدق ہیں۔

اُن جیسا فرزند آج تک پیدا ہی نہیں ہوا کہ جسے دایہ نے کپڑے میں لپیٹا ہو۔ وہ اسد پروردگار ہیں جنھیں کپڑے میں لپیٹا گیا۔

اے حبلِ متین! میں اُس دن سے آپؑ کی پناہ میں ہوں جس دن آپؑ پیدا ہوئے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اُس دن عذابِ جہنم سے پناہ کی ضرورت ہوگی۔ میں اُس دن آپؑ کی شفاعت سے جہنم سے نجات پاؤں گا۔

اے میرے آقا! قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت کرنا،

① رجال کشی، ص ۵۶۷، ۵۶۸، حدیث ۱۰۷۳

کیونکہ آپ سے محبت کرنے میں مجھ پر کوئی سبقت نہیں رکھتا۔ اے آٹھ
ائمہ کی حجتوں کے مرکز ومحور! جو اب اس دنیا سے چلے گئے ہیں اور اے
تین اماموں کے بابا جنھوں نے کائنات کو اپنے انوار سے منور کرنا ہے۔
مشارق ومغارب کے مالک آپؑ سب ہیں، اللہ کی کتاب نے اس کی
تصدیق کردی ہے"۔ ①

ہم اس فصل کے اختتام پر ابوتمام الطائی کا قصیدہ غرا نقل کرتے ہیں۔ یہ شاعر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے معاصر تھے۔

☆☆☆

رَبِّيَ اللّٰهُ وَالأَمِينُ نَبِيِّي ۔۔۔ صَفْوَةُ اللّٰهِ ، وَالوَصِيُّ إِمَامِي

ثُمَّ سِبْطَا مُحَمَّدٍ تَالِيَاهُ ۔۔۔ وَعَلِيٌّ وَبَاقِرُ الْعِلْمِ حَامِي

وَالتَّقِيُّ الزَّكِيُّ جَعفَرٌ الطَّيِّب ۔۔۔ مَاوَى المُعْتَرِّ وَالمُعْتَامِ

ثُمَّ مُوسٰى، ثُمَّ الرِّضَا عَلَمُ الفَضْلِ ۔۔۔ الَّذِي طَالَ سَائِرَ الأَعْلَامِ

وَالصَّفِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ۔۔۔ وَالمُعَرَّى مِنْ كُلِّ سُوءٍ وَ ذَامِ

وَالزَّكِيُّ الإِمَامُ مَعْ نَجْلِهِ القَائِمِ ۔۔۔ مَوْلَى الأَنَامِ نُورِ الظَّلَامِ

أَبْرَزَتْ مِنْهُ رَأْفَةُ اللّٰهِ بِالنَّاسِ ۔۔۔ لِتَرْكِ الظَّلَامِ بَدْرَ التَّمَامِ

فَرْعُ صِدْقٍ نَمَا إِلَى الرُّتْبَةِ القُصْوَى ۔۔۔ وَفَرْعُ النَّبِيِّ لَاشَكَّ نَامِي

إِلَى أَنْ يَقُوْلُ:

هٰؤُلَاءِ الأُوْلَى أَقَامَ بِهِمْ ۔۔۔ حُجَّتَهُ ذُوالجَلَالِ وَالإِكْرَامِ

"اللہ رب العزت میرا پروردگار ہے۔ نبی صفوت اللہ امین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی میرے امامؑ ہیں۔ اُن کے بعد حسنین شریفینؑ میرے امام ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط ہیں۔ اُن کے بعد امام علی بن الحسینؑ اور امام محمد باقر علیہ السلام جو باقر العلوم ہیں۔ اُن کے بعد آپؑ

---

① بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۳۲۵، حدیث ۱

کے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں جو تقی، زکی، اُمت کے کمزوروں کا ملجا و ماویٰ ہیں۔ اُن کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں۔ آپؑ کے علوم کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ آپؑ علم کا خزانہ ہیں، آپؑ کے فرزند حضرت امام علی رضا علیہ السلام علم و فضل میں کسی سے کم نہیں ہیں اور امام محمد بن علی رضا علیہ السلام صفی اللہ ہیں جو ہر برائی اور مذمت سے طیب و طاہر ہیں۔ یہ زکی امام ہیں، انھی کی نسل سے حجۃ اللہ القائم ہیں۔ جو اپنے دورِ امامت میں اپنے نورِ امامت سے کائنات کو منور کردیں گے۔

بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت واضح ہوئی۔ تیرگی جاتی رہی، کیونکہ بدرِ کامل اپنی منزل پر آگیا ہے۔ آخری امام صدق و صداقت کی فرع ہیں۔ اُس نے ترقی کرکے اور انسانیت کے مدارج طے کرکے بلندیوں تک جانا ہے، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ اُن کی بلندیوں کی طرف بڑھنے میں کوئی شک نہیں ہے"۔

اس کے بعد کہا: "یہ سب اولیٰ و اعلیٰ ہیں۔ ذوالجلال والاکرام بادشاہ کی حجت تمام ہوگئی ہے"۔[1]

---

[1] مناقب آلِ ابی طالب ابن شہر آشوب، جلد ۱، ص ۳۱۲

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور احادیثِ نبویؐ اور آئمہ معصومینؑ

اب ہم اس باب میں اُن احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں جن کے راوی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ہیں۔ یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آلِ اطہار سے مروی ہیں۔ یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ انسان اُن احادیث کو پڑھے جو معصوم کی لسانِ مبارک سے صادر ہوئی ہیں۔ ان احادیث و مرویات سے منفرد علم کی تحصیل ہوتی ہے جو دوسری جگہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اب ہم اس باب میں کچھ احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں۔

زیارتِ روضۂ نبویؐ

عبدالرحمٰن بن ابی نجران سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا کہ روضۂ رسولؐ کی زیارت کا کیا ثواب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی جزا جنت ہے۔[1]

کتاب الکامل الزیارات میں جو حدیث ہے وہ یہ ہے:

سائل نے کہا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں جس آدمی نے قبرِ رسولؐ کی زیارت کی اس کا ثواب کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ زہراؑ کی قبرِ مبارک کی زیارت

ابراہیم بن محمد بن عیسٰی العُریضی سے روایت ہے کہ اُس نے کہا: ایک دفعہ ہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں تھے۔ آپؑ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی میری دادی

---

[1] کتاب تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۳

حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی قبر مبارک پر جائے تو یہ زیارت پڑھے:

"اے ممتحنہ! اللہ رب العزت نے آپ کی تخلیق سے پہلے آپ کا امتحان لیا ہے۔ اُس ذات نے اس امتحان میں آپ کو صابرہ پایا۔ ہمارا یقین ہے کہ ہم آپ کے محب ہیں اور آپ کے والد بزرگوار پر جو کچھ نازل ہوا ہے ہم اُس کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ کے وصی نے جو فرمایا ہے ہم اُس کی تصدیق کرتے ہیں۔

اے دُختر رسولؐ آپ کی بارگاہ میں ہمارا سوال ہے: "اگر ہم نے آپ کی تصدیق کی تو ہمیں ہماری تصدیق کے ساتھ اپنے ساتھ ملحق کرو، تاکہ ہمارے لیے یہ بشارت ہو، ہم اپنے آپ کو بشارت دیں کہ ہم آپ کی ولادت سے طیب وطاہر ہوئے"۔ [1]

قارئ محترم! یہ زیارت ایک اور کیفیت سے روایت کی گئی ہے شاید کہ وہ اصح روایت ہو۔ اُس کی نص یہ ہے:

"اے ممتحنہ! آپ پر ہمارا سلام! آپ کی تخلیق سے پہلے اللہ نے آپ کا امتحان لے لیا تھا۔ اُس نے آپ کو صابرہ پایا۔ ہم آپ کے پیروکار ہیں اور آپ کے مقام کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ جو کچھ آپ کے والد بزرگوار اور آپ کے والد بزرگوار کے وصی کے بارے میں نازل ہوا۔ اُس کی تصدیق کرنے والے ہیں اور تسلیم کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہمارا تیری بارگاہ میں سوال ہے جب کہ ہم ان ہستیوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ہمیں ہماری تصدیق کے ساتھ ملحق کر اور درجۂ عالیہ عطا کر، تاکہ ہم اپنے آپ کو بشارت دیں کہ ہم ان کی ولایت سے پاک وپاکیزہ ہوئے"۔

☆☆☆

[1] تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۲، ص ۹-۱۰، حدیث ۱۳۔ اور مفاتیح الجنان میں بھی یہ زیارات موجود ہیں۔ ص ۱۳۲ تا ۱۳۸

قاریٔ محترم! اس زیارت میں کچھ ایسے کلمات موجود ہیں جو مبہم اور قابلِ تشریح ہیں۔ یہ بعض جہاں لوگوں کے لیے اعتراض و تعریض کا سبب بنتے ہیں وہ اس زیارت کے ماننے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ابھی اللہ نے کسی کو پیدا ہی نہیں کیا اور اُس کا امتحان لے؟

اصل بات یہ ہے کہ وہ کلمہ امتحان کے مفہوم سے جاہل ہیں۔ اُنھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ کلمہ ''امتحان اور خلق'' اکثر حالات میں ایک معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں دونوں معانی مذکور ہیں۔ ضروری ہے کہ یہاں ان کلمات پر کامل و اتم بحث ہو، تاکہ اہلِ باطل کا منہ بند ہو جائے۔ علمائے لغت نے ''امتحان'' کے دو معنی بیان کیے ہیں وہ یہ ہیں:

۱- الاختیار: کلمہ امتحان کا یہ ایک مشہور و معروف معنی ہے۔

۲- تخلیق و تصفیہ جیسا کہ عربی کا محاورہ ہے:

اِمۡتَحَنَ الصَّائِغُ الۡفِضَّةَ

''سنار نے چاندی کو کثافتوں سے خالص اور صاف کیا''۔

اس لحاظ سے ''ممتحنہ'' معنی ہے مہذب، مصفا اور ہر قسم کے شائبہ سے پاک و پاکیزہ۔

امتحنك الله کا معنی ہے: اللہ نے آپؑ کو آپؑ کی تخلیق سے پہلے ہر قسم کے شائبہ اور عیب سے پاک کیا ہے''۔

جس طرح ارشادِ خداوندی ہے:

امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰی (سورۂ حجرات: آیت ۳)

''اللہ رب العزت نے اُن کے قلوب کو صاف و شفاف کیا''۔ ①

اس طرح کلمہ ''الخلق'' ہے۔ قرآنِ مجید میں اس کلمہ کے متعدد معانی آئے ہیں۔ ہم یہاں اُن آیات کو نقل کرتے ہیں جس کا تعلق ہماری اس بحث سے ہے:

◇ وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ (سورۂ اعراف: آیت ۱۱)

---

① جمال الاسبوع، سید ابن طاؤس، ص ۳۲

"اور بے تحقیق ہم نے تمھیں خلق کیا، پھر تمھیں شکل و صورت دی، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو"۔

۲ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۞ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا (سورۂ مومنون: آیت ۱۲ تا ۱۴)

"اور بے تحقیق ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے بنایا، پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ پر نطفہ بنایا، پھر ہم نے نطفے کو لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے کو بوٹی کی شکل دی، پھر بوٹی سے ہڈیاں بنا دیں"۔

پہلی آیت سے یہ معنی حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو پیدا کیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ہر انسان کو اپنی اپنی صورت عطا کی جو اُسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ جہاں تک دوسری آیت کا تعلق ہے اس میں انسان کے آغاز کی بات کی گئی ہے کہ اس کی تخلیق کا نقطۂ آغاز نطفہ ہے۔ وہ نطفہ سے پیدا ہوا اور نطفہ طعام و خوراک سے بنا، طعام و خوراک کا تعلق ارضی نباتات سے ہے۔ جب انسان اُنھیں اپنی غذا بناتا ہے تو اُس سے نطفہ تیار ہوتا ہے۔ پھر اس نطفہ کے بعد انسانی تخلیق کے مختلف مراحل ہیں۔ نطفہ کے بعد علقہ کی منزل ہے۔ اس کے بعد مضغہ ہے پھر ہڈیاں وغیرہ۔ نطفہ مختلف مراحل طے کرتا ہے پھر جا کر انسانی شکل اختیار کرتا ہے۔

یہاں دو تخلیقیں ہیں۔ خلقتِ اوّل جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اُسے عالمِ ذر کا نام دیا گیا ہے۔ دوسری تخلیق وہ ہے جو عالمِ مادہ سے حاصل ہوئی ہے، یہ وہ عالم ہے جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس حدیث کا حقیقی معنی و مفہوم تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے:

اے فاطمۃ الزہراؑ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالمِ ذر میں ہر نقص و شائبہ سے اُس وقت پاک کیا جس وقت ابھی آپ کی تخلیق ہی نہیں ہوئی تھی۔ وہ عالمِ مادہ ہے"۔

ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی تخلیق پر مشتمل ہیں۔ ان میں ان کی طینت اور اَرواح کا ذکر ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ مِنْ طِينَتِهِ عِلِّيِّينَ، وَخَلَقَ قُلُوبَهُمْ مِنْ طِينَتِهِ فَوْقَ ذٰلِكَ......الخ

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیتؑ کو علیین کی طینت سے خلق کیا اور اُن کے اَرواح کو اُس چیز سے خلق کیا جو اس مذکورہ طینت سے اَرفع و اعلیٰ ہے"۔ (بحارالانوار، ج ۲۵، حدیث ۱۲) (۱)

امام علیہ السلام کا قول ہے:

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَنَا مِنْ عِلِّيِّينَ وَخَلَقَ أَرْوَاحَنَا مِنْ فَوْقِ ذٰلِكَ

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں علیین سے پیدا کیا اور ہمارے اَرواح کو اُس سے بالاتر چیز سے پیدا کیا"۔

طینت اور میثاق کے موضوع پر احادیث متواترہ اور مفصلہ موجود ہیں۔ اس لحاظ سے زیارت کے کلمات میں نہ کوئی نقص ہے اور نہ کوئی اضطراب ہے۔ (۲)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا جواب

احمد بن محمد بن ابی نصر البزنطی سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ کے مخالف کہتے ہیں کہ آپؑ کے والد حضرت امام علی علیہ السلام کا "رضا" نام مامون نے اُس وقت رکھا تھا جب آپؑ کے والد نے ولی عہد کا عہدہ قبول کیا تھا؟

---

(۱) محمدؐ و آل محمدؑ کی تخلیق عالمِ ذکر سے پہلے ہوئی تھی۔ اسلامی عقائد میں یہ بات موجود ہے کہ اللہ نے محمدؐ و آل محمدؑ کو اس وقت پیدا کیا کہ ابھی زمین و آسمان کی تخلیق نہیں ہوئی تھی۔ ہزاروں سال کے بعد اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمدؐ و آل محمدؑ کی تخلیق عالمِ ذر سے پہلے ہے۔ ان کی تخلیق کے عنصر اور عالمِ بشر کے عنصر میں فرق ہے۔ اُن کا آغاز نور سے ہوا۔ عام بشر کا عنصر تخلیق اور ہے۔ (محقق)

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۳۹۵

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا کہنے والے لوگ جھوٹے ہیں۔ واللہ وہ فاجر ہیں، اللہ رب العزت نے آپؑ کا نام رضا رکھا ہے۔ آپؑ آسمان پر اللہ کی رضا ہیں اور زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ کے بعد رضا ہیں۔ میرے والد آسمان و زمین کے لیے رضا خداوندی کا ذریعہ ہیں۔ ①

راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے تمام آباؤ اجداد جو امامؑ ہیں اُن میں سے ہر ایک امام اللہ تعالیٰ، رسولؐ اللہ اور باقی آئمہ کے لیے رضا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا: جب ہر امام رضا ہے تو آپؑ کے والد بزرگوار کے علاوہ باقی آئمہ کے اسماءؑ کے ساتھ لفظ رضا کیوں نہیں لگایا جاتا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ میرے والد کی امامت پر دوست و دشمن سب راضی ہوئے اس لیے اللہ نے اُنھیں لفظ رضا کا لقب عطا کیا جب کہ دوسرے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام پر ہمارے دوست تو راضی تھے دشمن راضی نہیں تھے۔ ②

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضہ کی زیارت

حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میرے لیے کیا حکم ہے کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے کربلا جاؤں یا آپؑ کے والد بزرگوار کی زیارت کے لیے طوس جاؤں؟

آپؑ نے فرمایا: بیٹھے رہو۔ آپؑ اندر گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آئے۔ اس وقت آپؑ کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے زائرین کثرت کے ساتھ ہیں اور میرے باباؑ کی قبر کے زائرین بہت قلیل ہیں۔ ③

---

① سابقہ مصدر، حدیث ۱

② عیون اخبار الرضاؑ، جلد ۱، ص ۲۲

③ کتاب عیون الرضاؑ، جلد ۲، ص ۲۸۶، باب ۶۶، حدیث ۸

علیؒ بن مہزیار سے روایت ہے، میں نے حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حضرت امام رضا علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں افضل زیارت کون سی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے بابا کی زیارت افضل ہے کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے بہت زیادہ لوگ جاتے ہیں۔ میرے بابا کی زیارت کے لیے بہت کم لوگ اُن کی قبر مبارک پر جاتے ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کا ثواب

علی بن ابراہیمؒ سے روایت ہے، اُس نے حمدان بن اسحاق سے سنا، اُس نے کہا: میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، یا میرے لیے اُس آدمی نے حکایت کی جس نے یہ حدیث حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنی تھی۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

مَن زَارَ قَبرَ اَبِی بِطُوس غَفَرَاللهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ

"اور جس نے طوس جا کر میرے بابا کی قبر کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ اُس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے"۔ [1]

راوی نے کہا: میں نے زیارت کے بعد حج کیا اور ایوب بن نوح سے ملاقات کی۔ اُس نے کہا: حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے یہ حدیث سنائی:

"جس نے طوس میں جا کر میرے بابا کی قبر مبارک کی زیارت کی تو اللہ اُس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اُسے اُس جگہ میں منبر عطا کرے گا جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے منبر ہوں گے یہاں تک کہ اللہ اپنی مخلوق کے حساب سے فارغ ہوتا"۔

---

[1] کافی، جلد

راوی کہتا ہے: میں نے ایوب بن نوح کو دیکھا۔ اُس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کی۔ اُس نے کہا: میں نے زیارت اس لیے کی ہے، تاکہ قیامت کے دن مجھے منبر نصیب ہو۔ ①

اور حمدان دسوائی یا دیوانی سے روایت ہے، میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہا: آپؑ کے والد بزرگوار کی قبر مبارک کی زیارت کا کیا ثواب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس نے طوس ② جا کر میرے بابا کی قبر مبارک کی زیارت کی، اللہ اُس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حمدان نے کہا: اس کے بعد میں نے ایوب بن نوح بن دراج سے ملاقات کی اور اُس سے کہا: اے ابوالحسین! میں نے اپنے آقا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا ہے: "جس نے طوس جا کر میرے والد بزرگوار کی قبر مبارک کی زیارت کی اللہ اُس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے"۔

ایوب نے کہا: جی ہاں، بات ایسی ہے۔ میں اِس میں اضافہ کرتا ہوں۔

میں نے کہا: بیان کیجیے۔

اُس نے کہا: میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا ہے: "جب قیامت کا دن ہوگا تو اُس دن اللہ رب العزت اُس کا منبر، رسولؐ اللہ کے منبر کے ساتھ لگائے گا۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کے حساب سے فارغ ہوگا"۔ ③

طوس کے دو پہاڑوں کے درمیان

ابوہاشم جعفریؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد بن علی بن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا ہے: طوس کے دو پہاڑوں کے درمیان جو زمین ہے وہ جنت کا حصہ ہے جو ان دونوں کے

---

① الکافی، جلد ۴، صفحہ ۵۸۵

② طوس: ایران کے صوبہ خراسان میں ایک شہر ہے جس کا نام طوس ہے۔ اب اسے مشہد مقدس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

③ کامل الزیارات، ص ۵۰۵، ۵۰۶، حدیث ۶

درمیان داخل ہوگا۔ وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے نجات پائے گا"۔ ①

زائر امام علی رضا کے لیے جنت ہے

عبدالرحمٰن بن ابی نجرانؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کا کتنا ثواب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: واللہ اُس پر جنت واجب ہوجاتی ہے؟ ②

داؤد صرمیؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا ہے:

مَن زَارَ قَبرَ اَبِي..... فَلَهُ الجَنَّةُ

"جس نے میرے والد بزرگوار کی قبر کی زیارت کی اس پر جنت واجب ہوجاتی ہے"۔

جناب عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا:

ضَمِنتُ لِمَن زَارَ اَبِي طُوسِ، عَارِفًا بِحَقِّهِ، الجَنَّةُ عَلَى اللهِ تَعَالَى

"میں اُس شخص کی ضمانت لیتا ہوں جو طوس جاکر میرے والد بزرگوار کی قبر کی اس حال میں زیارت کرے جب وہ اُن کے حق کا عارف ہو تو اللہ اُس پر جنت واجب کردیتا ہے"۔ ③

جناب عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا: (مذکورہ حدیث) ④

علی بن اسباط سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اگر کوئی آدمی خراسان جاکر آپؑ کے والد بزرگوار کی قبر کی زیارت کرے تو اُس کا کیا اجر

---

① عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۶

② تہذیب الاحکام، ج ۶، ص ۸۶

③ عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۸۶

④ ایضاً، حدیث ۷

ہے؟ آپؑ نے فرمایا: واللہ! اُس کا اجر جنت ہے، واللہ جنت ہے۔ ①

مستحبی حج سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت افضل ہے

محمد بن سلیمانؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں سوال کیا گیا: ایک آدمی واجب حج کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ گیا۔ اُس نے عمرہ کیا اور حج کیا۔ اللہ رب العزت نے اُس کی مدد کی اُس نے عمرہ ادا کیا اور حج کیا۔ پھر مدینہ منورہ آیا۔ روضۂ رسولؐ کی زیارت کی۔ پھر آپؑ کے حقوق کی معرفت کی بنا پر آپؑ کے پاس آیا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آپؑ اللہ کی مخلوق پر حجت ہیں اور وہ باب ہیں کہ جس کے ذریعے لوگوں کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ آپؑ کا سلام کیا۔ پھر وہ کربلا سید الشہداؑ کے روضۂ اقدس پر گیا۔ پھر وہ بغداد آیا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کی۔ اِس کے بعد وہ اپنے وطن کو لوٹ گیا۔

پھر اگلے سال جب حج کا موسم آیا، اللہ رب العزت نے اُسے مال عطا کیا۔ اب وہ کیا کرے۔ مستحبی حج کرے یا آپؑ کے والد بزرگوار کی قبر مبارک کی زیارت کرے۔ ان دونوں اعمال میں کون سا عمل افضل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ خراسان جائے اور میرے والد بزرگوار کی قبر مبارک کی زیارت کرے۔ یہ عمل افضل ہے۔ وہ رجب ② کے مہینے میں جائے اور زیارت کرے۔ ضروری ہے کہ تم اس زمانے میں زیارت کرو۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت ہزار حج کے ثواب کے برابر ہے

احمد بن محمد بن ابی نصرؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کا وہ

---

② آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زیارت سال کے ہر دن مستحب ہے لیکن ماہ رجب کی تاکید کی گئی ہے۔ اس مہینے دگنا اجر ملتا ہے۔

① الکافی، ج ۴، ص ۵۸۳

خط پڑھا جو آپؑ نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ لکھا تھا:

''میرے چاہنے والوں تک یہ پیغام پہنچا دو کہ میری زیارت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ایک ہزار مقبول حج اور ایک ہزار مقبول عمرہ کے برابر ہے''۔

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا: کیا واقعی ایک ہزار حج کا ثواب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جس آدمی نے میرے والد بزرگوار کی قبر مبارک کی آپؑ کے حقوق کی معرفت کی بنیاد پر زیارت کی اُسے ہزار ہزار حج کا ثواب ملتا ہے۔ [1]

---

[1] تہذیب الاحکام، جلد ۶، ص ۸۵، حدیث ۴

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت امام مہدی علیہ السلام

جناب عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا: میں اُمید رکھتا ہوں کہ اہلِ بیتِ رسولؐ کے وہ القائمؑ آپ ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوالقاسم! ہم میں سے القائمؑ وہ ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دینا ہے وہ دین کی ہدایت دینے والے ہیں۔ قائمؑ وہ ہیں جو زمین کو کفر و جحود سے پاک کردیں گے۔ ہر طرف توحید کا پرچار ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ لوگوں پر ان کی ولادت مخفی ہوگی، وہ ایک زمانہ تک غیب رہیں گے۔ مصلحت کی بنا پر اُن کا نام لینا حرام ہوگا۔ ان کا اسمِ مبارک اور کنیت وہی ہے جو رسولؐ اللہ کا اسمِ مبارک اور کنیت ہے۔ زمین اُن کے لیے مسخر کر دی جائے گی۔ اُن پر تمام مشکلات آسان کر دیئے جائیں گے۔ اُن کے خاص اصحاب اہلِ بدر کی تعداد کے برابر ہوں گے یعنی تین سو تیرہ۔ ان کا تعلق دنیا کے دُور دراز علاقوں سے ہوگا۔ آپؑ کے ظہور کے وقت یہ سب آپؑ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۴۸)

"تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تم سب کو حاضر کرے گا اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

جب مذکورہ اصحاب جنھوں نے زمین کے نظام کو سنبھالنا ہے آپؑ کے پاس جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ قائمؑ کا ظہور کرے گا۔ اُن کے پاس دس ہزار مجاہد جمع ہوں گے تو پھر امام اللہ کے اذن سے خروج کریں گے۔ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ اُس وقت جنگ رہے گی کہ اللہ راضی ہو جائے گا۔

جناب عبدالعظیمؒ نے کہا: اے میرے آقا! یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اب اللہ راضی ہوگیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اُن کے دل میں لوگوں کے لیے رحم ڈال دے گا۔ جب آپؑ مدینہ منورہ میں داخل ہوں گے تو آپ لات وعزیٰ کو نکال کر جلا دیں گے۔(اکمال الدین، ج ۲،ص ۳۸۸)

افضل الاعمال

جناب عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے کہا: میں اپنے آقا مولا حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے ارادہ کیا کہ آپؑ سے سوال کروں۔ کیا آپؑ ہی امام مہدیؑ یا آپؑ کے علاوہ دوسرے ہیں؟

امام علیہ السلام نے کلام کا آغاز کیا اور فرمایا: اے ابوالقاسم! القائمؑ ہم میں سے ہیں اور وہ مہدیؑ ہیں اُن کی غیبت میں اُن کا انتظار واجب ہے۔ اُن کے ظہور میں اُن کی اطاعت واجب ہے۔ میری اولاد میں وہ تیسرے نمبر پر ہیں، یعنی میرے فرزند کے پوتے ہیں۔

اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا کی اور ہمیں امامت عطا کی اگر اس کائنات کے اختتام کا آخری دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُس دن کو طولانی کردے گا کہ وہ خروج کریں اور زمین کو عدل و انصاف سے اتنا بھر دیں گے جتنا وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اَمر کی ایک رات کے اندر اس طرح اِصلاح کردیں گے جس طرح اُس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے امر کی ایک رات میں اصلاح کی تھی۔ وہ اپنے گھر والوں کے لیے آگ لینے گئے تھے کہ جب وہاں سے لوٹے تھے تو رسولؑ بن کر لوٹے تھے۔

اِس کے بعد آپؑ نے فرمایا: ہمارے مکتب کے پیروکاروں کے لیے افضل عمل ہمارے قائمؑ کا انتظار ہے۔

القائم، المنتظر کا معنی

صقر بن زلفؒ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے

فرمایا: میرے بعد میرے فرزند علی نقیؑ امامؑ ہیں۔ اُن کے بعد اُن کے فرزند حسن عسکریؑ اور اُن کے بعد اُن کے فرزند القائم بالحق المنتظر امامؑ ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! انھیں القائم کیوں کہا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اُن کا ذکر مفقود ہو چکا ہوگا وہ اُس وقت قیام کریں گے جب اکثر لوگ اُن کی امامت کا اِرتداد کر چکے ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: انھیں منتظر کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اُن کی غیبت طولانی ہوگی، لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہوگی۔ مخلص لوگ اُن کے خروج کا انتظار کریں گے۔ شکوک وشبہات کا شکار اُن کے ظہور کا انکار کر دیں گے۔ دشمن ان کے ذکر کرنے پر استہزاء کریں گے۔ اُن کے ظہور کا وقت مقرر کرنے والے اُن کے ظہور کو جھٹلا دیں گے۔ عجلت پسند ہلاک ہو جائیں گے، سرِ تسلیم خم کرنے والے ہی نجات پائیں گے۔ ①

① اکمال الدین، ج ۲، ص ۳۷۸، حدیث ۳

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے کلماتِ قصار

کتبِ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے وعظ و نصائح پر مشتمل کثرت کے ساتھ کلماتِ قصار موجود ہیں۔ اس طرح شرعی احکام کا بیان بھی ہے۔ یہ ارفع واعلیٰ کلمات قلیل اور مختصر الفاظ پر مشتمل ہیں لیکن معانی و مفاہیم میں بے کراں سمندر ہیں۔ فوائد و منافع بے مثال ہیں۔ یہ کلماتِ کثیرہ کا خلاصہ ہیں۔ تفصیلات و توضیحات کا مجموعہ ہیں۔ ان کا حفظ کرنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ یہ قلیل کلمات اور مختصر الفاظ پر مشتمل ہیں۔

فرزند رسول حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے وعظ و نصائح کلماتِ قصار پر مشتمل ہیں۔ میرے قلم میں وہ طاقت و قوت نہیں جو ان کے فضائل و مناقب لکھے۔ یہ کلمات ذھبیہ ہیں، انھیں سونے کے پانی سے لکھنا چاہیے۔ ان کلمات کے سامنے سونے کی کیا قیمت وحیثیت ہے جن کے مصادر و منابع معرفت، ینابیع الحکمت اور مہابط وحی ہوں؟

اب ہم ان کلمات کو صفحۂ قرطاس سے رقم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شہید اوّل فقیہ عظیم جلیل واجل حضرت محمد بن جمال الدین مکی العاملی نے اپنی کتاب الدُّرۃ الباھرۃ مِنَ الاصدَافِ الطّاھرۃ میں فرزند رسولؐ کے کلماتِ قصار نقل کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

① كَيْفَ يَضِيعُ مَنِ اللهُ كَافِلُهُ؛

"جس کا اللہ رب العزت کفیل و وکیل ہو وہ کیسے ضائع ہوسکتا ہے؟"

② كَيْفَ يَنْجُو مَنِ اللهُ طَالِبُهُ؛

"وہ کہاں جاسکتا ہے جس کا طلب گار اللہ ہو؟"

③ من انقطع اِلیٰ غَیْرِ اللهِ..... وَكَلَهُ اللهُ اِلَيْهِ،

"جس نے اللہ سے رابطہ توڑ کر اس کے غیر سے تعلق جوڑا اللہ اُسے اُس کے حوالے کر دیتا ہے"۔

④ مَنْ عَمِلَ عَلٰی غَیْرِ عِلْمٍ ...... کَانَ مَا یُفْسِدُ اَکْثَرَ مِمَّا یُصْلِحُ

"جس نے کوئی کام بغیر سمجھ بوجھ کے کیا تو وہ اپنے بنے بنائے کام بھی بگاڑ دیتا ہے"۔

⑤ اَلْقَصْدُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِالْقُلُوْبِ ...... اَبْلَغُ مِنْ اِتْعَابِ الْجَوَارِحِ بِالْاَعْمَالِ

"جب انسان دل کی گہرائیوں کے ساتھ اللہ کی طرف قصد و ارادہ کرتا ہے تو اُس کا کام تعب و مشقت کے بغیر سرانجام پاتا ہے، یعنی اعضاء و جوارح کو جس قدر انسان حرکت میں لاکر کامیاب ہوتا ہے اس سے زیادہ کامیابی اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے"۔

⑥ مَنْ اَطَاعَ هَوَاهُ ...... اَعْطٰی عَدُوَّهٗ مُنَاهُ

"جس نے خواہشاتِ نفس کی اطاعت کی تو اُس نے اپنا گوہر مقصود کھو دیا"۔

⑦ مَنْ هَجَرَ الْمُدَارَاتِ ...... قَارَبَهُ الْمَكْرُوْهُ

"جس نے مدارات کرنا چھوڑ دیا تو وہ ناپسندیدہ اُمور میں گر گیا"۔

⑧ مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الْمَوَارِدَ ...... اَعْیَتْهُ الْمَصَادِرُ

"جسے موارد کا علم نہیں تو مصادر اُسے تھکا دیتے ہیں"۔

⑨ مَنْ اِنْقَادَ اِلَی الطُّمَانِیْنَةِ قَبْلَ الْخِیَرَةِ ...... فَقَدْ عَرَّضَ نَفْسَهٗ لِلْهَلَكَةِ وَالْعَاقِبَةِ الْمُتْعِبَهٖ

"جس نے آزمائش سے پہلے کسی پر اطمینان کرلیا تو اُس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا اور اُس کا انجام برا ہوا"۔

⑩ مَنْ عَتَبَ مِنْ غَیْرِ ارْتِیَابٍ ...... اُعْتِبَ مِنْ غَیْرِ اسْتِعْتَابٍ

"جس نے بغیر کسی شک و ریب کے کسی پر عتاب کیا تو اُس پر بھی اسی صورت میں عتاب کیا جاتا ہے"۔

⑪ رَاكِبُ الشَّهَوَاتِ..... لَا تُسْتَقَالُ لَهُ عَثْرَه

"شہوات کی سواری پر سوار ہونے والے کی ٹھوکریں قابلِ معافی نہیں ہوتیں"۔

⑫ اَلثِّقَةُ بِاللهِ........ ثَمَنٌ لِكُلِّ غَالٍ، وَسُلَّمٌ اِلٰى كُلِّ عَالٍ

"اللہ رب العزت پر بھروسہ کرنا ہر مشکل کا علاج ہے اور ہر ترقی کا زینہ ہے"۔

⑬ اِيَّاكَ وَمُصَاحَبَ الشَّرِيْرِ، فَاِنَّهُ كَالسَّيْفِ الْمَسْلُوْلِ، يَحْسُنُ مَنْظَرُهُ وَيَقْبَحُ اَثَرُهُ

"شریر کی صحبت و دوستی سے بچو، وہ کھنچی ہوئی ننگی تلوار کی مانند ہے۔ اُس کا ظاہر خوب صورت اور باطن بدصورت ہے"۔

⑭ اِسْتَدِلَّ تُصِبْ اَوْ تَكَدْ

"غور و فکر سے کام لے، تاکہ صحیح رائے تک رسائی حاصل کرے"۔

⑮ اِذَا نَزَلَ الْقَضَاءُ..... ضَاقَ الْفَضَاءُ

"جب قضا نازل ہوتی ہے تو فضا تنگ ہو جاتی ہے"۔

⑯ كَفٰى بِالْمَرْءِ الْخِيَانَةَ اَنْ يَكُوْنَ اَمِيْنًا لِلْخَوَنَةِ

"کسی فرد کی خیانت کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ خائن افراد کا امین ہو"۔

⑰ عِزُّ الْمُؤْمِنِ..... غِنَاءٌ عَنِ النَّاسِ

"مومن کی عزت اس میں ہے کہ وہ لوگوں سے بے نیاز رہے"۔

⑱ نِعْمَةٌ لَا تُشْكَرُ كَسَيِّئَةٍ لَا تُغْفَرُ

"نعمت پر اللہ کا شکر ادا نہ کرنا اُس برائی کی طرح ہے جس کی معافی نہیں ہے"۔

⑲ لَا يَضُرُّكَ سَخَطُ مَنْ رِضَاهُ الْجَوْرُ

"جو آدمی ظلم و جور پر راضی رہتا ہے اُس کی ناراضی تجھے نقصان نہیں دیتی"۔

⑳ مَنْ لَمْ يَرْضَ مِنْ اَخِيْهِ بِحُسْنِ النِّيَّةِ..... لَمْ يَرْضَ بِالْعَطِيَّةِ

"جو آدمی اپنے بھائی کے نیک ارادوں سے خوش نہیں ہوتا وہ اُس کے عطیہ پر بھی راضی

نہیں ہوتا"۔ ①

کتاب نزھۃ الخاطر میں کلماتِ قصار کی تفصیل درج ذیل ہے:

㉑ مَنِ اسْتَغْنٰی ...... كَرُمَ عَلٰی اَهْلِهٖ

"جو بے نیاز رہنا چاہتا ہے وہ اپنے گھر والوں کے لیے کریم ہوتا ہے"۔

آپؑ کی خدمت میں کہا گیا: کیا وہ دوسروں پر بھی کریم ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، ہاں! اُس صورت میں وہ دوسروں پر مہربان ہوتا ہے جب وہ اُس کے لیے نفع مند ہوتے ہیں۔

پھر آپؑ نے اُس آدمی سے کہا: تم نے ایسی بات کیوں کی ہے اور کس طرح کی ہے؟

ایک راوی کی روایت ہے بعض صادقین کی مجلس میں ایک آدمی نے کہا: لوگ مال دار آدمی کا اِکرام و اِحترام کرتے ہیں، حالانکہ وہ اُس کے مال سے فائدہ بھی حاصل نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جنھیں مال سے عشق ہوتا ہے۔ وہ اس لیے مال دار کی عزت کرتے ہیں۔

㉒ قَدْ عَادَاكَ مَنْ سَتَرَ عَنْكَ الرُّشْدَ اِتِّبَاعًا لِمَا تَهْوَاهُ

"جس نے تجھ سے رُشد و ہدایت کو چھپایا حالانکہ تمھیں اُس سے محبت ہو تو اُس آدمی نے تم سے دشمنی کی ہے"۔

㉓ اَلْحَوَائِجُ تَطْلُبُ بِالرَّجَاءِ وَهِيَ تَنْزِلُ بِالْقَضَاءِ وَالْعَافِيَةُ اَحْسَنُ عَطَاءٍ

"حوائج اُمیدوں کے ذریعے طلب کی جاتی ہیں وہ اللہ کے حکم سے نازل ہوتی ہیں، عافیت اس میں ہے کہ عطا احسن ہو"۔

㉔ لَا تُعَادُ اَحَدًا حَتّٰى تَعْرِفَ الَّذِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانَ مُحْسِنًا لَا يُسْلِمُهُ اِلَيْكَ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَاِنَّ عِلْمَكَ بِهٖ يَكْفِيْكَ فَلَا تُعَادُهُ

① الدرۃ الباھرۃ من الاصداف الطاھرہ، ص ۵۵، فقیہ جلیل محمد بن جمال الدین مکی عاملی شہید اوّل، شہادت ۷۸۶ھ

"کسی سے عداوت نہ کر، یہاں تک کہ تو یہ جان لے کہ اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کیا تعلق ہے؟ اگر وہ نیک ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے تیرے حوالے نہیں کرے گا، اگر وہ بد ہے تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اُس سے تیری کفایت کرے گا، پس اُس سے عداوت نہ رکھ"۔

(۲۵) وَلَا تَكُنْ وَلِيًّا لِلّٰهِ فِي الْعَلَانِيَةِ، عَدُوًّا لَهُ فِي السِّرِّ

"جب تو باطن میں اللہ سے عداوت رکھتا ہے تو پھر ظاہراً اُس کی محبت کے دعوے نہ کر"۔

(۲۶) التَّحَفُّظ عَلٰى قَدْرِ الْخَوْفِ، وَالطَّمَعُ عَلٰى قَدْرِ السَّبِيْلِ

"جس قدر خوف ہے اس قدر اپنی حفاظت کرو اور اتنا طمع کرو جتنی ضرورت ہے اور جس قدر ضرورت کا حصول ممکن ہے"۔

(۲۷) سُوْءُ الْعَادَةِ...... كَمَنْ لَا يُؤْمَنُ وَاَحْسَنُ مِنَ الْعُجْبِ بِالْقَوْلِ - اَنْ لَا يَقُوْلَ:

"بُری عادت یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے بات میں مداخلت کی جائے۔ ایسے آدمی پر اطمینان نہیں کیا جاتا، خودپسندی کا عنصر پیدا ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنی تعریف نہ کی جائے"۔

(۲۸) اَلْاَيَّامُ تَهْتِكُ لَكَ الْاَمْرَ اِرِ الْكَامِنِيَةِ

"زمانہ تمھارے سربستہ رازوں کو عیاں کر دیتا ہے"۔

(۲۹) مَا شَكَرَ اللهُ اَحَداً عَلٰى نِعْمَةٍ اَنْعَمَهَا عَلَيْهِمْ...... اِلَّا اِسْتَوْجَبَ بِذٰلِكَ الْمَزِيْدِ، قَبْلَ اَنْ يَظْهَرَ عَلٰى لِسَانِهٖ

"کسی ایک نے اللہ تعالیٰ کا اُس کی نعمت پر شکر ادا نہیں کیا، مگر وہ مزید نعمات کا حق دار بن جاتا ہے، اس سے پہلے کہ وہ اپنی زبان پر اس نعمت کا ذکر کرے"۔

(۳۰) تَعُزَّ عَنِ الشَّيْءِ اِنْ مُنِعْتَهُ بِقِلَّةِ صُحْبَتِهٖ اِذَا اُعْتِيْتَهُ

"جب کوئی چیز تم سے روک دی جائے اِسے برداشت کرنا اُس عطا سے بہتر ہے جو تیرے پاس تھوڑا عرصہ کے لیے رہے"۔

(۳۱) کتاب تحف العقول میں روایت ہے: ایک آدمی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے آپؑ وصیت کریں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو قبول کرے گا؟

اُس نے عرض کیا: جی ہاں۔

قَالَ: تَوَسَّدَ الصَّبْرِ، وَاعْتَنِقَ الْفَقْرَ، وَارْفِضِ الشَّهوٰتِ وَخَالِفَ الْهَوٰی، وَاعْلَمْ اَنَّكَ لَنْ تَخْلُو مِنْ عَيْنِ اللهِ، فَانْظُرْ كَيْفَ تَكُوْنَ؟

"آپؑ نے فرمایا: اپنے نفس کو صبر سے وابستہ رکھ، فقر کو لازم رکھ، شہوات سے بچ کر رہ، خواہشات کی مخالفت کر، یقین کر کہ تو ہر وقت اللہ کی نگاہ میں ہے۔ یہ دیکھ کہ تو کس حال میں ہے؟

۲۱ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی کی۔ اِس دنیا میں تمھارا زُہد بڑی تیزی کے ساتھ تمھارے لیے راحت کا سامان کر دیتا ہے۔ دنیا کو چھوڑ چھاڑ کر میری طرف تیری توجہ تجھے معزز کر دیتی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھ کہ کیا تُو نے میرے لیے کسی سے عداوت کی اور میرے لیے کسی سے محبت کی؟

۲۲ آپؑ نے فرمایا: توبہ کرنے میں تاخیر اپنے آپ کو فریب دینا ہے۔ اللہ پر انحصار جحت ہلاکت ہے۔ گناہوں پر اصرار اللہ کے انتقام سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھنا ہے۔

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۂ اعراف: آیت ۹۹)

"اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے صرف وہ قوم بے خوف رہتی ہے جو خسارے میں ہے"۔

۲۳ آپؑ نے فرمایا: کسی چیز کا اظہار اُس کے استحکام سے پہلے اُسے فاسد کر دیتا ہے۔

۲۴ آپؑ نے فرمایا: ایک مومن اللہ رب العزت کی توفیق کا محتاج ہے، اپنے آپ کو نصیحت کرنے کا حاجت مند ہے۔ وہ ان لوگوں کو قبول کرے جو اُسے نصیحت کریں۔ (تحف العقول، شیخ حسین بن شعبہ الحرانی)

علامہ اربلی کی کتاب کشف الغمہ میں امام علیہ السلام کے فرمودات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱ وَقَالَ عليه السلام: اَرْبَعُ خِصَالٍ تُعِيْنُ الْمَرْءَ عَلَى الْعَمَلِ الصَّحِيْحَةِ وَالْغِنٰى وَالْعِلْمُ وَالتَّوْفِيْقُ

"چار چیزیں ایسی ہیں جو ایک فرد کو اس کے عمل میں مضبوط کر دیتی ہیں:

① صحت ② تونگری ③ علم ④ الٰہی توفیق

۳۹ آپؑ نے فرمایا: اللہ رب العزت کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اللہ اپنی نعمات اُن کے ساتھ خاص کر دیتا ہے، جب وہ اُس کی نعمات کو اُس کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں تو وہ اُنھیں بار بار دیتا ہے۔ جب وہ اُس کے بندوں پر اُس کی نعمات پر خرچ نہیں کرتے تو وہ اُن سے اپنی نعمات کھینچ لیتا ہے اور دوسروں کو دے دیتا ہے۔

۳۸ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے پر کوئی نعمت نازل کرتا ہے تو اُس نعمت کی عزت و عظمت یہ ہے کہ وہ بندہ اُس کے بندوں پر خرچ کرے۔ جب وہ بندہ صرف اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے اور اُس کے بندوں پر خرچ نہیں کرتا تو پھر اُس سے وہ نعمت جاتی رہتی ہے۔

۳۹ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مالِ دُنیا دے رکھا ہے وہ اُس مال کی ضرورت سے اُس کے بندوں سے زیادہ ضرورت مند ہیں، کیونکہ اجر اُن کے لیے ہے، فخر اُن کے لیے ہے اور لوگوں میں اُنھیں یاد کیا جاتا ہے کہ فلاں نے اتنا مال اللہ کے راستے پر خرچ کیا ہے۔ بعض اوقات ایک فرد کسی پر احسان کرتا ہے، اُس نے یہ احسان اپنی ذات پر کیا ہے۔ اپنی ذات سے انسان شکریہ کا طالب نہیں ہوتا تو پھر اُس نے جس پر احسان کیا ہے اُس کے شکریہ کا طالب کون ہو؟

۴۰ آپؑ نے فرمایا: جس کسی نے کسی فرد سے اُمید رکھی وہ نا اُمید رہا، جو کسی چیز سے جاہل ہوتا ہے تو وہ اُس چیز میں عیب نکالتا ہے، فرصت جلد ختم ہونے والی چیز ہے۔ جس کے غم زیادہ ہیں وہ بیماریوں کا گھر ہے۔ مومن کو غصے میں سکون نہیں ملتا۔ مومن کے صحیفہ کا عنوان اچھے اَخلاق ہیں۔

۴۱ آپؑ نے ایک اور موقع پر فرمایا: سعادت مند انسان کے صحیفہ کا عنوان یہ ہے کہ لوگ اُس کی تعریف و توصیف بیان کریں۔

۴۲ آپؑ نے فرمایا: جو اللہ رب العزت سے بے نیاز ہوا وہ لوگوں کا محتاج ہوا جو اللہ سے ڈرا وہ محبوبِ خلائق ہوا۔

۴۳ تم پر علم کا طلب کرنا واجب ہے اور یہ فریضہ ہے۔ علم کا پھیلانا مومن بھائیوں پر

احسان ہے، مروت کی دلیل ہے، مجالس کا تحفہ ہے، سفر کا ساتھی ہے اور تنہائی میں مونس وغم خوار ہے۔

۴۴ قَالَ: اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: مَطْبُوْعٌ مَسْمُوْعٌ وَلَا يَنْفَعُ مَسْمُوْعٌ اِذَالَمْ يَكُنْ مَطْبُوْعٌ وَمَنْ عَرَفَ الْحِكْمَةَ .لَمْ يَصْبِرْ الْاِزْدِيَارَ مِنْهَا اَلْجَمَالُ فِي اللِّسَانِ وَالْكَمَالُ فِي الْعَقْلِ

"آپؑ نے فرمایا: علم کی دو قسمیں ہیں: مطبوع اور مسموع، علمِ مسموع اُس وقت فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ مطبوع نہ ہو۔ جس نے حکمت سیکھ لی تو وہ اُسے بڑھاتا ہی رہتا ہے۔ علم زبان کا حُسن ہے اور عقل کا کمال ہے"۔

۴۵ آپؑ نے فرمایا: عفاف وعفت زینتِ فقر ہے۔ شکر غنا کی زینت ہے، صبر آزمائش کی زینت ہے، تواضع حسب کی زینت ہے، فصاحت کلام کی زینت ہے، عدل ایمان کی زینت ہے، سکون وسکینہ عبادت کی زینت ہے، حفظ روایت کی زینت ہے، انکساری و عاجزی علم کی زینت ہے، حُسنِ ادب عقل کی زینت ہے، چہرہ کی بشاشت حلم کی زینت ہے، ایثار زُہد کی زینت ہے، کوشش وکاوش نفس کی زینت ہے، کثرتِ گریہ خوف کی زینت ہے، قلت وتقلل قناعت کی زینت ہے۔ احسان نہ جتلانا نیکی کی زینت ہے، خشوع نماز کی زینت ہے، بے فائدہ باتوں کا ترک کرنا پرہیزگاری کی زینت ہے۔

۴۶ آپؑ نے فرمایا: انسان کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ مروت میں کامل ہو، یعنی بے فائدہ باتوں سے دُور رہنے والا ہو۔ اُس کا حیا یہ ہے کہ وہ اُس کی ملاقات نہیں کرتا جو اُسے پسند نہیں کرتا۔ اُس کی عقل مندی کی علامت یہ ہے کہ وہ اچھے لوگوں کو اپنا دوست بناتا ہے۔ اُس کے باادب ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ اُن باتوں کو اپناتا ہے جو اُس کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ اُس کا عرفان یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات سے واقف ہوتا ہے۔ اُس کی پرہیزگاری کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو حرام سے بند رکھتا ہے اور اپنے بطن کو حرام سے بچاتا ہے۔ اُس کے اَخلاقِ حسنہ یہ ہیں کہ لوگ اُس کی اذیت سے محفوظ رہتے ہیں۔ اُس کی سخاوت کی علامت یہ ہے کہ وہ اُس پر خرچ کرتا

ہے جس کے حقوق کا وہ ضامن ہے۔ وہ اپنے مال سے اللہ کے حقوق نکال کر اُس کے بندوں پر خرچ کرتا ہے۔ اُس کا اسلام یہ ہے کہ فضولیات سے بچتا ہے۔ وہ جدل و جدال سے محفوظ رہتا ہے، اپنے دین کے احکام کی پابندی کرتا ہے۔ اس کی شانِ کریمی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے۔ اُس کا صبر یہ ہے کہ وہ شکوہ و شکایت نہیں کرتا۔ اُس کی عقل مندی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس سے انصاف کرتا ہے۔ اُس کا حلم یہ ہے کہ وہ اپنے اظہارِ غضب کو ترک کرتا ہے۔ وہ اپنے مخالف پر غصہ نہیں کرتا۔ اُس کا انصاف یہ ہے کہ وہ اپنے خلاف حق کو قبول کرتا ہے۔ اُس کا خلوص یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی مخالفت کرتا ہے۔ اُس کا حفظِ ہمسایہ کا معاملہ یہ ہے کہ تو جب تک اُس کی ہمسائیگی میں ہے اگر تو اُس کا کوئی نقصان کرے گا تو وہ تیری توبیخ نہیں کرے گا۔ تیرے عیوب جاننے کے باوجود تجھ سے دَرگزر کرے گا۔ اُس کی دوستی یہ ہے کہ وہ تیرے غصہ ہونے کے وقت تجھے ترک نہیں کرے گا۔ اُس کی حسنِ صحبت یہ ہے کہ وہ تیری معاونت و اعانت کرتا رہے گا۔ اُس کی صداقت یہ ہے کہ وہ موافقت زیادہ اور مخالفت کم کرے گا۔ اُس کا صالح ہونا یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے خوف زدہ رہے گا۔ اُس کا شاکر ہونا یہ ہے کہ وہ اپنے محسن کی معرفت رکھتا ہے۔ اُس کی تواضع یہ ہے کہ وہ جتنی جس کی قیمت ہے وہ اُس کے مطابق اُس کا احترام کرتا ہے۔ اُس کی دانش و حکمت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جانتا ہے۔ وہ اپنی سلامتی اِس بات میں جانتا ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب پر نگاہ نہیں رکھتا وہ اپنے عیوب پر نگاہ رکھتا ہے۔

۴۹ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: کسی عبد کا ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے دین کو اپنی خواہشات پر ترجیح نہ دے۔ ایسا آدمی ہرگز ہلاک نہیں ہوگا۔ ہاں وہ ہلاک ہو جاتا ہے جو اپنی خواہشات کو اپنے دین پر ترجیح دیتا ہے۔

۵۰ امام علیہ السلام نے فرمایا: فضائل چار اقسام پر مشتمل ہیں:

① حکمت: یہ فکر سے حاصل ہوتی ہے۔

② عفت: ترکِ شہوات کا نام ہے۔

③ قوت وطاقت: غصے کو پی جانے سے حاصل ہوتی ہے۔

④ عدل: نفس کے قویٰ کے اعتدال کا نام ہے۔

۴۹ ظلم کرنے والا، اُس کی اعانت کرنے والا اور اُس ظلم پر راضی رہنے والا یہ سب ظالم ہیں اور ظلم کرنے میں شریک ہیں۔

۵۰ قَالَ: یَوْمُ الْعَدْلِ عَلَی الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ یَوْمِ الْجَوْرِ عَلَی الْمَظْلُوْمِ

"انصاف کا دن ظالم کے لیے مظلوم کے اُس دن سے زیادہ سخت ہوگا جس دن اُس نے مظلوم پر ظلم کیا تھا"۔

۵۱ اکثر علماء حکم لگانے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔

۵۲ اَلْجَدَلُ یُوْرِثُ الرِّیَاءَ

"جدل ریاکاری کا باعث ہے"۔

۵۳ جس نے مطالب کے راستوں کو کھویا وہ اہداف تک نہیں پہنچ سکتا۔

۵۴ وَالطَّامِعُ فِیْ وِثَاقِ الذُّلِّ

"طمع کرنے والا ذلت کی رسی کے ساتھ بندھا ہوا ہے"۔

۵۵ وَمَنْ اَحَبَّ الْبَقَاءَ فَلْیُعِدَّ لِلْبَلَاءِ قَلْبًا صَبُوْرًا

"جو باقی رہنا چاہتا ہے تو وہ اپنے دل کو مصائب و آلام کے لیے صابر و شاکر بنائے"۔

۵۶ قَالَ الْعُلَمَاءُ غُرَبَاءُ ...... لِکَثْرَةِ الْجُهَّالِ بَیْنَهُمْ

"علماء غریب ہیں کیونکہ جہال کثیر ہیں۔ اُن کی کثرت کی وجہ سے علماء تنہائی کا شکار ہوتے ہیں"۔

۵۷ قَالَ: اَلصَّبْرُ عَلَی الْمُصِیْبَةِ مُصِیْبَةٌ عَلَی الشَّامِتِ بِهَا

"آپؑ نے فرمایا: مصائب پر صبر کرنا دشمنوں کے لیے مصیبت بن جاتا ہے"۔

۵۸ وَقَالَ: اَلتَّوْبَةُ عَلٰی اَرْبَعِ دَعَائِمَ نَدَمٌ بِالْقَلْبِ، وَاسْتِغْفَارٌ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالْجَوَارِحِ وَعَزْمٌ اَنْ لَا یَعُوْدَ

"توبہ کے چار ستون ہیں: گناہ پر ندامت کرنا، زبان سے استغفار کرنا، اعضاء کے

ساتھ عمل کرنا اور گناہ نہ کرنے کا عزم۔

۵۹ وَثَلَاثٌ مِنْ عَمَلِ الْاَبْرَارِ. اِقَامَۃُ الْفَرَائِضِ وَ اجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ وَ اِحْتِرَاسٌ مِنَ الْغَفْلَۃِ فِی الدِّیْنِ

"نیک لوگوں کے تین عمل ہیں جن کی وجہ سے وہ نیک شمار ہوتے ہیں: فرائض کی عمل داری، محارم سے اجتناب، دین کے معاملات میں غفلت سے بچنا"۔

۶۰ وَثَلَاثٌ یَبْلُغْنَ بِالْعَبْدِ رِضْوَانَ اللّٰہِ. کَثْرَۃُ الْاِسْتِغْفَارِ وَخَفْضُ الْجَانِبِ وَ کَثْرَۃُ الصَّدَقَۃِ

"تین باتیں بندے کو اللہ کی رضا عطا کرتی ہیں اور وہ یہ ہیں: ۱ کثرتِ استغفار ۲ عاجزی وانکساری ۳ کثرتِ صدقہ۔

۶۱ وَاَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ اِسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ: مَنْ اَعْطٰی لِلّٰہِ. وَمَنَعَ فِی اللّٰہِ وَاَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ فِیْہِ

"جس آدمی میں یہ چار خصائل ہیں اُس کا ایمان کامل ہے: ① جو اللہ کے لیے عطا کرتا ہے ② جو اللہ کے لیے اپنی عطا کو روکتا ہے ③ جو اللہ کے لیے مخلوق سے محبت کرتا ہے اور ④ اللہ کے لیے مخلوق سے نفرت کرتا ہے"۔

۶۲ تین باتیں ندامت سے بچاتی ہیں: ① جلد بازی کا ترک کرنا ② مشاورت ③ کسی کام کا عزم کرنے کے بعد اللہ پر توکّل کرنا۔

۶۳ قَالَ لَوْ سَکَتَ الْجَاہِلُ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ

"آپؑ نے فرمایا: اگر جاہل خاموش رہے تو لوگوں کے درمیان اختلاف ختم ہو جائے"۔

۶۴ وَقَالَ مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَیْنَ لَحْیَیْہِ. وَالرَّاْیُ مَعَ الْاَنَاۃِ وَبِئْسَ الظَّہِیْرُ: اَلرَّاْیُ الْفَطِیْرُ

"امام علیہ السلام نے فرمایا: کسی آدمی کے قتل کے لیے اتنا کافی ہے کہ اُس کی رائے حاسدین کے ساتھ ہو، اُس کے معاون بُرے لوگ ہوں اور ناسمجھ آدمی سے مشاورت"۔

۶۵ وَقَالَ: ثَلَاثُ خِصَالٍ تُجْلَبُ بِہِنَّ الْمَحَبَّۃُ: اَلْاِنْصَافُ فِی الْمُعَاشَرَۃِ

وَالْمُوَاسَاۃُ فِی الشِّدَّۃِ وَالْاِنْطِوَاءِ وَالرُّجُوعِ اِلٰی قَلْبٍ سَلِیْمٍ

"تین چیزیں ہر دل عزیزی کا سبب ہیں: ① معاشرہ میں انصاف کے ساتھ رہنا ② شدت سے مواسات کرنا ③ قلب سلیم کی طرف رجوع یعنی لوگوں سے پیار کرنا۔

۶۴ وَقَالَ. فَسَادُ الْاَخْلَاقِ بِمُعَاشَرَۃِ السُّفَہَاءِ وَصَلَاحُ الْاَخْلَاقِ بِمُنَافَقَۃِ الْعُقَلَاءِ، وَالْخَلْقُ اَشْکَالٌ فَکُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ

"بے وقوفوں کے ساتھ معاشرت سے اخلاق فاسد ہو جاتے ہیں، عقلاء کی صحبت میں اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے۔ مخلوق ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہے۔ ہر آدمی اپنے موافق کے ساتھ چلتا ہے"۔

۶۵ لوگ ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ جس آدمی کی اُخوت کی بنیاد غیر اللہ پر رہی تو وہ اُخوت عداوت میں بدل جاتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (سورۂ زخرف: آیت ۶۷) "قیامت کے دن بعض دوست اپنے دوستوں کے دشمن ہوں گے سوائے اُن کے جو صاحب تقویٰ ہیں"۔

۶۶ قَالَ: مَنِ اسْتَحْسَنَ قَبِیْحًا کَانَ شَرِیْکًا فِیْہِ

"جس نے قبیح کو حسن خیال کیا وہ اُس کا شریک کار ہے"۔

۶۹ وَقَالَ: کُفْرُ النِّعْمَۃِ دَاعِیَۃُ الْمَقْتِ وَمَنْ جَازَاکَ بِالشُّکْرِ، فَقَدْ اَعْطَاکَ اَکْثَرَ مِمَّا اَخَذَ مِنْکَ

"کفرانِ نعمت ناراضگی کا سبب ہے۔ جس نے تیرا شکر ادا کیا تو اُس نے تمھیں اُس سے وافر دیا جو تُو نے اُسے دیا ہے"۔

۷۰ وَقَالَ علیہ السلام: لَا یُفْسِدُکَ الظَّنُّ عَلٰی صَدِیْقٍ وَقَدْ اَصْلَحَکَ الْیَقِیْنُ لَہٗ، وَمَنْ وَعَظَ اَخَاہُ سِرًّا...... فَقَدْ زَانَہٗ وَمَنْ وَاعَظَہٗ عَلَانِیَۃً فَقَدْ شَانَہٗ......

"اُس دوست پر تیرا ظن تجھے فاسد نہ کرے جب یقین نے اُس کے بارے میں تیری اصلاح کردی ہو، جس نے اپنے بھائی کو خلوت میں نصیحت کی تو اُسے مزین کیا اور جس

نے لوگوں میں اُس کی اصلاح کی کوشش کی تو اس کی تذلیل کی۔

﴿۴۱﴾ اِسْتِصْلَاحُ الْاَخْیَارِ بِاِكْرَامِهِمْ. وَالْاَشْرَارِ بِتَادِيبِهِمْ

''اخیار کی اصلاح ان کے احترام و اکرام کرنے میں ہے اور اَشرار کی اصلاح سزا و تادیب میں ہے''۔

﴿۴۲﴾ وَالْمَوَدَّةُ: قَرَابَةٌ مُسْتَفَادَةٌ

''مودت ایسی قرابت ہے جس سے استفادہ کیا جاتا ہے''۔

﴿۴۳﴾ وَكَفٰى بِالْاَجَلِ حِرْزًا

''موت ہی بندے کی حفاظت کے لیے کافی ہے''۔

﴿۴۴﴾ وَلَا يَزَالُ الْعَقْلُ وَالْحُمْقُ يَتَغَالَبَانِ عَلَى الرَّجُلِ اِلٰى ثَمَانِيَةِ عَشَرَ سَنَةً. فَاِذَا بَلَغَهَا غَلَبَ عَلَيْهِ اَكْثَرُهُمَا فِيْهِ

''عقل اور حماقت دونوں ایک فرد کو اٹھارہ سال تک مغلوب کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ جب وہ پورے اٹھارہ سال کا ہوجاتا ہے تو اُن میں سے وہ غالب ہوجاتا ہے جس میں زور زیادہ ہوتا ہے''۔

﴿۴۵﴾ وَمَا اَنْعَمَ اللهُ (عَزَّ وَجَلَّ) عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً فَعَلِمَ اِنَّهَا مِنَ اللهِ...... اِلَّا كَتَبَ اللهُ (جَلَّ اِسْمُهُ) لَهُ شُكْرَهَا قَبْلَ اَنْ يَحْمَدَهُ عَلَيْهَا وَلَا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ اللهَ مُطَّلِعٌ عَلَيْهِ...... اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ اِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهُ اَنْ يَسْتَغْفِرَهُ

''جب اللہ رب العزت کسی بندے پر اپنی نعمت نازل کرتا ہے تو وہ یہ جانتا ہے کہ یہ نعمت اللہ نے اُس پر نازل کی ہے۔ ابھی اُس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا ہوتا کہ وہ اُس کا نام شاکرین میں لکھ دیتا ہے اور وہ کوئی گناہ کرتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ اللہ اُس کے اِس گناہ پر مطلع ہے۔ اگر وہ چاہے تو اُسے عذاب دے چاہے تو اُسے معاف کردے۔ ابھی اُس نے استغفار نہیں کیا ہوتا کہ وہ اُسے معاف کردیتا ہے''۔

﴿۴۶﴾ وَقَالَ علیہ السلام: اَلشَّرِيْفُ كُلُّ الشَّرِيْفِ: مَنْ شَرَّفَهُ عِلْمُهُ. وَالسُّؤْدَدُ. حَقُّ

السُّوْدَدُ لِمَنْ اِتَّقَى اللهَ رَبَّهٗ : اَلْكَرِيْمُ كُلُّ الْكَرِيْمِ مَنْ اَكْرَمَ عَنْ ذُلِّ النَّارِ وَجْهَهٗ

"بزرگوار شریف و مشرف وہ ہے جسے علم نے شرف و بزرگی عطا کی، سیاست و سرداری یہ ہے کہ بندہ اپنے حقیقی رب سے خوفزدہ رہے۔ کرامت اور شانِ کریمی سے وہ فرد وابستہ ہے جس نے اپنے آپ کو نارِ جہنم سے بچا لیا ہے"۔

۴۷ "جس نے فجور کی اُمید رکھی اُس کی تھوڑی سے تھوڑی سزا یہ ہے کہ وہ حرمان و محرومیت کا شکار رہتا ہے"۔

۴۸ مَوْتُ الْاِنْسَانِ بِالذُّنُوْبِ اَكْثَرُ مِنْ مَوْتِهٖ بِالْاَجَلِ وَحَيَاتُهٗ بِالْبِرِّ اَكْثَرُ مِنْ حَيَاتِهٖ بِالْعُمْرِ

"موت سے انسان اس قدر نہیں مرتا جس قدر وہ گناہوں سے مرتا ہے۔ بندہ اپنی عمر کے ساتھ اس قدر زندہ نہیں رہتا جس قدر نیکی کے ساتھ زندہ رہتا ہے"۔

۴۹ وَقَالَ علیہ السلام: لَا تُعَالِجُوا الْاَمْرَ قَبْلَ بُلُوْغِهٖ..... فَتَنْدَمُوا . وَلَا يَطُوْلَنَّ عَلَيْكُمُ الْاَمَدُ..... فَتَقْسُوْا قُلُوْبُكُمْ . وَارْحَمُوْا ضُعَفَاءَكُمْ وَاطْلُبُوا الرَّحْمَةَ مِنَ اللهِ بِالرَّحْمَةِ لَهُمْ

"آپؑ نے فرمایا: جب تک اپنے کسی اُمر پر گرفت حاصل نہ کرلو اُس وقت اُسے نہ چھوڑو ورنہ ندامت اُٹھانا پڑے گی۔ اپنی اُمیدوں کو لمبا نہ کرو اس سے تمھارے قلوب سخت ہو جائیں گے۔ اپنے کمزور لوگوں پر رحم کرو۔ اُن پر رحم کر کے اللہ سے اپنے لیے رحمت طلب کرو"۔ (کشف الغمہ اربلی، جلد ۳، صفحہ ۱۳۶)

قاریٔ محترم! تمھیں اللہ کی قسم! مذکورہ کلمات میں غور کرو۔ اِس بات کو نہ بھولو کہ یہ ملکوتی کلمات اُس ہستی سے صادر ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی عنفوانِ شباب کی دہلیز پر قدم رکھا ہے۔ یہ اُس امامؑ سے صادر ہوئے ہیں جو نہ مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں اور نہ کسی کالج کے بلکہ آپؑ امامت و وحی کی یونی ورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ آپؑ نے دنیا کے کسی اُستاد اور مدرس سے علم حاصل نہیں کیا تھا۔ آپؑ کے علم کا ماخذ و مصدر وہ علمِ وحی ہے جو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر نازل کیا تھا۔ وہ جسے اپنا علم ودیعت کرنا چاہے کر دیتا ہے اور اُس کے قلب کو اپنے نورِ علم سے منور کر دیتا ہے۔

میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ صرف یہی کلماتِ قصار ہیں جو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے صادر ہوئے ہیں۔ تمھیں کیا معلوم کہ اِن کلمات کی تعداد بہت زیادہ ہو کہ جنھیں قلم بند نہیں کیا گیا ہو اور نہ حفظ کیا گیا ہو۔

جی ہاں! یہ وہ کلمات ہیں جو حکمت و معرفت پر مشتمل ہیں جو قلوب کو بیدار کرتے ہیں، افکار کو پختہ کرتے ہیں۔ انسانی زندگی کو بابصیرت اور معاشرے کو صراطِ مستقیم دکھاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ فرمودات بندہ اور اُس کے رب کے درمیان ربط و تعلق کو جوڑتے ہیں۔ انسان کو اَخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ حمیدہ عطا کرتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات ایک ایسے حکیم کے تجربات کا نچوڑ ہے کہ جس نے اس دنیا میں لمبی زندگی بسر کی۔ جس نے زندگی کے تمام اُتار چڑھاؤ کو دیکھا اور اُس کی حلاوت و مرارت کو چکھا ہے اور ایک معاشرے کے تمام پیچ و خم کو دیکھا۔ اُن کے اخیار و اَشرار دونوں کا مطالعہ کیا اور اُمور کے عواقب کو دیکھا اور تمام اعمال کے مختلف اقسام کے نتائج کو دیکھا ہو۔

مجھے اپنی زندگی کی قسم! یہ کلمات تشریح و توضیح کے محتاج ہیں اور ان کے لیے علیحدہ ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ ان میں زندگی کی مشکلات کا علاج موجود ہے۔ یہ کلمات فرد اور معاشرے دونوں کی مشکلات حل کرنے کی ضمانت دیتا ہے اور فاسد خواہشاتِ نفس و انحراف کی اصلاح کرتے ہیں۔

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ ہمیں اپنی زندگی میں کبھی بھی ان کلمات کو نہیں بھولنا چاہیے۔ ان کی قیمت کی ادائیگی ناممکنات میں سے ہے۔ یہ ایک امامؑ کی عطاؤں میں سے ایک عطا ہے جسے عطاءِ فکری کا نام دیا جاسکتا ہے حالانکہ ہمارے اِس عظیم معصوم اور قائد و رہبر نے اِس دنیا میں جو زندگی بسر کی وہ بہت قلیل ہے۔ آپؑ کو وہ ماحول میسر نہیں تھا جس میں آپؑ اپنے اُس علم سے اُمت کو مستفید کرتے جو اللہ نے آپؑ کو عطا کر رکھا تھا۔ آپؑ کو اُس زمانے کے لوگوں سے واسطہ تھا جو حاسد اور متعصب تھے۔ آپؑ کی زندگی

کا لمحہ بہ لمحہ ضیق اور تنگی سے وابستہ تھا۔

جی ہاں! آپ کیا کہیں گے اگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اس دنیا میں طویل زندگی بسر کرتے اور آپؑ کے پاس وسائل وافر ہوتے۔ مشکلات و مسائل نہ ہوتے۔ حکومت آپؑ کے ہاتھ میں ہوتی؟

یہ بات واضح اور ظاہر ہے کہ آپ علم کے دریا بہاتے تھے۔ لوگ آپؑ کے مختلف علوم سے استفادہ کرتے تھے۔ امامؑ اُمت کی اصلاح و فلاح کے وہ اصلاحی خطوط جاری کرتے کہ اُمت کی حیرانیاں اور سرگردانیاں ختم ہو کر رہ جاتیں۔ دنیا خیرات و برکات سے بھر جاتی اور سعادت کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔

مقامِ افسوس یہ ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حالات وہی تھے جو کہ آپؑ کے آباء و اجداد کے تھے۔ وہ سب مسلوب الامکانیات تھے۔ اُنھیں تصرفات سے روک دیا گیا تھا۔ وہ آزاد نہیں تھے۔ حکومت مخالف تھیں۔ قدم قدم پر رکاوٹیں اور خطرات تھے۔ یہ تمام ہستیاں مضطر اور مضطرب تھیں۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہوں گا: اُمت نے اِن ہستیوں کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ آلِ رسولؐ کی قیادت کے مقابلے میں اُس قیادت کو قبول کیا تھا جن کا دانش و حکمت اور اسلام سے دُور کا واسطہ نہ تھا۔ لوگوں نے باطل اور اہلِ باطل کو مضبوط کیا اور حق اور اہلِ حق کو کمزور کر دیا تھا۔

مرویات از حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

فرزند رسول حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اس دنیا میں بہت کم زندگی بسر کی۔ علاوہ ازیں آپؑ کے زمانے کے طاغوت آپؑ سے شدید رقابت رکھتے تھے۔ حکومتی لوگ آپؑ پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ جو لوگ آپؑ سے ملاقات کرتے تھے اُن کی رپورٹنگ حکومت کو کی جاتی تھی۔ ان شدید ترین حالات و مشکلات کے باوجود حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے حقائق و معارف کی نشرواشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ آپؑ کو جب بھی موقع ملتا آپؑ دانش و حکمت کے دریا بہا دیتے تھے۔

افسوس ہے اُمت اسلامیہ پر جس نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وصی اور نائب کا زمانہ دیکھا اور آپؑ کی برکات و کرامات سے استفادہ نہ کیا اور آپؑ کے نورِ امامت سے اپنے کو منور نہ کیا تو سراسر خسارے اور خسران میں رہی۔

جی ہاں! جب گذشتہ معاشروں نے اِن عظیم ہستیوں کی عظمت کا ادراک نہ کیا اور اللہ کے ان مقربین اولیاء کے مقام کا شعور نہ رکھا اور اِن منور ہستیوں کے بارے میں اُن پر جو واجبات تھے وہ ادا نہ کیے یعنی نہ اِن کی اطاعت کی اور نہ ان کی قیادت کو قبول کیا۔ یہ اُمت کی ذمہ داری تھی جب اُنھوں نے اپنی ذمہ داری کو ادا نہ کیا تو اس میں قصور اُن کا ہے۔ ان ہستیوں کا نہیں ہے۔ اُس عصر کی نسل میں یہ فکری انحطاط تھا کہ انھوں نے الٰہی رہبروں کو چھوڑ کر ظالموں کو اپنا قائد بنایا تھا۔ پھر وہ خود ظلم و ستم کی چکی میں پستے رہے۔ اگر سقراط یا افلاطون یا ابنِ سینا یا کوئی اور دانش ور اِن وحشی افراد کے پاس ان کی اصلاح و فلاح کے لیے جاتے تو یہ افراد اِن کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو اِن لوگوں نے آئمہ اہلِ بیتؑ کے ساتھ کیا تھا۔ یہ لوگ اُن کے خلاف قیام کرتے اور اُنھیں علم و دانش، تہذیب و ثقافت کے ابلاغ کا کام نہ کرنے دیتے۔ اگر وہ یہ کہتے کہ ہم تمھیں مہذب و متمدن بنانے کے لیے آئے ہیں۔ تمھیں

ذلت کی زندگی سے نجات دلانے کے لیے آئے ہیں اُن کی ایک بھی نہ سنتے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام آپؑ وہ پہلی ہستی نہیں ہیں کہ جن کی زمانے نے مخالفت کی اور تاریخ نے مظالم ڈھائے بلکہ آپؑ کے طیب و طاہر آباء کے ساتھ اُمت نے یہی سلوک کیا جو آپؑ کے ساتھ کیا۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔

اب ہم اِس مقام پر وہ احادیث لکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو آپؑ نے بیان فرمائی تھیں:

جو ناطق کی طرف مائل ہوا تو اُس نے اُس کی پرستش کی

حسن بن علی بن یقطین سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سماع کیا۔ آپؑ نے فرمایا: جو ناطق کی طرف مائل ہوا تو اُس نے اُس کی پرستش کی۔ اگر ناطق نے اپنی بات کی نسبت اللہ کی طرف دی تو اُس نے اللہ کی بندگی و عبادت کی۔ اگر اُس نے اپنی بات کی ادائیگی شیطان کی طرف کی تو اُس نے شیطان کی عبادت کی۔ [1]

حدیث کی توضیح

مَن أصغٰی إلٰی ناطِق......

"یعنی وہ اُس کی طرف اور اُس کی حدیث کی طرف مائل ہوا"۔

یہ بات واضح ہے کہ جب کوئی انسان کسی کلام کو پسند کرتا ہے تو اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اُس کی طرف میلان رکھتا ہے اور اُسے قبول کرتا ہے۔ یہ حقیقت سامنے رہے کہ عبادت اُس وقت شمار ہوتی ہے جب عقیدہ قرآنی ہو اور شریعت کے مطابق ہو۔ تو ایسا میلان عبادت بنتا ہے۔ اگر بنیاد شریعت نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے۔

عورتوں کی بیعت کا معاملہ

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب کوئی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرنا چاہتی تھی تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ آپؐ کے سامنے پانی سے بھرا ہوا برتن رکھا ہوتا

---

[1] الکافی، جلد ۶، صفحہ ۲۲۳، حدیث ۲۴

تھا۔ آپؑ اُس میں اپنا ہاتھ ڈالتے تھے، اِدھر خاتون اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈبوتی تھی یہ ان کا اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا اقرار تھا۔ ①

مالی مشکلات کا حل

ابوعمرو الحذاء (جوتا فروش) سے روایت ہے کہ میرے مالی حالات خراب تھے۔ میں مالی اور اقتصادی طور پر حیران و پریشان تھا۔ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ میرا یہ حال ہے۔ آپؑ نے میری طرف خط لکھا۔ اُس خط میں آپؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس آیت اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ (ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا) کی سال برابر قرأت کروں۔ میں نے سال برابر اس آیت کا ورد کیا لیکن حالات جوں کے توں رہے۔ پھر خط لکھا آپؑ نے دوبارہ اس مذکورہ آیت کے پڑھنے کا حکم دیا کہ اُسے سال برابر پڑھوں۔ میں نے پھر اس آیت کو برابر ایک سال پڑھا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آپؑ نے میری طرف خط لکھا کہ تم نے مزید ایک سال پورا کر دیا۔ اب سورہ انا انزلناہ پڑھو۔

میں نے امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں اس سورہ کو پڑھنا شروع کر دیا کہ میرے مالی حالات سدھر گئے کہ ابوداؤد نے میری طرف رقم بھیجی جس سے میرے قرض کی ادائیگی ہوگئی۔ ابوداؤد نے مجھے اور میرے گھر والوں کو عطا کیے۔ مجھے بصرہ میں باب کلاء کی وکالت عطا کی اور میرے لیے پانچ سو درہم کے اجراء کا حکم دیا۔ ②

میں نے یہاں اس حدیث کو اختصاراً پیش کیا ہے۔ ان شاء اللہ کتاب "امام ہادی مِنَ المَھدِ اِلَی اللَّحد" میں کامل طور پر پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

سرگردان کردینے والے حوادث

جناب عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے اِس حدیث کا سماع حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کیا۔ آپؑ نے فرمایا: جب میرے فرزند امام علی بن محمد علیہ السلام اس دنیا سے رخصت

---

① تحف العقول، بحارالانوار، جلد ۲، ص ۱۱۲، حدیث ۱۴

② الکافی، جلد ۵، ص ۳۱۶، باب نوادر، حدیث

ہوں گے تو اُن کے بعد اُن کے بیٹے امام ہوں گے۔ اُن کی رحلت کے بعد اُن کے فرزند کی امامت کا دور ہے۔ وہ پردۂ غیبت میں چلے جائیں گے۔اُن کے معاملے میں شک کرنے والوں کے لیے ویل ہے۔

عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے یہ حدیث سنی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب میرے فرزند امام علی نقی علیہ السلام کی رحلت ہوگی تو اُن کے بعد اُن کے فرزند زمانے کو اپنے نورِ امامت سے منور کریں گے۔ اُن کی رحلت کے بعد اُن کے فرزند پردۂ غیبت میں چلے جائیں گے۔اُن کے ظہور میں شک کرنے والے ہلاک ہو جائیں گے۔

پھر اس کے بعد وہ حوادث پیدا ہوں گے جو لوگوں کو حیران و سرگردان کر دیں گے۔ یہ حیرانی و سرگردانی کچھ ایسی ہوگی کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ظہورِ امامؑ کے عقیدے سے نکل جائے گی۔ بہت تھوڑے لوگ رہ جائیں گے جو امامؑ کا انتظار کریں گے۔ صرف وہ لوگ کامیاب ہوں گے جو مخلص، صابر اور ثابت قدم ہوں گے اور علومِ آلِ محمدؐ اور اُن میں راسخ ہو چکے ہوں گے۔ وہ اُن کی احادیث کے راوی ہوں گے۔ اُن کے ارادوں کے عالم ہوں گے۔ وہ اُن کے فرمان کو سمجھنے والے ہوں گے۔ اللہ رب العزت نے اُن پر ثابت قدمی کا انعام کیا ہوگا اور اس یقین و ایمان سے مکرم کیا ہوگا۔ حمد و ستائش کے لائق وہ ذات ہے جو عالمین کا پروردگار ہے۔ (1)

ابوالخطاب ملعون

علیؒ بن مہزیار سے روایت ہے، اس نے کہا: میں نے یہ حدیث حضرت امام ابوجعفر ثانی محمد تقی علیہ السلام سے سنی، آپؑ کی بارگاہ میں کسی نے ابوالخطاب کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ رب العزت نے ابوالخطاب پر لعنت کی ہے اور اُن پر جنھوں نے اُس کی اِس لعنت میں شک کیا ہے اور جنھوں نے توقف کیا اُن پر لعنت کی ہے۔ (2)

(1) کتاب الغیبت نعمانی، ص ۱۸۶، حدیث ۳۷

(2) رجال کشی، ص ۵۲۸

حدیث کی توضیح

ابوالخطاب محمد بن مقلاص (ابوزینب) اسدی کوفی، ملعون تھا۔ وہ غالی، ضال، فاسد العقیدہ، کذاب اور افاک تھا۔ ابتداء میں یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا صحابی تھا۔ پھر یہ منحرف ہوگیا۔ اس نے قرآنی اور اسلامی مفاہیم سے کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ زنا سے مراد افراد ہیں۔ فواحش سے مراد افراد ہیں۔ نماز بھی فرد ہے، روزہ فرد ہے۔ وہ آیاتِ قرآنیہ جو نماز اور روزہ کا حکم دیتی ہیں وہ دراصل افراد سے محبت کرنے کا حکم دیتی ہیں۔ وہ آیات جو شراب، زنا اور فواحش سے منع کرتی ہیں وہ افراد کی محبت سے منع کرتی ہیں۔

اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تکذیب کی۔ یہ امامؑ کی طرف اُن باتوں کو منسوب کیا کرتا تھا جو امام علیہ السلام نے نہیں فرمائی تھی۔ وہ اس آیت کریمہ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ (وہ وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے) سے مراد امام لیتا تھا۔ کچھ ایسے لوگ تھے جو اس کی بات کو قبول کر کے اس کی آراء پر عمل کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس پر کئی بار لعنت کی۔ جب یہ قتل ہوا اور اس کے ساتھی اس کے ساتھ قتل ہوئے تو امامؑ نے اُن پر لعنت کی اور اس کے بچ جانے والے ساتھیوں پر بھی لعنت کی۔ امامؑ نے اس کے بارے میں اور اس کے اصحاب کے بارے میں فرمایا تھا۔ یہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے بدتر ہیں۔ اس کے اصحاب نے ابوالخطاب کی نبوت کا دعویٰ کیا۔ والی مدینہ نے اِن لوگوں کی طرف فوج بھیجی اور اُنھوں نے اُنھیں قتل کر دیا۔ سوائے ایک فرد کے باقی سب مارے گئے تھے۔

جب امام جعفر صادق علیہ السلام تک ان کے قتل کی خبر پہنچی تو امامؑ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد آنے والے تمام ائمہ نے ابوالخطاب اور اُس کے اصحاب پر لعنت کی لیکن ان لوگوں کی بعض آرا اور بدعات زمانہ غیبت تک باقی رہیں۔[1]

حضرت امام مہدی علیہ السلام سے جو توقیع جاری ہوئی وہ یہ تھی:

---

[1] الغیبت، شیخ طوسیؒ، ص ۲۹۱

"ابوالخطاب محمد بن ابوزینب ملعون ہے اور اُس کے اصحاب ملعون ہیں ان سے کسی قسم کی گفتگو نہ کرو۔ ان کی مجالس میں نہ بیٹھو اور میرے آبا ان سے بری ہیں"۔

مومنین کی قبور کی زیارت

محمد بن احمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ میں قید میں تھا۔ مجھے محمد بن علی بن ہلال (1) نے کہا: ہم محمد بن اسماعیل بن بزیع کی قبر پر تھے تو وہ ان کی قبر کے سر کی طرف قبلہ رُخ ہو کر بیٹھے۔ قبر اُس کے سامنے تھی، کہا: مجھے اس صاحب قبر (محمد بن اسماعیل) نے یہ حدیث سنائی تھی کہ اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام (2) سے سنا: آپؑ نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ ، فَجَلَسَ عِنْدَ قَبْرِهِ ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْقَبْرِ ، وَقَرَاءَ (اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ) سَبْعَ مَرَّاتٍ ، اٰمِنَ مِنْ فَزَعِ الْاَكْبَرِ

"جس نے اپنے مومن بھائی کی قبر کی زیارت کی اور اُس کی قبر پر قبلہ رُخ ہو کر بیٹھا اور قبر پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورۂ قدر پڑھی تو وہ قیامت کے دن کے خوف سے محفوظ رہے گا"۔ (3)

اللہ کا ظالم اُمت پر غضب

محمد بن اسماعیل رازیؒ سے روایت ہے: میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا۔ آپؑ روزہ کے بارے میں کیا فرمائیں گے کہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو روزہ رکھنے کی توفیق نہیں دے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اُن لوگوں کے بارے میں فرشتے کی دُعا قبول کی گئی۔

---

(1) تہذیب اور کافی میں راوی کا نام علی بن ہلال ہے۔
(2) ایک اور روایت میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا اسمِ مبارک ہے۔
(3) کتاب اختیار معرفت الرجال، رجال کشی، ص ۵۶۴

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں وہ کیسے؟

آپؑ نے فرمایا: جب لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا تو اللہ رب العزت کی طرف سے ایک فرشتے نے ندا دی۔ اے ظالم اُمت! اے وہ اُمت کہ جس نے اپنے نبیؐ کی عترت کو قتل کیا۔ اللہ نے تم سے روزہ اور افطار کی ادائیگی کی توفیق سلب کر لی ہے۔ ①

فرقہ واقفیہ

محمد بن رجاءؒ حناط سے روایت ہے: اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے اس حدیث کا سماع کیا۔

آپؑ نے فرمایا: واقفہ ایک بے سمجھ فرقہ ہے۔ پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت کی:

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ (سورۂ فرقان: آیت ۴۴)

"یہ چوپاؤں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں"۔ ②

عطر میں اِسراف نہیں ہے

محمد بن ولید کرمانیؒ سے روایت ہے، میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں عرض کیا: آپؑ مشک کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے والد بزرگوار نے مجھے حکم دیا کہ میں آپؑ کے لیے عطر خریدوں۔ میں نے آپؑ کے لیے مہنگا ترین عطر خریدا جس کی قیمت سات سو درہم تھی۔

فضل بن سہیل نے اُن کی طرف خط لکھا کہ لوگ باتیں بناتے ہیں کہ امام مہنگی خوشبو

---

① الکافی، جلد ۴، صفحہ ۶۹

② اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: الواقفةُ حَمِيرُ الشيعةِ۔ "حمار" ایک ایسا جانور ہے جسے احمق خیال کیا جاتا ہے جو فرد احمق ہو اُسے بھی حمار سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ فرقہ واقفیہ کے لوگ احمق تھے۔ انھوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر امامت کو موقوف کر دیا اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو امام تسلیم نہ کیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ آئمہ کے اسماء کا ذکر کیا ہے کہ آپؐ کے بعد ان ہستیوں

استعمال کرتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے اُس کی طرف خط لکھا:

اے فضل! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے۔ آپؑ دیباج کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ آپؑ کی قمیص کے بٹن سونے کے تھے۔ آپؑ سونے کی کرسی پر بیٹھتے تھے۔ اِن حالات کے باوجود ان کی دانش و حکمت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا تھا۔

راوی کا کہنا ہے: مجھے امام علیہ السلام نے حکم دیا۔ میں نے آپؑ کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ عطر ① خریدا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ (کافی، جلد ۶، ص ۵۱۶)

اخلاق و عقائد پر امامؑ کے دروس

محمد بن ولید کرمانی سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپؑ کے ہاں لوگوں کی ایک کثیر تعداد کو پایا۔ میں آپؑ کے خادم مسافر کے پاس آیا اور ایک طرف ہو کر بیٹھا رہا کہ زوالِ شمس ہو گیا۔ ہم سب نماز کی ادائگی کے لیے اُٹھے۔ جب ہم نے نمازِ ظہر پڑھ لی تو اِس دوران مجھے احساس ہوا کہ میرے پیچھے کوئی کھڑا ہے۔ جب میں نے دیکھا تو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تھے۔ میں فوراً اُٹھا، آپؑ کے ہاتھوں پر بوسے دیئے۔ آپؑ وہاں بیٹھ گئے۔ میں بھی آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے میرا حال پوچھا۔ میں نے اپنا حال دیا کہ امامت پر میرا عقیدہ کمزور ہو چکا ہے۔ میری اصلاح فرمائیں۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: عقیدۂ امامت کو تسلیم کر۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں، میں نے تسلیم کر لیا ہے۔

آپؑ نے تین دفعہ یہ بات کی۔ میں نے ہر دفعہ اقرار کیا۔ آپؑ نے اس دوران فرمایا: کیا اب تم نے بات سمجھ لی ہے؟

میں نے عرض کیا: میں نے عقیدۂ امامت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اے فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کی امامت پر راضی ہوں۔ آپؑ میرے امامؑ ہیں۔

راوی کہتا ہے: میرے دل میں امامت کے بارے میں جو شکوک و شبہات تھے اللہ

---

① طیبِ غالیہ: ایسی خوشبو جو مشک و عنبر و زعفران وغیرہ کا مخلوط ہو۔

رب العزت نے دُور کر دیئے۔ میرا یقین اس قدر پختہ ہو گیا کہ پھر کسی شک و ریب کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔ میں دوسرے دن کی صبح صبح اُٹھ کر امامؑ کے دروازے پر آیا کہ ابھی باہر سے لوگ نہیں آئے تھے۔ میں امامؑ سے ملنا چاہتا تھا، لیکن مجھے کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو میری امامؑ تک رسائی کرا دے یہاں تک کہ دن چڑھ آیا۔ گرمی نے شدت اختیار کر لی۔ مجھے پیاس و بھوک نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ میں نے پانی پی کر اپنی پیاس کا علاج کیا۔ اِدھر بھوک بھی شدت کے ساتھ تھی۔ میں حیران و پریشان تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ ابھی میں اس سوچ و بچار میں ہی تھا کہ میں نے ایک غلام کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو کھانے کے برتن اُٹھا کر میری طرف آیا۔ اُس میں اَنواع و اَقسام کے کھانے تھے۔ اُس غلام کے ساتھ ایک اور غلام بھی تھا کہ جس کے ہاتھ میں پانی کا جام اور طشت تھا۔ یہ تمام اشیاء میرے سامنے رکھ دی گئیں۔ ان دونوں نے کہا: یہ کھانا کھاؤ تمھارے لیے ہے۔ میں نے کھانا شروع کیا تو میں نے امام علیہ السلام کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ میں اُٹھا اور آپؑ کی طرف بڑھا۔ آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ میں بیٹھا رہوں اور کھانا کھاتا رہوں۔ آپؑ نے اپنے غلام کی طرف دیکھا اور کہا: بیٹھو اور اِن کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ جب میں نے کھانا کھا لیا تو برتن اُٹھا لیے گئے۔ غلام نے جب برتنوں میں بچا ہوا کھانا کوڑے میں ڈالنا چاہا تو امام علیہ السلام نے اُسے روک دیا کہ پس خوردہ کھانا ضائع نہ کرو۔ اسے گھر کے جانوروں یا پرندوں کے آگے ڈال دو چاہے وہ بکری کی پختہ ران ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: ہاں، جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، مشک (خوشبو) کے بارے میں فرمائیں۔ کیا مہنگی خوشبو استعمال کی جا سکتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے میرے والد بزرگوار نے حکم دیا تھا کہ میں آپؑ کے لیے نافہ ہرن [1] والی مشک خریدوں۔ فضل نے آپؑ کی طرف خط لکھا کہ لوگ باتیں بناتے ہیں کہ امامؑ مہنگی خوشبو استعمال کرتے ہیں۔

---

[1] قسم کا ہرن ہے جس کے نافہ میں خاص قسم کی خوشبو ہوتی کہا جاتا

امام علیہ السلام نے فضل کو خط لکھا: اے فضل! تم جانتے ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام دیباج کا لباس زیب تن کرتے تھے جس کے بٹن سونے کے ہوتے تھے۔ آپؑ سونے کی کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔ اُن کی حکمت میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوا تھا۔ حضرت سلیمان نبیؑ بھی اس طرح کی زیب و زینت کرتے تھے۔ آپؑ نے حکم دیا کہ اُن کے لیے وہ خوشبو خریدی جائے جو مشک و عنبر وزعفران وغیرہ کا مرکب ہوتی ہے۔ یہ خوشبو چار ہزار درہم کی خریدی گئی تھی۔

اس کے بعد میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ کی موالات میں سے آپؑ کے موالیوں کے لیے کیا چیز ہے؟

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک غلام تھا جو آپؑ کے خچر کو آپؑ کے سوار ہونے کے لیے تیار رکھتا تھا۔ امامؑ اسی خچر پر مسجد میں آتے۔ جب امامؑ خچر سے اُتر کر مسجد کی طرف روانہ ہوتے تھے تو وہ غلام خچر کو لے کر ایک طرف بیٹھ رہتا تھا۔ ایک دفعہ امامؑ کے خراسان کے رفقاء میں سے ایک آدمی مدینہ منورہ آیا اور اُس نے اُس غلام سے کہا: کیا یہ ممکن ہے کہ امامؑ کی طرف سے خدمت کا مرتبہ جو تجھے حاصل ہے میں اِسے حاصل کرسکتا ہوں کہ یہ خدمت مَیں کروں اور مَیں تیرا غلام بن کر رہوں۔ اس مرتبہ غلامی امامؑ کے عوض میں اپنی تمام جائیداد تیرے حوالے کرتا ہوں۔ میں ایک کثیر المال آدمی ہوں۔ میرے پاس ہر قسم کا مال موجود ہے۔ جاؤ اور اُسے اپنے قبضہ میں لو اور جس جگہ تم ہو اس جگہ کو مَیں اپنے قبضہ میں لیتا ہوں۔

امام علیہ السلام کے غلام نے کہا: جی ہاں، میں اپنے آقا سے حال احوال کروں گا جس طرح کہیں گے وہی کروں گا۔ وہ غلام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: مَیں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ میری خدمت کو بخوبی جانتے ہیں۔ ایک طویل عرصے سے خدمت کا فریضہ انجام دے رہا ہوں۔ اگر اللہ رب العزت مجھ پر کوئی اپنا انعام نازل کرے تو کیا آپؑ اُسے مجھ سے روک دیں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میری طرف سے تمھیں بھلائیاں ملتی رہیں گی میں انھیں نہیں روکوں گا۔ میرے علاوہ کوئی روکے تو روکے؟ اس غلام نے اُس امیر آدمی کی ساری کہانی امامؑ کو سنائی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے شخص! تو ہماری خدمت سے تھک چکا ہے اور مذکورہ آدمی کی جائیداد چاہتا ہے ہمیں قبول ہے۔ ہم تجھے اُس کی طرف بھیج دیتے ہیں۔ وہاں سے غلام اُٹھ کر جانے لگا تو امامؑ نے اُسے بلایا اور فرمایا: تیری اس عرصۂ دراز کی خدمت وصحبت کے سبب میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ تم ہی مخیر ہو تم ہی صاحبِ جائیداد ہو۔ جب قیامت کا دن ہوگا اُس دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نُور سے متعلق ہوں گے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام رسولؐ اللہ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ آئمہ اطہار علیہم السلام امیر المومنینؑ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ جہاں ہم داخل ہوں گے وہاں وہ داخل ہوں گے اور جہاں ہم وارد ہوں گے وہ وہاں وارد ہوں گے۔

غلام نے کہا: جب آپؑ کے شیعہ کا مقام ومرتبہ یہ ہے تو مَیں زندگی بھر آپؑ کی خدمت کرتا رہوں گا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دوں گا۔

یہی خادم اُس خراسانی کے پاس آیا تو اُس آدمی نے کہا: تم مجھ سے روانہ ہوئے تھے۔ تو تم نے اپنی روانگی کی کوئی وجہ نہیں بتائی تھی۔ اب بتاؤ کیا پروگرام ہے؟ غلام نے اُس خراسانی کو ساری داستان سنائی اور اُسے امامؑ کی خدمت میں لے آیا۔ آپؑ نے اُس کی اِس خدمت کو قبول کیا۔ اُس آدمی نے غلام کو ایک ہزار دینار دیئے اور امامؑ سے وداع کیا اور دُعا کی اپیل کی۔

محمد بن ولید کرمانی کا بیان ہے کہ مَیں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے آقا! اگر میرے گھر والے مکہ معظمہ میں نہ ہوتے اور یہاں مدینہ میں ہوتے تو میں آپؑ کے اِس دروازے پر آپؑ کی خدمت میں زندگی بسر کردیتا۔ اجازت دیجیے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم ایسا کرو گے تو حکومت کی طرف سے مشکلات کا شکار ہو جاؤ گے۔ اِس کے بعد آپؑ کے سامنے لکڑی کا ایک صندوق رکھا گیا۔ آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ مَیں اسے اُٹھاؤں۔ اس دوران میں نے امامؑ کے چہرے سے یہ اندازہ لگایا کہ آپؑ ناراض ہیں۔ اُس صندوق کے اُٹھانے سے انکار کر دیا۔ آپؑ ہنسنے لگے اور فرمایا: اسے لے لو تمہیں اِس کی ضرورت پڑے گی۔ وہ مال لے کر مَیں واپس اپنی جگہ پر آیا۔ واقعی وہ مال میرے کام آیا۔

اس کے بعد میں مکہ معظمہ کی طرف چلا آیا۔ ①

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور وکلا کا تعین

ابراہیم بن محمد ہمدانیؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے خط لکھا۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ میں اس خط کو اس وقت کھولوں جب یحییٰؒ بن ابی عمران کی رحلت ہو جائے۔ یہ خط میرے پاس کافی عرصہ تک بند صورت میں محفوظ رہا۔ جب یحییٰؒ ابنِ عمران کا انتقال ہوا تو پھر میں نے اس خط کو کھولا۔ اس خط کی عبارت یہ تھی:

قُمْ بِمَا كَانَ يَقُوْمُ بِهٖ

"وکالت کے اُمور کو اس طرح سنبھالو جس طرح اس نے سنبھال رکھے تھے"۔

ابراہیم بن محمد ہمدانیؒ کہتے تھے جب تک یحییٰ بن عمران زندہ رہے میں اپنی موت سے بے خوف رہا۔ (دلائل امامت، ص ۲۱۶)

حضرت امام ہادیؑ کی والدہ ماجدہ

محمد بن فرجؒ بن عبداللہ سے روایت ہے، اس نے کہا: مجھے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے ہاں بلایا۔ جب میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ قافلہ آچکا ہے۔ اُس میں بردہ فروش کے پاس غلام اور کنیزیں ہیں۔ وہاں ایک کنیز ہے اُس کی صفات اور نشانیاں فلاں فلاں ہیں۔ ستر دینار کے عوض اُسے خرید لینا۔ میں اُس قافلے کی طرف گیا وہاں مطلوبہ کنیز ستر دینار کی خریدی۔ میں نے یقین کر لیا کہ یہ کنیز حضرت امام علی نقی ہادی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ②

---

① بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۸۷، ۸۹؛ کتاب الخرائج والجرائح، جلد ۳، ص ۲۸۸

② کتاب بصائر الدرجات، ج۲، باب ا، حدیث ۲

احادیث آئمہ اطہار علیہم السلام

حسینؑ چراغِ ہدایت ہیں

علیؑ بن عاصم کی روایت ہے، اُس نے کہا: میں نے یہ حدیث حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے مفصلاً سماعت کی ہے، وہ حدیث یہ ہے:

میں نے امام محمد بن علی بن موسیٰؑ سے، اُنھوں نے اپنے والد امام علی بن موسیٰؑ سے، اُنھوں نے اپنے باپ امام موسیٰ بن جعفرؑ سے، اُنھوں نے اپنے والد امام جعفر بن محمدؑ سے، اُنھوں نے اپنے والد امام محمد بن علیؑ سے، اُنھوں نے اپنے والد امام علی بن حسینؑ سے، اُنھوں نے اپنے والد امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

میں بارگاہِ رسالت میں گیا وہاں ابی بن کعب بیٹھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوش آمدید اے ابا عبداللہ! اے آسمانوں اور زمینوں کی زینت۔ اُبی بن کعب نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے علاوہ کوئی دوسرا آسمانوں اور زمین کی زینت کون ہو سکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا۔ بے شک حسینؑ بن علیؑ زمین میں رہتے، آسمان کی تمام مخلوق سے اَرفع و اعلیٰ ہیں۔ عرشِ خداوندی کے دائیں طرف مکتوب ہے:

مِصْبَاحُ هُدًى سَفِيْنَةُ نَجَاةٍ وَ اِمَامُ خَيْرٍ وَيُمْنٍ وَ عِزٍّ وَفَخْرٍ وَعِلْمٍ وَذُخْرٍ [1]

"(حسینؑ) چراغِ ہدایت اور سفینۂ نجات ہیں۔ سب سے بہتر و برتر اور

---

[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمت کے پیشِ نظر آپؑ کا نام نہیں لیا۔ آپؑ کے خصائص بیان کیے۔ یہ مضمون بہت سی احادیث میں موجود ہے۔

بابرکت امام ہیں۔ صاحب عزت، سرمایہ فخر و افتخار ہیں۔ علم کا بحرِ ذخار ہیں اور عمل کا بے کراں موجزن سمندر ہیں"۔

اللہ رب العزت نے اُن کی پاک و پاکیزہ صُلب میں طیب و طاہر اور بابرکت (نُطفہ) رکھا ہے اور حسینؑ کو ایسی دُعا کی تعلیم دی گئی ہے کہ مخلوقِ خدا میں سے جو بھی اُسے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ محشور فرمائے گا اور حسینؑ آخرت میں اُس کے شفیع ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اُس دُعا کے صدقہ میں اُس کے دُکھ درد دُور کرے گا اور اُس کے قرض ادا کرے گا اور اُس کے راستوں کو کھول دے گا اور دشمن پر اُسے قدرت دے گا اور اُس کی پردہ دری نہیں کرے گا۔

اُبی بن کعب نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ دُعا کون سی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز سے فارغ ہو کر بیٹھو تو یہ دُعا پڑھو:

دُعائے حضرت امام حسینؑ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِكَلِمٰتِكَ وَمَعَاقِدِ عَرْشِكَ وَسُكَّانِ سَمٰوَاتِكَ وَاَسْئَلُكَ وَرُسُلِكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ لِیْ. فَقَدْ رَهَقَنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا. فَأَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ يُسْرًا!

"خدایا! تجھے تیرے کلمات اور تجھے تیرے عرش کے معاقد اور تجھے تیرے آسمان کے رہنے والوں اور تجھے تیرے انبیاءؑ کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دُعا کو مستجاب کر، اِس اَمر میں مجھ پر سختی چھا گئی ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رحمت بھیج اور میرے معاملات کو مجھ پر آسان کر دے"۔

اِس دُعا کے ذریعے اللہ تیرے معاملات میں آسانی پیدا کرے گا اور تیرے سینہ کو کشادگی عطا کرے گا اور بوقتِ موت تجھے لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرے گا۔

اُبی بن کعب کا دوسرا سوال

اُبی بن کعب نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے حبیب حسینؑ کی صُلب میں نطفہ کس ہستی کا ہے؟

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نطفہ چاند کی مانند ہے، یہ نطفہ بیٹوں اور بیٹیوں کا ہے۔ اُن کی پیروی کرنے والا راشد و رشید ہدایت یافتہ ہوگا۔ اور اُن سے منحرف ہونے والا دوزخ میں گرنے والا ہوگا۔

اُبی بن کعب نے کہا: اُن کا نام کیا ہوگا اور اُن کی دُعا کیا ہوگی؟

آقائے نامدارؐ نے فرمایا: اُن کا نام علیؑ ہے، اُن کی دُعا یہ ہے:

حضرت امام سجاد علیہ السلام کی دُعا

يَا دَائِمُ يَا دَيُّومُ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ يَا كَاشِفَ الْغَمِّ يَا فَارِجَ الْهَمِّ يَا بَاعِثَ الرُّسُلِ يَا صَادِقَ الْوَعْدِ

"اے ہمیشہ رہنے والے! اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور نظامِ ہستی کو قائم رکھنے والے! اے غم دُور کرنے والے اور پریشانی ہٹانے والے اور اے پیغمبروںؑ کے بھیجنے والے! اے وعدہ کے صادق و مصدوق!"

جو شخص یہ دُعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے علیؑ بن الحسینؑ کے ساتھ محشور کرے گا اور وہ جنت کے لیے اس کے رہنما ہوں گے۔

اُبی بن کعب نے کہا: کیا علیؑ بن الحسینؑ کا کوئی وصی و وارث بھی ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں! وہ زمین و آسمان کی ملکیت کا وارث ہوگا۔

اُبی نے کہا: یارسولؐ اللہ! زمین و آسمان کی ملکیت سے کیا مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: حق کے ساتھ فیصلہ، دیانت داری پر مبنی فرمان اور اَحکام کی تاویل اور جو کچھ آیندہ ظہور پذیر ہونے والا ہے، اُس کا بیان۔

اُبی نے کہا: اُن کا نام کیا ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اُن کا نام محمد بن علیؑ ہوگا اور آسمان کے فرشتے اُن سے مانوس ہوں گے اور وہ اپنی دُعا میں یہ جملے کہیں گے:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ لِيْ عِنْدَكَ رِضْوَانٌ وَ وُدٌّ فَاغْفِرْلِي وَلِمَنْ تَبِعَنِي مِنْ اِخْوَانِيْ وَشِيْعَتِيْ وَطَيِّبْ مَافِيْ صُلْبِيْ

"خدایا! اگر تو مجھ سے راضی ہے اور مجھ سے محبت رکھتا ہے تو میری اور میرے پیروکاروں اور شیعوں کی مغفرت فرما اور جو کچھ میرے صُلب میں ہے اُسے طیب وطاہر بنا"۔

اللہ رب العزت اُن کی پشت میں پاک و پاکیزہ اور بابرکت نطفہ رکھے گا اور اُن کے متعلق جنابِ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ نے اِس نطفہ کو طیب بنایا ہے۔ اور اپنے ہاں اُن کا نام جعفر بن محمدؑ رکھا ہے اور اُس سے ہادی، مہدی اور راضی و مرضی بنایا ہے۔

جعفر بن محمدؑ اپنی دُعا میں یہ کہیں گے:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی دُعا

يَادَانٍ غَيْرَ مُتَوَانٍ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اِجْعَلْ لِشِيْعَتِيْ مِنَ النَّارِ وِقَاءً وَلَهُمْ عِنْدَكَ رِضَاءً. وَاغْفِرْ ذُنُوْبَهُمْ. وَيَسِّرْ اُمُوْرَهُمْ وَاقْضِ دُيُوْنَهُمْ. وَاسْتُرْ عَوْرَاتِهِمْ. وَهَبْ لَهُمُ الْكَبَائِرَ الَّتِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ. يَامَنْ لَا يَخَافُ الضَّيْمَ. وَلَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ. اِجْعَلْ لِيْ مِنْ كُلِّ غَمٍّ فَرَجًا

"اے وہ ذات جو قریب ہے اور کمزور نہیں ہے اور اے تمام مہربانوں میں سب سے بڑے مہربان! میرے شیعوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ اور اپنی طرف سے انھیں مقام رضا عطا کر اور اُن کے گناہ معاف کر اور اُن کے اُمور کو آسان کر اور اُن کے قرض ادا کر، اور اُن کی پردہ پوشی کر

اور اُن کے وہ گناہانِ کبیرہ معاف کر جو اُن کے اور تیرے درمیان حائل ہیں۔ اے وہ ذات جسے کسی ظلم کا اندیشہ نہیں اور جس پر اُونگھ اور نیند طاری نہیں ہوتی۔ مجھے ہر غم سے محفوظ فرما"۔

جو شخص جعفر بن محمدؑ کی دُعا پڑھے گا اللہ رب العزت اُسے نُورانی چہرے کے ساتھ اُن کے ساتھ جنت میں محشور کرے گا۔

اے ابی! اللہ تعالیٰ جعفر بن محمدؑ کے صلب میں پاک و پاکیزہ اور نہایت ہی بابرکت نطفہ ودیعت کرے گا اور اُن پر رحمت نازل کرے گا اور اللہ نے اُن کا نام موسیٰؑ رکھا ہے۔

اُبی بن کعب نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! گویا یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہے گا اور اس سلسلہ کے افراد ایک دوسرے کی صفات کے وارث بنتے رہیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور اُنھوں نے رب العالمین کی طرف سے اُن کے اوصاف میرے سامنے بیان کیے ہیں۔

اُبی نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا موسیٰؑ بن جعفر کی کوئی خاص دُعا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ اپنی دُعا میں یہ کہیں گے:

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی دُعا

يَا خَالِقَ الْخَلْقِ وَيَا بَاسِطَ الرِّزْقِ، وَيَا فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوىٰ وَبَارِئَ النَّسَمِ وَمُحْيِيَ الْمَوْتىٰ وَمُمِيْتَ الْاَحْيَاءِ وَدَائِمَ الثَّبَاتِ وَمُخْرِجَ النَّبَاتِ اِفْعَلْ بِیْ مَا اَنْتَ اَهْلُهٗ

"اے مخلوق کو پیدا کرنے والے اور اے رزق وسیع کرنے والے! اے دانہ اور گٹھلی کو شگافتہ کرنے والے اور اے مُردوں کو زندہ کرنے والے اور زندہ کو موت دینے والے اور ہمیشہ قائم رہنے والے اور نباتات کو برآمد کرنے والے! مجھ سے وہی سلوک کر جس کا تو اہل ہے"۔

جو شخص بھی اِس دُعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کی حاجات بر لائے گا اور قیامت کے دن

اُسے موسیٰ بن جعفرؑ کے ساتھ محشور کرے گا۔

اور اللہ تعالیٰ اُن کے صُلب میں ایک بابرکت اور راضی و مرضی نطفہ ودیعت فرمائے گا اور اللہ نے اپنے ہاں اُن کا نام علی بن موسیٰ الرضا رکھا ہے اور وہ مخلوقِ خدا میں علم و حکمت میں پسندیدہ ہوں گے اور اللہ اُنھیں اور اُن کے شیعوں کے لیے حجت قرار دے گا اور قیامت کے دن اُن کے ذریعے سے اُن کے شیعہ حجت پیش کریں گے اور اُن کی دُعا یہ ہوگی جس کے ذریعے سے وہ اپنے خدا سے سوال کریں گے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیَ الْھُدٰی وَثَبِّتْنِیْ عَلَیْہِ وَاحْشُرْنِیْ عَلَیْہِ اٰمِنًا ۔اٰمَنَ مَنْ لَا خَوْفَ عَلَیْہِ وَلَا حُزْنَ وَلَا جَزَعَ اِنَّكَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃ

"خدایا! مجھے اپنی طرف سے ہدایت عطا کر، مجھے اُس پر ثابت قدم رکھ! اور مجھے اُس کے ساتھ حالتِ اُمن میں محشور کر، ایسا اُمن عطا کر کہ نہ تو کوئی خوف ہو اور نہ ہی حزن ہو اور نہ ہی کوئی گھبراہٹ ہو، بے شک تو ہی تقویٰ اور مغفرت کا اہل ہے"۔

اللہ تعالیٰ اُن کی پشت میں ایک طیب و طاہر اور بابرکت نطفہ ودیعت کرے گا۔ اُن کا نام خدا نے محمدؑ بن علیؑ رکھا ہے۔ وہ اپنے شیعوں کی شفاعت کرنے والے اور اپنے جدِ نامدار کے علم کے وارث ہوں گے۔ اُن کے پاس واضح علامت اور ظاہری حجت ہوگی۔ وہ جب پیدا ہوں گے تو پیدائش کے وقت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہیں گے اور وہ اپنی دُعا میں یہ کہیں گے:

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی دُعا

یَامَنْ لَا شَبِیْہَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ ۔اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَنْتَ وَلَا خَالِقَ ۔اِلَّا اَنْتَ تُفْنِی الْمَخْلُوْقِیْنَ وَتَبْقٰی ۔اَنْتَ حَلُمْتَ عَمَّنْ عَصَاكَ ۔وَفِی الْمَغْفِرَۃِ رِضَاكَ

"اے وہ ذات! جس کی نہ شبیہ ہے اور نہ ہی مثال ہے۔ تو وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور تیرے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے۔ تو مخلوق کو فنا کر کے تو خود باقی رہے گا اور تو اپنی نافرمانی کرنے والوں کی بردباری کرتا ہے اور مغفرت میں تیری رضا ہے"۔

جو شخص یہ دُعا پڑھے گا محمد بن علیؑ اُس کے شفیع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے صُلب میں طیب و طاہر نطفہ ودیعت کرے گا، جو نہ تو باغی ہوگا اور نہ سرکش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں اُن کا نام علیؑ بن محمدؑ رکھا ہے اور اللہ نے اُنھیں تسکین و وقار عطا کیا ہے، علوم اور چھپے ہوئے رازوں کو اُن کے پاس بطورِ امانت رکھا ہے اور اپنے ہر ملنے والے کو اُس کی اندرونی کیفیت سے مطلع کریں گے اور اُنھیں اُس کے دشمن سے خبردار کریں گے اور وہ اپنی دُعا میں یہ کہیں گے:

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی دُعا

يَا نُوْرُ يَابُرْهَانُ يَا مُنِيْرُ يَا مُبِيْنُ يَا رَبِّ اِكْفِنِيْ شَرَّ الشُّرُوْرِ وَآفَاتِ الدُّهُوْرِ، وَاَسْئَلُكَ النَّجَاةَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

"اے نُور! اے دلیل و بُرہان! اے روشنی کرنے والے! اے ظاہر کرنے والے! اے پروردگار! مجھے اَشرار کے شر سے، زمانے کی آفات سے محفوظ فرما، اور جس دن صُور پھونکا جائے گا میں تجھ سے اُس دن کی نجات کا سوال کرتا ہوں"۔

جو شخص یہ دُعا پڑھے گا تو علیؑ بن محمدؑ اُس کے شفیع ہوں گے اور جنت کے لیے اُس کے رہنما ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے صُلب میں ایک نطفہ ودیعت فرمائے گا جن کا نام اُس نے حسنؑ (بن علیؑ) رکھا ہے اور اللہ نے اُنھیں شہروں کا نُور اور زمین پر اپنا جانشین بنایا ہے اور وہ اپنے ناناؐ کی اُمت کی عزت اور اپنے شیعوں کے رہنما اور شفیع ہوں گے اور اپنے مخالفین کے لیے بمنزلہ عذاب ہوں گے اور اپنے ماننے والوں کے لیے حجت اللہ ہیں۔ وہ اُنھیں امام تسلیم کریں گے۔ ان کے لیے بُرہان ہوں گے اور وہ اپنی دُعا میں یہ کہیں گے:

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی دُعا

يَا عَزِيزَ الْعِزِّ فِي عِزِّهٖ مَا أَعَزَّ عَزِيزُ الْعِزِّ فِي عِزِّهٖ يَا عَزِيزُ أَعِزَّنِي بِعِزِّكَ وَأَيِّدْنِي بِنَصْرِكَ وَأَبْعِدْنِي عَنِّي هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَادْفَعْ عَنِّي بِدَفْعِكَ، وَامْنَعْ عَنِّي بِمَنْعِكَ، وَاجْعَلْنِي مِنْ خِيَارِ خَلْقِكَ يَا وَاحِدُ يَا أَحَدُ يَا فَرْدُ يَا صَمَدُ

''اے وہ ذات جو اپنی عزت میں عزیز ہے اور عزت میں عزیز کتنا ہی بڑا صاحب عزت ہے۔ اے عزیز! اپنی عزت کے صدقہ مجھے عزت عطا کر، اور اپنی نصرت سے میری تائید کر اور شیطانی وساوس سے مجھے دُور رکھ اور اپنی قوت سے اُنھیں مجھ سے دفع کر، خود اپنی حفاظت سے میری حفاظت فرما اور مجھے اپنی بہتر مخلوق میں سے بنا۔ اے واحد! اے اَحد! اے فرد! اے صمد!''۔

جو شخص اِس دُعا کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ محشور کرے گا اور اگر وہ دوزخ کا حق دار ہو چکا ہوگا تو بھی اللہ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ اُس کی پشت میں ایک طیب و طاہر، بابرکت نطفہ ودیعت کرے گا جن سے میثاقِ ولایت کا اقرار کرنے والا ہر مومن خوش ہوگا اور ہر منکر اُن کا انکار کرے گا۔ وہ طیب و طاہر، پرہیزگار و نیکوکار، مسکن رضائے الٰہی ہادی اور مہدی ہوں گے۔ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے ہوں گے۔ جب اُن کی علامات اور دلائل ظاہر ہوں گے تو وہ سرزمین تہامہ سے خروج کریں گے۔ اُن کا خزانہ سونے چاندی اور درہم و دینار کی بجائے قوی الجثہ گھوڑوں اور جنگ جو افراد پر مشتمل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دُور دراز کے علاقوں سے اہلِ بدر کی تعداد کے برابر اُن کے لیے ناصر و معاون جمع کرے گا، یعنی اُن کی تعداد ۳۱۳ ہوگی۔ اُس امام کے ساتھ ایک مُہرشدہ صحیفہ ہوگا جس میں اُن کے اصحاب کے نام اور اُن کے نسب اور اُن کے شہروں، اُن کے طبائع، شکل و شمائل اور اُن کی کنیت مرقوم ہوگی۔ وہ اپنے رہبر کی اطاعت جانفشانی سے کرنے والے ہوں گے۔

امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی علامات

اُبی بن کعب نے کہا: یارسولؐ اللہ! اُن کی علامات اور دلائل کیا ہوں گے؟

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

① اُن کی علامت وہ پرچم ہے جب اُن کے ظہور کا وقت قریب ہوگا تو وہ علم خود بخود کھل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے نطق و منطق کی طاقت عطا کر دے گا۔ اُس وقت وہ علم پکار کر کہے گا: "اے اللہ کے ولی! اُٹھیں اور خروج کریں اور دشمنانِ خدا کو قتل کریں"۔

② اُن کی دوسری علامت نیام میں رکھی ہوئی وہ تلوار ہے جب اُن کے ظہور کا وقت قریب ہوگا تو وہ تلوار نیام سے باہر نکل آئے گی اور اذنِ خدا سے گویا ہو کر کہے گی: "اے اللہ کے ولی! اُٹھیں اور خروج کریں۔ اب کسی دشمنِ خدا کو مہلت نہ دیں"۔

پھر وہ خروج کریں گے اور اللہ کے دشمنوں کو جہاں پائیں گے قتل کریں گے، حدودِ الٰہی کو قائم کریں گے، اللہ کے عطا کردہ علم کی روشنی میں فیصلے کریں گے۔ جبرئیلؑ اُن کے دائیں جانب اور میکائیلؑ اُن کے بائیں جانب ہوں گے۔

اے اُبی! میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں اُسے تم عنقریب یاد کرو گے، اگرچہ ایک عرصہ کے بعد اُن کا ظہور کیوں نہ ہو اور میں اپنے اَمر کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

اے اُبی! اُن سے ملاقات کرنے والے کے لیے خوش خبری ہے اور اُن سے محبت کرنے والے کے لیے خوش خبری ہے۔ جو میری اس حدیث کو بیان کرے اُس کے لیے خوش خبری ہے۔ ایسے لوگوں کو ہلاکت سے نجات دے گا، خدا، رسولؐ اور آئمہ طاہرینؑ کے اقرار کی وجہ سے اللہ اُن کے لیے جنت کے دروازے کھول دے گا، زمین پر اُن کی مثال اُس کستوری کی سی ہوگی جس کی خوشبو ہمیشہ پھوٹتی رہتی ہے اور اُس میں کسی قسم کا تغیر نہ ہو اور آسمان میں اُن کی مثال اُس روشن چاند کی سی ہے جس کا نور ہمیشہ روشن رہے۔

اُبی بن کعب نے کہا: اللہ رب العزت نے ان آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حال آپؐ سے کیسے فرمایا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بارہ صحیفے نازل فرمائے۔ ہر صحیفہ کی

مہر پر امام کا نام کندہ ہے اور ان صحیفوں کے اندر ہر امامؑ کے اوصاف مرقوم ہیں۔ ①

قارئ محترم! ہم نے یہاں یہ حدیث مکمل طور پر بیان کی ہے کیونکہ یہ ایک بابرکت اور حامل فوائد حدیث ہے۔

کلام بہ مقدار عقول

جناب عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے یہ حدیث حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنی، آپؑ نے اپنے آباؤ اجداد کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّا أُمِرْنَا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ بِأَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ بِقَدْرِ عُقُولِهِمْ

"اللہ رب العزت نے ہم تمام انبیاءؑ کو حکم دیا کہ لوگوں کے ساتھ گفتگو ان کی عقلوں کے مطابق کریں"۔

آپؑ نے فرمایا:

أَمَرَنِي رَبِّي بِمُدَارَاةِ النَّاسِ. كَمَا أَمَرَنَا بِإِقَامَةِ الْفَرَائِضِ

"میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں کی دلجوئی اور خاطر داری اس طرح کروں جس طرح ہم پر فرائض کی ادائیگی کی گئی ہے"۔ ②

سنت کی دو اقسام

جناب عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سنت کی دو قسمیں ہیں: ایک سنت فریضہ میں ہے جس سے ہدایت کو اخذ کیا جاتا ہے اور ضلالت کو ترک کیا جاتا ہے۔ دوسری سنت فریضہ کے غیر میں ہے جس سے فضیلت حاصل کی جاتی ہے اور خطاؤں کو چھوڑا جاتا ہے"۔ ③

---

① عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق، جلد ا، صفحہ ۶۲، ۶۵، حدیث ۲۹

② کتاب امالی شیخ طوسیؒ، ص ۳۸۱، حدیث ۳

③ کتاب امالی، ص ۵۸۹، حدیث ۱۱

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"جس نے اللہ پر اعتماد کیا تو اُس نے سرور و مسرت حاصل کیا، جس نے اُس ذات پر توکّل کیا تو وہ اُس کے اُمور کے لیے کافی ہوا۔ اللہ پر اعتماد ایسا محفوظ قلعہ ہے کہ صرف اُس میں امین مومن محفوظ رہتا ہے۔ اللہ پر توکّل ہر بُرائی سے نجات کا سامان ہے اور دشمن سے حفاظت کا پروگرام ہے"۔

دین عزت ہے، علم خزانہ ہے، خاموشی نُور ہے، زُہد کی غرض و غایت وَرع و پرہیزگاری ہے۔ دین کی عمارت کے انہدام کے لیے بدعت سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہے۔ لوگوں کے فاسد ہونے میں لالچ وطمع سے بڑھ کر کوئی اور فساد نہیں ہے۔

حکمران کا فرض ہے کہ وہ رعایا کی بھلائی کی تدبیر کرے۔ دُعا سے بلیات دُور ہوتی ہیں، جس نے صبر کو اپنی سواری بنایا اُس نے مشقت کے میدان میں کامیابی اور ہدایت پائی۔ جس نے کسی کا عیب بیان کیا اُس کا عیب بیان ہوا۔ جس نے کسی کو گالی دی اُسے گالی دی گئی۔ جس نے تقویٰ کے درخت لگائے اُس نے گوہرِ مقصود حاصل کیا۔ ①

چار مصدقہ باتیں

حضرت عبدالعظیم الحسینی الرازیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام ابوجعفر ثانی محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے اور اُنھوں نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تصدیق نازل کی ہے"۔ ②

اَلْمَرءُ مَخْبُوٌّ تَحْتَ لِسَانِهٖ (سورۂ محمد: آیت ۳۰)

"ہر فرد اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے"۔

---

① کتاب کشف الغمہ اربلی، جلد ۳، ص ۱۳۶

② اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے۔ یہ وہ کلمات ہیں جو حضرت علی علیہ السلام سے صادر ہوئے تھے۔ ابھی یہ مذکورہ آیات نازل نہیں ہوئی تھیں۔ واللہ العالم ا۔ امام نے اپنے اقوال کی شہادت پیش کی ہے کہ قرآن مجید نے اُن کے فرمودات کی تائید کی

جب وہ بات کرتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے۔

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (سورۂ محمد: آیت ۳۰)

"اور تم اُنھیں اُن کے اندازِ گفتگو ہی سے ضرور پہچان لو گے"۔

فَمَنْ جَهِلَ شَيْئًا عَادَاهُ

"جو شخص ایک چیز سے جاہل ہوتا ہے تو اُس کا اعادہ کرتا ہے"۔

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ (سورۂ یونس: آیت ۳۹)

"بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُنھوں نے اُس چیز کو جھٹلایا جو اُن کے احاطۂ علم میں نہ ہے"۔

قِيمَتُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُ

"جو آدمی جس چیز کو حُسن سمجھتا ہے وہ اُس کی قیمت ہے"۔

إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى عَلَيْكُمْ ...... وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ

"اللہ نے تمھارے مقابلے میں اُسے منتخب کیا ہے اور اُسے علم اور جسمانی طاقت کی فراوانی سے نوازا ہے"۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۴۷)

اَلْقَتْلُ يُقِلُّ الْقَتْلَ

"قتل قتل کا خاتمہ کر دیتا ہے"۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ[1]

"اے صاحبانِ عقل! تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے"۔

ائمہ طاہرین محدَّثون ہیں

حسن بن عباس بن حُریش سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام نے ابنِ عباسؓ سے فرمایا: ہر سال شبِ قدر آتی ہے اور اُس میں سال کے امر نازل ہوتے ہیں۔ یہی اُمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد الٰہی

---

① بحار الانوار، جلد ۱ ص ۱۶۵۔

حکومت کے حکمران ہیں۔

ابنِ عباسؓ نے عرض کیا: وہ حکمران کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ مَیں ہوں اور میرے بعد وہ گیارہ حکمران ہیں جو میرے صُلب سے ہیں۔ وہ آئمہ ہی محدثون ہیں۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۳۲-۵۳۳، حدیث ۱۱) ①

حضرت امام مہدی علیہ السلام پر بحث

حضرت عبدالعظیم حسنی ولد عبداللہ حسنیؒ سے روایات ہے، اُنھوں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے اپنے آباء علیہم السلام سے سنا کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

''ہمارا قائمؑ کچھ عرصہ غیب رہیں گے، اُن کی مدتِ غیبت طویل ہوگی گویا کہ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے ماننے والے اُن چوپائیوں کی طرح حیران وسرگردان ہوں گے کہ جن کی چراگاہ نہیں ہوتی۔ خبردار! وہ لوگ جو اپنے دین پر ثابت قدم ہوں گے وہ اُن کی طولانی غیبت سے پریشان نہیں ہوں گے۔ وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوں گے''۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جب ہمارے قائمؑ قیام کریں گے تو اُس وقت کوئی کسی کی بیعت میں نہیں ہوگا، اس لیے آپؑ کی ولادت کو مخفی رکھا گیا ہے اور آپؑ کی شخصیت کو

---

① المناوی نے شرح جامع الصغیر (جلد ۲، صفحہ ۲۷۰) میں لکھا ہے: اس نے قرطبی کی روایت نقل کی ہے۔ اُس نے کہا: المحدَّثون اسمِ مفعول ہے۔ محدث کی جمع ہے یعنی جس پر الہام ہوتا ہو یا جو صادق الظن ہو اور وہ وہ ہے کہ جس پر ملاء اعلیٰ سے الہام یا مکاشفہ کی کیفیت نازل ہوتی ہو۔ یا جس کی زبان پر بغیر قصد کے صحیح بات جاری ہوتی ہو۔ یا اُن سے ملائکہ بات کرتے ہوں حالانکہ وہ نبی بھی نہیں ہوتے۔ یا وہ جس نے کوئی رائے قائم کی یا ظن اور وہ صحیح ہو۔ گویا کہ اُن سے بات کی گئی ہو یا عالم ملکوت سے اُن کے دل میں بات آئی ہو۔ امر اُن کے سامنے اس طرح ظاہر ہے جیسے وہ ہو۔ جی ہاں! یہ وہ کرامت ہے اللہ جسے چاہتا ہے اس سے اپنے بندوں کو مکرم کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کی یہ عظیم منزلت ہے''۔

مَیں یہ کہتا ہوں کہ امام علیہ السلام کا فرمان کہ آئمہ محدثون ہیں۔ یہ وہ چوتھا معنی ہے جس کا ذکر مناوی نے کیا ہے۔ وہ ملائکہ کا اُن کے ساتھ تکلم ہے حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب فَاطِمَةُ مِنَ المَهدِ اِلَی اللَّحدِ کے سے اس لفظ پر بحث کی ہے۔ ''المحدثہ'' حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے اسماء میں سے ایک اسم

پردۂ غیب میں رکھا گیا ہے۔ ①

موت کا تعارف

حسن بن علی ناصری سے روایت ہے، اُس نے اپنے باپ سے، اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

ایک دفعہ کسی نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولا! ہمارے لیے موت کی تعریف کریں۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے اُس ذات کے پاس وارد ہونا ہے جو خبیر وعلیم ہے۔ اُس وقت تم حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں ہوں گے۔ تم اَبدی بشارت کے ساتھ ہوں گے، یا اَبدی عذاب کی خبر کے ساتھ۔ یا پھر تم تخویف وتحویل کے ساتھ ہوں گے۔ اس تیسری صورت والے کا اَمر مبہم ہوگا۔ اُسے معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کس فرقہ کے ساتھ ہے؟

ہمارا دوست وہ ہے جو ہماری اطاعت کرنے والا ہے۔ اُسے اَبدی نعمات کی بشارت دی جائے گی۔ وہ شخص جو ہمارا دشمن ہے اُسے اَبدی عذاب کی خبر دے دی جائے گی۔ وہ فرد جس کا اَمر مبہم ہوگا اُسے کچھ سمجھ نہیں آئے گی کہ وہ کس حال میں ہے؟ وہ ایسا مومن ہوگا جس نے اپنے نفس پر اِسراف کیا ہوگا، اُسے معلوم نہیں ہوگا کہ اُس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اُس کی خبر مبہم اور خوف والی ہوگی۔

اللہ رب العزت ہمارے اَعداء کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کرے گا۔ البتہ اُن میں سے کچھ وہ ہوں گے کہ اللہ اُنھیں ہماری شفاعت سے جنت میں داخل کرے گا۔ یقین کرو اور اطاعت کرو۔ اللہ کی عقوبت کو معمولی نہ سمجھو۔ وہ جو اپنے نفوس پر اِسراف کرنے والے ہیں اُنھیں ہماری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ ہاں البتہ تین لاکھ سال بعد اُنھیں عذاب سے نجات ملے گی۔ ②

① اکمال الدین، شیخ صدوق، جلد ۱، ص ۲۰۲، حدیث ۱۳

② کتاب بحار الانوار، جلد ۶، ص ۱۵۳

معذب عورتیں

حضرت عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے اپنے والد حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ میں اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپؐ کو بے تحاشا روتے ہوئے پایا۔

میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یا علیؑ! میں نے شبِ معراج اپنی اُمت کی عورتوں کو شدید عذاب میں دیکھا اور اُن کے عذاب کی شدت نے مجھے رُلا دیا ہے۔ (وہ عذاب کچھ اس طرح کے تھے):

① میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بالوں سے لٹکی ہوئی تھی اور اُس کا دماغ جوش کھا رہا تھا۔

② میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنی زبان کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی اور دوزخ کا گرم پانی اُس کے حلق میں اُنڈیلا جا رہا تھا۔

③ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھی۔

④ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے جسم کا گوشت نوچ رہی تھی اور اُس کے نیچے آگ جلائی جا رہی تھی۔

⑤ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ اور پاؤں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے بندھے ہوئے تھے، سانپ اور بچھو اُس پر مسلط تھے۔

⑥ میں نے ایک گونگی، بہری اور اندھی عورت کو دوزخ کے صندوق میں دیکھا جس کا دماغ اُس کے نتھنوں سے باہر نکل رہا تھا۔ جذام اور برص کی وجہ سے اُس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے تھا۔

⑦ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو پاؤں کے ذریعے سے دوزخ کے تنور میں لٹکی ہوئی تھی۔

⑧ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ جس کے جسم کے اُوپر اور نیچے کے حصے کو دوزخ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا۔

⑨ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ اور چہرہ کو جلایا جارہا تھا اور وہ اپنی انتڑیوں کو کھا رہی تھی۔

⑩ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ جس کا سر خنزیر کا اور بدن گدھے کا تھا اور اُس پر ہزاروں طرح کے مختلف عذاب تھے۔

⑪ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کی شکل کتے کی تھی اور اُس کی دُبر سے دوزخ کی آگ داخل ہورہی تھی اور اُس کے منہ سے نکل رہی تھی اور فرشتے دوزخ کے گرز لے کر اُس کے سر پر مار رہے تھے۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے عرض کیا: اے میرے پیارے بابا اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک! آپؐ مجھے بتائیں کہ اِن عورتوں کا جرم کیا تھا جس کی وجہ سے اُنھیں مذکورہ عذابوں سے دوچار کیا جارہا تھا؟

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری پیاری دُختر، سنو!

① جو عورت اپنے سر کے بالوں سے لٹکی ہوئی تھی تو وہ ایسی عورت تھی جو مردوں سے اپنے سر کے بال نہیں چھپاتی تھی۔

② اور جو عورت اپنی زبان سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے ہمسائیوں کو اذیت پہنچایا کرتی تھی۔

③ اور جو عورت اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر کو حقوقِ زوجیت سے محروم رکھتی تھی۔

④ جو عورت اپنی ٹانگوں سے دوزخ میں لٹکی ہوئی تھی وہ ایسی عورت تھی جو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جاتی تھی۔

⑤ جو عورت اپنے جسم کو نوچ رہی تھی تو وہ ایسی عورت تھی کہ جو لوگوں کے لیے بناؤ سنگھار کرتی تھی۔

⑥ جس عورت کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ اُس پر سانپ اور بچھو مسلط تھے۔ وہ ایسی عورت تھی جو طہارت کا خیال نہیں رکھتی تھی۔ جو گندے کپڑے پہنتی، غسلِ جنابت اور غسلِ حیض نہیں کرتی تھی۔ صفائی کا بالکل خیال نہ کرتی تھی اور نماز کی پرواہ نہ کرتی تھی۔

⑦ اندھی، گونگی، بہری عورت وہ تھی جو حرام کا بچہ جن کر اپنے شوہر کی طرف منسوب کر دیتی تھی۔

⑧ جس عورت کا گوشت مقراضوں سے کاٹا جا رہا تھا تو وہ ایسی عورت تھی جو اپنے آپ کو مردوں کے لیے پیش کرتی تھی۔

⑨ جس عورت کے ہاتھ اور چہرے کو آگ لگی تھی اور وہ اپنی انتڑیوں کو کھا رہی تھی تو وہ دلالہ تھی۔

⑩ جس عورت کا سر خنزیر اور بدن گدھے کا تھا تو وہ چغل خور اور جھوٹ بولنے والی تھی۔

⑪ جس عورت کی شکل کتے کی تھی اور وہ دوزخ کی آگ اُس کی دُبر میں داخل ہو کر اُس کے منہ سے نکل رہی تھی تو وہ گانے بجانے اور لوگوں کے مردوں پر توجہ کرنے والی حاسد عورت تھی۔

اس کے بعد آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ہلاکت ہے اُس عورت کے لیے جس نے اپنے شوہر کو ناراض کیا اور خوش خبری ہے اُس عورت کے لیے جس سے اُس کا شوہر راضی ہو"۔ ①

آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے

جناب عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے سند کے ساتھ سنا کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: "آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے"۔ ②

کام سے پہلے سوچ بچار

جناب عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آباء سے سند کے ساتھ سنا، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

---

① کتاب عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق رحمہ اللہ، جلد ۲، ص ۱۳، حدیث ۲۴

② عیون اخبار الرضا، ص ۵۸، حدیث ۲۰۳

اَلتَّدْبِيْرُ قَبْلَ الْعَمَلِ يُؤْمِنُكَ مِنَ النَّدَمِ

"کام کرنے سے پہلے اُس کے انجام پر غور وفکر تجھے ندامت سے بچا دیتا ہے"۔ (مصدر سابق)

امراض سے گناہ محو ہو جاتے ہیں

حضرت عبدالعظیم حسنیؒ سے مروی ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے آباء سے سنا، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مرض کا اجر نہیں ہے لیکن جب بندہ مریض ہوتا ہے تو اُس کے نامۂ اعمال میں گناہ باقی نہیں رہتے۔ اجر زبان کی گفتگو اور اعضاء و جوارح کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت جب اپنے بندے کے صادق نیت اور اعمالِ صالح کو دیکھتا ہے تو اُسے اپنے کرم اور فضل سے جنت عطا کرتا ہے"۔ [1]

مشاورت کی حیثیت

حضرت عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے، حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے میرے والد نے اور اُنھوں نے کہا: مجھے میرے والد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اور اُنھوں نے کہا: مجھے میرے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اور اُنھوں نے کہا: مجھے میرے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے، اور اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے والد حضرت علی زین العابدین علیہ السلام نے اور اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے والد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اور اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے والد حضرت علی علیہ السلام نے بتایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا۔ آپؐ نے مجھے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

يَا عَلِيُّ! مَا حَارَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ. يَا عَلِيُّ! عَلَيْكَ بِالدُّلْجَةِ فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ مَا لَا تُطْوَى بِالنَّهَارِ

يَا عَلِيُّ! اُغْدُ عَلَى اسْمِ اللهِ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى بَارَكَ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا

---

[1] امالی شیخ طوسی، حدیث ۲

"اے علیؑ! جس نے خیر طلب کی وہ حیران و پریشان نہیں ہوا، جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہوا۔ اے علیؑ! رات کو سفر کرنا، رات کے وقت زمین کا سفر آسانی سے طے ہوتا ہے اور دن کو آسانی کے ساتھ طے نہیں ہوتا۔

اے علیؑ! اللہ کے نام کے ساتھ صبح کرو۔ اللہ رب العزت نے میری اُمت کے لیے صبح کو بابرکت بنایا ہے"۔ (امالی شیخ طوسیؒ، حدیث ۲۲)

حضرت علی علیہ السلام کے چند نصائح

حضرت سید عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ اپنے آباء کی کوئی حدیث مجھے بیان فرمائیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے بیان کیا اور اُنھوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:

جب لوگ چھوٹے اور بڑے بن کر رہیں گے تو وہ بھلائی سے رہیں گے تو جب سب یکساں ہو جائیں گے تو پھر ہلاک ہو جائیں گے۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کچھ اور بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

اگر تمھیں ایک دوسرے کے اعمال کا پتہ چل جائے تو تم ایک دوسرے کو دفن نہ کرو گے۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کچھ اور بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

تم دولت میں لوگوں سے ہرگز نہیں بڑھ سکتے۔ مسکراتے چہرے اور حُسنِ ملاقات میں لوگوں سے بڑھ جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا:

تم لوگوں سے دولت میں ہرگز نہیں بڑھ سکتے، تم اَخلاق میں لوگوں سے آگے بڑھ جاؤ۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کچھ مزید بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو زمانے پر غصہ کرے گا تو وہ طویل عرصے تک غصہ میں رہے گا۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کچھ اور بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

برے لوگوں کی ہم نشینی سے نیک لوگوں کے متعلق بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ کچھ مزید بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے کرامؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: آخرت کا بدترین زادِ راہ بندوں پر ظلم کرنا ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کچھ اور بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر شخص کی وہی قیمت ہے جسے وہ اچھی طرح سے سرانجام دے سکتا ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کچھ اور سنائیں؟

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا: انسان اپنی زبان کے پیچھے پوشیدہ ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے اطہار علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے: وہ شخص کبھی ہلاک نہ ہوا جس نے اپنی قدر و قیمت کو پہچانا۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کچھ اور بیان کریں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے اطہار علیہم السلام کی سند سے فاتح بدر و اُحد

حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے، کہ آپؑ نے فرمایا:

کام کرنے سے پہلے سوچ بچار کرنا تمہیں ندامت سے بچا سکتا ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! مزید میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد بزرگوار نے اپنے آبائے اطہار علیہم السلام کی سند سے فاتح خیبر حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جس نے زمانہ پر تکیہ کیا وہ پچھاڑ اگیا۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! مزید بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد بزرگوار نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے باب مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! مزید بیان کریں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے سید الاوصیاء حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

متعلقین کی دو قسموں میں سے ایک قسم کی آسودگی ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! مزید فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے سید الاولیاء حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا: جس نے اپنے آپ کو پسند کیا وہ ہلاک ہوا۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! مزید بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جس کے عوض کے ملنے کا یقین ہو وہ عطیہ دینے میں دریا دلی دکھاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کچھ اور بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے ابوالائمہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص اپنے سے کم تر شخص کی عافیت پر راضی ہوا اُسے اپنے سے اُوپر والے سے بھی عافیت وسلامتی ملے گی۔

میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! یہ احادیث میرے لیے کافی ہیں۔ ①

شب قدر کی عبادت کا ثواب

حسنؒ بن عباس رازی سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا:

مَنْ اَحْيَاءَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ...... غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوْبُهُ .وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوْبُهُ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَمَثَاقِيْلِ الْجِبَالِ وَمَكَائِيْلِ الْبِحَارِ

"جس آدمی نے شب قدر شب بیداری کی تو اُس کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، چاہے وہ اُس کے گناہ آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں اور پہاڑوں کے وزن اور سمندروں کی بے کرانیوں اور مسافتوں کے برابر ہوں"۔ ②

قطع ید کی دیت

حسنؒ بن عباس بن حریش سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت کے حوالے سے فرمایا: ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا:

اے ابنِ عباسؓ! تمھیں اللہ کی قسم! کیا کہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں اختلاف ہے؟

① عیون اخبار الرضا، جلد ۲، ص ۵۸، حدیث ۲۰۳

② بحارالانوار، جلد ۹۸، ص ۱۶۸

اُس نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے ہاتھ کی تلوار سے اُنگلیاں کاٹ ڈالیں۔ پھر دوسرا آدمی آیا اور اُس نے اس آدمی کی ہتھیلی کاٹ ڈالی۔ وہ آدمی تمھارے پاس انصاف کے لیے آیا تم کیا فیصلہ دو گے؟

ابنِ عباسؓ نے کہا: میں اس قاطع سے کہوں گا: ہتھیلی کی دیت ادا کرو اور جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اُس سے کہوں گا کہ وہ چاہے تو صلح کرے یا پھر اُن دونوں کی طرف دو عادل بھیجوں گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِس اعتبار سے اللہ کے حکم میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح تم نے پہلے قول میں تنقیض پیدا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قائم کردہ حدود میں کسی کو اختلاف کرنے کی اجازت نہیں دی ہے اُس کی ایسی تفسیر زمین میں کہیں نہیں ہے۔ جس آدمی نے ہتھیلی کاٹی ہے اُس کے ہاتھ کو اُس کی ابتداء سے قطع کر دو، پھر اُسے اُس کی انگلیوں کی دیت ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔ ①

زاہد

حسنؓ بن علی ناصر سے روایت ہے، اُس نے اپنے باپ سے اور اُس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، اور آپؑ نے اپنے آباء کی سند سے روایت کی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا۔ مولا! زاہد کی تعریف کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اَلَّذِیْ یَتْرُكُ حَلَالَهَا مَخَافَةَ حِسَابِهٖ وَيَتْرُكُ حَرَامَهَا مَخَافَةَ عَذَابِهٖ

"زاہد وہ ہے جو حساب دینے کے خوف سے حلال کو ترک کر دیتا ہے اور عذاب کے خوف سے حرام کو ترک کر دیتا ہے"۔ ②

---

① الکافی، جلد ۷، ص ۳۱۷، حدیث ۱

② الامالی، شیخ صدوق رحمہ اللہ، حدیث

حضرت سلمان فارسیؓ کے دسترخوان پر حضرت ابوذر غفاریؓ

جناب سید عبدالعظیم حسنیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو اپنے گھر پر دعوت دی اور اُن کے سامنے دو روٹیاں پیش کیں۔

حضرت ابوذرؓ نے روٹیوں کو اُٹھا کر اپنے ہاتھ میں گردش دی۔

حضرت سلمانؓ نے کہا: اے ابوذرؓ! ان روٹیوں کو اپنے ہاتھ پر کیوں گردش دے رہے ہو؟

حضرت ابوذرؓ نے کہا: دیکھ رہا ہوں کہ یہ زیادہ خشک تو نہیں ہیں۔

یہ سن کر حضرت سلمانؓ حضرت ابوذرؓ پر ناراض ہوئے اور کہا: تمھاری یہ جرأت کہ تم ان روٹیوں کو یوں گردش دو۔ خدا کی قسم! یہ روٹیاں یوں ہی نہیں بن گئی ہیں۔ ان کی تیاری میں وہ پانی خرچ ہوا ہے جو عرش کے نیچے ہے اور ان کی تیاری میں ملائکہ نے اپنا کردار ادا کیا اور اُنھوں نے زیرِ عرش پانی کو ہوا کے سپرد کیا اور ہوا نے ان کی تیاری میں اپنا کام کیا۔ اُس نے اس پانی کو بادلوں کے حوالے کیا اور بادلوں نے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے زمین پر بارش برسائی اور اِس کی تیاری میں گرج چمک اور ملائکہ نے حصّہ لیا۔ جنھوں نے اِسے اِس مقام پر رکھا اور اُن کی تیاری میں زمین اور لکڑی (ہل) لوہے، جانوروں، آگ، ایندھن اور نمک کے علاوہ اور بھی بے شمار چیزوں نے حصّہ لیا اور اتنی محنت و مشقت کے بعد یہ روٹیاں آپ تک پہنچی ہیں۔ آپ خدا کی اتنی بڑی نعمت کا شکر کس طرح ادا کر رہے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا: میں اپنی اِس غلطی کی خدا سے معافی مانگتا ہوں اور اُس سے مغفرت کا طالب ہوں اور اپنے رویے کی آپ سے بھی معذرت چاہتا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کو کھانے کی دعوت دی۔ جب حضرت ابوذرؓ پہنچے تو حضرت سلمانؓ نے اپنی گودڑی سے روٹی کا ایک خشک ٹکڑا اُنھیں پیش کیا

اور اپنے چمڑے کے ڈول کے پانی سے روٹی کو تر کیا۔
حضرت ابوذرؓ نے کہا: روٹی تو بہت اچھی ہے۔ اس کے ساتھ نمک بھی ہوتا۔
حضرت سلمانؓ اُٹھے اور اُنھوں نے ایک دکاندار کے پاس وہی پانی والا ڈول گروی رکھا اور نمک لے آئے۔
حضرت ابوذرؓ روٹی پر نمک چھڑک کر کھانے لگے اور ساتھ ہی یہ بھی کہنے لگے:
اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہمیں یہ قناعت عطا فرمائی۔
یہ سن کر حضرت سلمانؓ نے کہا: اگر آپ میں قناعت ہوتی تو مجھے پانی کا ڈول گروی نہ رکھنا پڑتا۔ ①

اہم ترین حقائق

اہلِ بیتِ رسولؐ

حضرت سیّد عبدالعظیم حسنی بن عبداللہ حسنیؒ سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ہے، حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو خلق کیا، اس کے لیے ایک عرصہ یعنی صحن بنایا، اس کے لیے نُور، قلعہ اور معاون و مددگار بنائے۔
اسلام عرصہ یا صحن قرآن ہے، اس کا نُور حکمت و دانش ہے، اس کا قلعہ نیکی ہے۔ اس کے ناصر و انصار ہیں، میرے اہلِ بیت اور ہمارے شیعہ ہیں۔
میرے اہلِ بیتؑ اور ان کے شیعوں اور محبوں سے محبت کرو۔ جب مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت جبرئیلؑ نے اہلِ آسمان کو میرے حالات اور میرا نسب بیان کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو میری اور میرے اہلِ بیتؑ کی محبت ودیعت کی۔ یہ امانت اور ودیعت اُن کے پاس قیامت تک رہے گی۔

---

① کتاب عیون اخبار الرضاؑ، جلد

پھر مجھے اہلِ زمین کی طرف اُتارا گیا اور میرا اہلِ زمین میں تعارف کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اور میرے اہلِ بیتؑ اور اُن کے شیعوں کی محبت میری اُمت کے قلوب کو ودیعت کی۔ میری اُمت کے اہلِ ایمان میرے اہلِ بیتؑ کی محبت کو قیامت تک اپنے قلوب میں محفوظ رکھیں گے۔

خبردار! اگر میری اُمت کا کوئی فرد اپنی ساری زندگی عبادت کرتا رہے اور جب وہ اِس دنیا سے رخصت ہو اور اُس کے دل میں میرے اہلِ بیتؑ اور میرے شیعوں کے لیے بغض ہو۔ اللہ اُس کے دل کے دروازے کو ایمان کے لیے نہیں کھولے گا بلکہ نفاق کے لیے کھولے گا۔ وہ قیامت کے دن منافقین میں سے اُٹھیں گے۔ [1]

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مہد سے لے کر لحد تک

یہ عظیم الشان کتاب فرزند رسولؐ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ذات والاصفات کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ آپ آسمانِ امامت کے نویں آفتاب ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپؑ کو اُمت اسلامیہ کی قیادت کے لیے منتخب کیا۔ آپؑ کی خلافت و امامت پر رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص ہے۔ آپؑ کی ذات اور زندگی منفرد خصائص پر مشتمل ہے۔ جب آپؑ کی طرف امامت کا انتقال ہوا تو اُس وقت آپ کا بچپن تھا جہاں آپ کی زندگانی فضائل و مناقب کا موجزن سمندر ہے، وہاں مصائب و آلام کی بھی انتہا ہے۔

وہ کتنے اور کس قدر جید و پُر جمال شخصیات ہیں کہ جن کے نصیب میں اس عظیم الشان امامؑ کی زندگانی کا مطالعہ کرنا ہے۔ امامؑ کی زندگانی پر اِس دور کے عظیم عالم سماحت علامہ الکبیر، الخطیب الامع، الکاتب المتقدر، السید محمد کاظم القزوینی نے قلم اُٹھایا ہے اور فرزند رسولؐ کی ذات پر تالیف کا ایک مرحلہ کامل کیا ہے۔

---

[1] الکافی، جلد ۲، صفحہ ۴۶، حدیث ۳



ادارہ منہاج الصالحین

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120